

فرائد اسلام

مولوی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

مذہبِ اسلام

مولوی محمد نجم الغنی خاں اپسوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

فہرست مضامین

11	مقدمہ	مرحبہ اور پنجاب اور جبریہ اور
27	حمد الہی	قدریہ اور مشیہ کے بیان میں
28	مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات	48 حدیث افتراق امت کی تحقیق
29	نعت محمد مصطفیٰ ﷺ	50 یہود و نصاریٰ کے فرقے
29	التاس مولف	52 فرقہ نامی و ناری
31	ضمیمہ (1) مذاہب الاسلام	55 علم فقہ اور طبقات فقہاء
31	پیر نامہ مشتمل بر دعا	مسائل فروعی و اجتہادی میں صحابہ
32	مظاہروں کا بیان	57 کے اختلافات
32	ائمہ کی ترتیب	60 اختلاف مذاہب کی بنا
33	امام کی شناخت	64 فرقوں کی تقسیم
36	تعلق امام اور حجت کے درمیان	66 شیعہ، خوارج، جبریہ، قدریہ
36	ظہور امام	67 جمہیہ، مرحبیہ
37	حجت کا حال	68 فرقہ اہل سنت و جماعت
41	معجزہ	ایک امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
43	تفسیر و امام اور حاکم شریعت میں	69 ہیں
45	تفریق	77 دوسرے امام مالک ابو عبد اللہ
46	اہل ترتب	79 تیسرے امام شافعی ابو عبد اللہ محمد
46	نذرانہ	81 چوتھے امام احمد بن محمد حنبلی
46	اہل تضاد	83 ابن تیمیہ
47	ضمیمہ دوم۔ متعلق فرقہ شیعہ علی	84 اشاعرہ و ماتریدیہ حنا بلہ
47	اللہی	87 اصحاب حدیث و اہل رائے
88	پہلا حصہ فرقہ اہل سنت اور	عقائد ماتریدیہ کی تفصیل۔ اسباب
	معتزلہ اور شیعہ اور خوارج اور	علم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	مذاہب الاسلام
مؤلف	مولوی محمد نجم الغنی خاں راپوری
سال اشاعت	ستمبر 2001ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
قیمت	200/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ انکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:- 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:- 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Green Dome International Ltd.

148-164 Gregory Boulevard, Nottingham, NG7 5JE U.K.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115 911 7220

89	تکالیف شرعی عاقل و بالغ سے	عالم کا ثبوت و حدوث
90	ساقط نہیں ہوتیں	خالق عالم
117	نصوص شرعی ظاہر پر محمول ہیں	کلام الہی
117	تنازع	صفات ثبوتی
119	مردوں کے لئے دعا و صدقہ	صفات سلبی
120	اہانت	جبر و قدر و غیرہ
121	متفرقات	اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اللہ کے کاموں میں کوئی غرض نہیں
124	مذہب شیعہ کے بعض اختلافی عقائد میں تطبیق	اور اشیاء کا حسن و قبح
126	مسئلہ خلائی	استطاعت
129	علمائے ماترید کی رائے۔ علمائے اشعریہ کی رائے	مقتول کی اہل رزق حرام
129	ضمیمہ فرقہ ہائے ظاہرہ رکابیہ کی تفصیل کے بیان میں	دیدار الہی
140	حادث محاسن	فرشتے
141	فرقہ ہائے غیر اہل سنت و جماعت	کتب آسمانی
141	معزلہ	معاد
143	اصحاب عدل و توحید	شفاعت و جنت و دوزخ
144	اول و اصلہ	نبوت
155	دوم عمریہ	عصمت انبیاء و تفضیل انبیاء
156	ہندیہ	معراج
157	اسواریہ۔ اسکافیہ۔ جعفریہ۔	اہل بیت تفضیل صحابہ
163	بشریہ۔ مزداریہ۔ ہشامیہ	خلافت
164	حاطیہ	صحابہ پر طعن نہ کرنا چاہئے
166	حدیثیہ۔ صحابیہ۔ معریہ	تکفیر اہل قبلہ
167		کرامات اولیاء
		ولی نبی کے رتبے کو نہیں پہنچتا

168	ذہابیہ، زمینی، علیا بیہ	168	ذہابیہ
169	شمسہ خمسہ	169	طیہ۔ جاحظیہ
170	امویہ غمامیہ رزامیہ	170	سیمیہ
171	غراقریہ یا ہلمانیہ	171	ذہابیہ
173	اسحاقیہ، نصیریہ	173	ہشامیہ
176	مقتعیہ	176	عماریہ، ابوالحسنیہ، قصویہ
177	برقی مہیشیہ سفید جامگان و سفید پوشان وغیرہ	177	مویہ، وادیہ، حرقیہ، مغنیہ، حرقیہ، واقفیہ، نفطیہ، ملتزقہ، قبریہ، کیسانیہ، ناکلیہ، احمدیہ
219	راوندیہ	219	واسطیہ، ویمیہ، تہریہ، تبلیہ
221	بہلمیہ، مصفی	221	فرقہ شیعہ
222	حاجیہ	222	عثمانیہ
223	فرقہ کیسانیہ	223	جنگ جمل ناگہین
224	کیسانیہ مختاریہ	224	خوارج، مارقیین شیعہ شیعہ اولیٰ
227	کرطیہ	227	شیعہ مخلصین
234	اسحاقیہ ہاشمیہ	234	شیعہ تقضیلہ، شیعہ تہرائیہ یا شیعہ سیمیہ شیعہ غلاؤ، اہل سنت
235	حرابیہ کنڈیہ	235	والجماعت غلاہ
237	خرمہ فردکیہ حارثیہ طیاریہ	237	سہانیہ
238	حسانہ	238	کالمیہ، مغیریہ
239	عباسیہ	239	ذہابیہ
240	فرقہ اسماعیلیہ	240	بناحیہ
247	محمروحمیرا تعلیمی معطلہ مبارکیہ	247	منصوریہ
250	قرامطہ میونیہ باطنیہ	250	خطابیہ
251	خلفیہ قرامطہ	251	بزیغیہ، مفسلیہ
252	شمیلیہ	252	
264	برقیہ	264	
265		265	

266	مہدویہ کا امامت میں اختلاف	267	چنانچہ
267	اسماعیلیہ کے مناصب اور دعوت	269	مہدویہ
271	کے طریق	274	دلیصابیہ
312	بوہرے	280	بنو مہدی
323	بوہرون کے ہاں ائمہ کی ترتیب	281	عبداللہ، مہدی باللہ
324	علمائے دعوت اور داعیوں کا بیان	283	ابو القاسم محمد الملقب قائم بامر اللہ
331	تنبیہ	283	بن مہدی
331	داعیوں کے مسلسل نام	283	ابو الحسن الملقب طاہر لاعزاز دین
333	علمی و ادبی کیفیت و مذہبی راز	283	اللہ
337	داری	283	ابو حمیم معد الملقب مستنصر باللہ
339	کلمہ نماز زکوٰۃ صدقہ فطریائی	284	بن طاہر
340	کرمہ صوم مسنونہ وغیرہ	284	ابو القاسم احمد الملقب مستعلی باللہ
341	یثاق	284	بن مستنصر
342	رویت ہلال روزہ رمضان عید اور	285	ابو علی منصور الملقب آمر بادکام
345	چ	285	اللہ بن مستعلی
347	ماہ رمضان کے ہمیشہ روزہ ہونے	285	ابو میمون عبدالحمید الملقب حافظ
350	کی وجہ	285	الدین اسد بن امیر ابو القاسم بن
	کبیہ یعنی لونڈ	285	مستنصر
	صحیفہ جو مردے کے ساتھ قبر میں	285	ابو منصور اسماعیل ثانی الملقب ظافر
	رکھتے ہیں	285	باللہ بن حافظ
	بوہرون کے مذہب میں فلاسفہ	285	ابو القاسم عیسیٰ الملقب قاز
	یونان کی باتوں کو دخل	285	بنصر اللہ بن ظافر
	ہرنجی کے لئے ایک مقيم اور ایک	285	ابو محمد عبد اللہ الملقب عاصد الدین
	وصی ہوتا ہے اور ہر امام کے لئے	285	اللہ بن یوسف بن حافظ
	باب اور حجت اور داعی اور ملاون		

350	نظر ہوتے ہیں	352	زیدیہ کے بعض عقائد
352	اولاد کے سفید لباس اختیار	353	امامیہ
353	تقریر کا طریق	354	وہ فرتے جو حضرت علی کے بعد
354	ابن کا الزام چیسے سلیمانی اور	357	حضرت حسن اور ان کی اولاد میں
359	ابن کا الزام	369	امامت کو منحصر سمجھتے ہیں
369	ابن کا الزام	369	وہ فرتے جو حضرت حسن مجتبیٰ
375	ابن کا الزام	375	کے بعد حضرت حسین شہید کربلا
376	ابن کا الزام	376	اور ان کی اولاد میں امامت مانتے
386	ابن کا الزام	386	ہیں
388	ابن کا الزام	388	وہ فرتے جو محمد باقر کے بعد جعفر
391	ابن کا الزام	391	صادق کو امام نہیں مانتے
392	ابن کا الزام	392	وہ فرتے جو جعفر صادق تک
394	ابن کا الزام	394	امامت کے معاملہ میں مشترک
397	ابن کا الزام	397	ہیں اور جو ان کے بعد امام میں
398	ابن کا الزام	398	اختلاف کرتے ہیں
399	ابن کا الزام	399	ائمہ کی ترتیب
	فرقہ اثنا عشریہ کے ترقی کرنے کی		کیفیت
	عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل		ضمیمہ
	فرقہ خوارج		صحیفہ جعفر جامعہ مصحف فاطمہ
	خوارج کے بعض عقائد		فرقہ خوارج
	خوارج کے مختلف ممالک میں و قنات		خوارج کے بعض عقائد
	خروج کرنے پر ایک سرسری نظر		خوارج کے مختلف ممالک میں و قنات

خوارج کے فرقوں کی تفصیل یہ

667	تذکرہ فرقہ ہشتم ہالی	518	فرقہ بابیہ کے عقائد
680	فرقہ ہشتم پیری	558	فرقہ مرجیہ
682	بیان معجزہ		تفصیل مرجیہ خالص کے فرقوں کی
687	بیان ملائکہ و شیطان و جن	561	مرجیہ غیر خالص
699	بیان اعجاز قرآن	571	فرقہ نجاریہ
689	بیان رویت الہی	565	فرقہ جبریہ
690	بیان نعمات و لذات جنت	577	فرقہ قدریہ
691	بیان جنت و دوزخ کے بالفعل	592	فرقہ مشیہ
692	موجود ہونے کا	594	اختلاف تاریخ و سال میں
643	بیان آسمان		معذوری
613	فرقہ نهم احمدیہ جو قادیانی کے نام سے منسوب ہے	700	دوسرا حصہ متفرق فرقوں کے
721	فرقہ دہم اہل قرآن	613	بیان میں
613	قرآن سے محمد مصطفیٰ ﷺ کی	613	فرقہ اول سالیہ
726	فرمانبرداری کا ثبوت	614	فرقہ دوم واحدیہ
618	تیسرا حصہ مہدیوں کے بیان میں	618	فرقہ سوم روشنیاں
732	زکریا بن امام محمد باقر	624	فرقہ چہارم دین الہی
733	مغیرہ، عبد اللہ بن معاویہ، محمد بن حنفیہ، اسماعیل بن جعفر صادق، محمد بن اسماعیل، احمد بن محمد بن حنفیہ عبد اللہ احمد فاطمی محمد نفس زکیہ۔	631	فرقہ پنجم فروود
637		637	فرقہ ششم وہابیہ
653		653	ہندوستان کیس وہابیت کا شیوع
734			ہندوستان کے وہابی اپنی جالوں کو ابن عبد الوہاب کی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے
662	محمد بن قاسم، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم،	664	فرقہ وہابیہ کے بعض عقائد

770	حسن عسکری، محمد مہدی عباس	735	مہدی مغربی۔ شیخ سنوسی
777	عمر بن عبد العزیز، احمد بن کیاں		محمد احمد سوڈانی
787	علی محمد باب	736	محمد الاثنین
789	محمود مسکونی، مرزا غلام احمد قادیانی		محمد
790	سید محمد جوپوری	737	ملائے سومالی
791	مہدیہ کے عقائد	752	سید محمد بن علی اور بیسی
793	سید محمد نور بخش جوپوری	759	شریف مختار
794	اور لیس، گرد	761	عبد الغفار ابن کمال غازی
795	ازبک۔ ابن تو مرث	762	خاتمہ
796	شہر ٹوس کا مہدی۔ سید محمد		تتمہ خاتمہ فرقہ یزیدی
802	محمد بن عبد اللہ	769	اشعار مشعر اختتام کتاب

مقدمہ

پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی

روہیلوں کے عہدِ اقتدار میں روہیل کھنڈ کے اکثر قسبات و بلاد علوم و فنون کا مرکز بن گئے۔ اطراف و جوارب سے بہت سے علماء و فضلاء اور شعراء و حکماء اس علاقے میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ مولوی نجم الغنی خاں کے بزرگ ملا محمد سعید خاں، تیرہ سے ترک سکونت کر کے پہلے دہلی آئے۔ یہ خاندان چنگیز خاں کی نسل میں چغتہ برلاس ہے۔ محمد سعید خاں نے اس دور کے نامور عالم اور محدث شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ڈانٹے ادب نہ کیا۔ ان ہی سے تمام مردمِ علوم حاصل کئے اور شاہ صاحب کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے انتقال رحمۃ اللہ علیہ کے بعد وہ روہیلوں کے مرکزی شہر بریلی آئے۔ اس وقت تمام اقتدار حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے ہاتھ میں تھی۔ حافظ صاحب نے ملا محمد سعید خاں کو اپنے فرزند اکبر، عنایت خاں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا اور سعید خاں کا بریلی ہی میں انتقال ہوا۔

شجاع الدولہ نواب وزیر کی ہوس ملک گیری اور نا عاقبت اندیشی سے حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد روہیلوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ نواب فیض اللہ خاں ابن لڑائی علی محمد خاں کو رام پور کا علاقہ ملا۔ بچے کچھے خاندانوں نے رام پور کا رخ کیا۔ ملا سعید خاں کے باوجود فرزند بھی بریلی کی سکونت ترک کر کے رام پور پہنچے ان میں ایک ملا عبدالرحمن تھے جو ظاہری اور باطنی علوم میں کامل تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو در فضائل مآب اور فضیلت پناہ کہتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ ملا عبدالرحمن کا انتقال ہو گیا۔ ان کے صاحبزادے مولوی عبدالعلی خاں

تھے جو نہایت فاضل اور رام پور میں مفتی عدالت تھے۔ ان کو شاعری کا بھی ذوق تھا اور قلمی تخلص کرتے تھے۔ یہ تھے میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ حکیم نجم الغنی خاں کے حقیقی دادا تھے۔ ان کے صاحبزادے مولوی عبدالغنی تھے جو سنہ ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے رام پور کے مشاہیر و اکابر علماء مفتی شرف الدین، ملا غفران، اور مولوی عبدالغنی خاں دیہی داں وغیرہ سے تحصیل علوم کی۔ کچھ دنوں رام پور میں دکانت کی پھر وہ اودے پور پہنچے گئے اور وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد رام پور آئے۔ ۱۲۰۱ھ میں رام پور کے مولوی عبدالغنی کا رام پور میں انتقال ہوا۔ ان ہی کے فرزند مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پور میں جو اپنے دور کے نامور عالم، مدرس مصنف اور مؤرخ گزرے ہیں۔ انہوں نے اردو کے تاریخی و علمی سرائے میں گراں قدر امانت کی ہے۔

مولوی نجم الغنی خاں رام پور ۱۰۷۱ھ میں اولاد میں ملازمین ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ محمد نجم الغنی (۱۲۷۶ھ) ان کا تاجی نام ہے وہ اپنے والد کے اکتوتے فرزند تھے۔ ان کی پرورش و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ مولوی نجم الغنی خاں کی عمر بھی چار سال کی تھی کہ ان کے والد مولوی عبدالغنی سنہ ۱۲۸۵ھ میں سلسلہ ملازمت اودے پور چلے گئے لہذا ان کی ابتدائی تعلیم تمام تر اودے پور میں ہوئی۔

مولوی نجم الغنی خاں نے عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مولوی عبدالغنی سے اودے پور میں پڑھیں اور پھر وہ سلسلہ میں رام پور آگئے۔ انہوں نے علوم مروجہ کی تحصیل علمائے رام پور سے کی۔ فلسفہ قدیم کی بعض کتب شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی سے پڑھیں اور عربی ادب کی تحصیل مولانا طیب عرب کی سے کی۔ دوسرے تمام علوم شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ سے حاصل کیے۔ ۱۲۸۵ھ میں مدرسہ عالیہ رام پور سے درس نظامی کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ اس کے بعد علم طب کی تحصیل کی اطمینان لکھنؤ اور اپنے مامول حکیم اعظم خاں رام پور سے استفادہ کیا۔ حکیم اعظم خاں اپنے دور کے شہرت یافتہ حکیم تھے۔

تحصیل علوم میں مولوی نجم الغنی خاں نہایت محنت اور کوشش کرتے ٹھہرتے ہوئے چراغ

کے سامنے رات رات بھر مطالعہ کتاب میں گزار دیتے۔ ایک مرتبہ رات کو مطالعہ کے دوران چراغ کی فوسے ان کی پڑی میں آگ لگ گئی لیکن بردت آگاہ ہو گئے، طالب علمی کے زمانے میں لباس و طعام کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ ان کے شوق علم کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے کہ اپنے ایک استاد کے یہاں کیداریوں کو سینچنے کے لیے روزانہ کنوئیں سے پانی کھینچتے تھے اور اس کام کے انجام دینے میں اکثر ان کے ہاتھوں میں آگے پڑ جاتے تھے ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ مولوی نجم الغنی خاں رام پور میں ایک حبیب کے یہاں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ ان کا مکان نجم الغنی خاں کے گھر سے کافی فاصلے پر تھا ایک روز جبکہ سوسلا دھار بارش ہو رہی تھی وہ پڑھنے کے لیے گئے۔ استاد نے کھانا دیا کہ ابھی بارش ہو رہی ہے سہ پہر کو آنا، مولوی نجم الغنی خاں بھگتے ہوئے واپس چلے آئے۔ اتفاق سے اس روز بارش نہیں تھی۔ سہ پہر کو پھر بھگتے بھاگتے استاد کے یہاں پہنچے۔ استاد ان کے نفی علی سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے تساہل کی معافی چاہی۔

تحصیل علم کے بعد نجم الغنی خاں نے طب کا مشغلا اختیار کیا۔ رجوع خلق خوب ہونے لگی بعض پیچیدہ بیماریوں کے علاج بھی کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رہا۔ پھر حکیم نجم الغنی خاں ریاست رام پور کی ملازمت اختیار کر لی اور حضور تحصیل میں پیش کا مقرر ہوئے۔ اس کے بعد عکرم اوقات رام پور کے منعم اور میونسپل بورڈ کے ممبر رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور کچھ محنت کے بعد ریاست اودے پور و میواڑ چلے گئے۔ اور دکن ویرال لاہور بری کے شعبہ فارسی کے لائبریری مقرر ہو گئے۔ لیکن جلد ہی رام پور واپس آگئے اور یہاں مختلف علمی، سماجی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔

حکیم نجم الغنی خاں شعبہ تدریس کے منعم، یونانی شفاخانوں کے انچارج، انجمن صفائی میونسپٹی کے ممبر اور نواب جلد علی خاں رئیس رام پور کے درباری بھی رہے۔ اکتوبر ۱۳۱۵ھ میں نواب حامد علی خاں نے یونانی شفاخانوں کا عکرم توڑ دیا لہذا اختلافات سامنے کی بنیاد پر حکیم نجم الغنی خاں نے رام پور چھوڑ دیا اور اودے پور چلے گئے اور وہاں کم از کم ۱۳۱۵ھ کو مہارانا لائی اسکول میں میڈ مولوی

ہو گئے۔ اودے پور میں قیام کے زمانے میں بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا۔ بلکہ جلد ہی ان کی ابھی خامی شہرت ہو گئی اور ملک کے مشاہیر ان سے ملاقات کے لیے اودے پور پہنچنے لگے۔ ریاست اودے پور کی طرف سے بھی حکیم نجم الغنی خاں کو ہمیشہ قدر دانی ہوئی۔ عوام و خواص سب ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے۔ طلبہ کے ساتھ وہ ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ حکیم نجم الغنی خاں کو حیدر آباد جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ ہمارا ہمارے کش پرشاد نے نظام حیدر آباد سے ملاقات کرائی۔ بوقت رخصت پانچ سو روپیہ مرحمت ہوئے اور حیدر آباد آنے کی دعوت بھی دی گئی مگر انہوں نے وہاں جانا پسند نہیں کیا۔

اول جولائی ۱۳۱۹ء میں اودے پور کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن مالون رام پور آ گئے اور سارا وقت مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں صرف کرنے لگے جو کام بڑے بڑے علمی اداروں کے کرنے کے تھے وہ مولوی نجم الغنی خاں نے تنہا انجام دیے۔ ریاست رام پور کی معارف پروردی کی بدولت اودے پور کے قیام کے زمانے میں بھی ۱۳۱۹ء سے نجم الغنی خاں کو پچاس سو روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا مگر رام پور آنے کے بعد وظیفے کی رقم سو روپیہ مانا نہ ہو گئی۔ طعام اور سواری وغیرہ کا انتظام ریاست کی طرف سے اس کے علاوہ تھا۔

ایک مرتبہ مولوی نجم الغنی خاں کو نواب حامد علی خاں رئیس رام پور (ف ۱۳۱۹ء) کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ صورت یہ ہوئی کہ روپیہ ریاست کے بانی نواب علی محمد خاں (ف ۱۳۱۶ء) کو ایک روپیہ سردار داؤد خاں نے پرورش کیا تھا۔ وہ داؤد خاں کو ایک لڑائی میں موضع بالکولی تحصیل بیرہی (ضلع بریلی - یو پی) سے کم سنی میں ہاتھ لگے تھے۔ حادثہ قبیلہ کے ختم و چراغ تھے، داؤد خاں کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس نے علی محمد خاں کی نہایت اعلیٰ بیعت پر پرورش اور تعلیم و تربیت کی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ علی محمد خاں روہیلوں کے سردار اور ریاست کے بانی ہوئے۔ یہی بات حکیم نجم الغنی خاں نے اپنی کتاب اخبار اصناف (تاریخ روہیل کھنڈ) طبع اول

۱۳۱۹ء میں لکھ دی۔ بھلا یہ بات نواب حامد علی خاں کو کب گوارا ہو سکتی تھی۔ نواب کی رشتہ داری جالندھر کے سادات میں ہو چکی تھی اور سادات جالندھر نے نواب حامد علی خاں کے لیے ایک ”شجرہ سیادت“ بھی مرتب کر دیا تھا۔ نواب حامد علی خاں نے حکیم نجم الغنی کو اودے پور سے طلب کر لیا۔ دربار میں حاضر ہوئے۔ نواب نے نہایت غم و غصہ کا اظہار کیا اور فیصلہ ہوا کہ اخبار اصناف دیدہ (طبع اول ۱۳۱۹ء) بحسن و ضبط اور نذر آتش، اس کتاب کا ایک ایک نسخہ حاصل کر کے جلا یا گیا اور کتاب پر جو رقم خرچ ہوئی تھی وہ نجم الغنی خاں کو ادا کی گئی۔ خاکسار کے خاندان میں اخبار اصناف دیدہ کا یہ نادر نسخہ (طبع اول) محفوظ تھا جو اب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) لائبریری کی زینت ہے اور طبع اول کا ایک جلا ہوا نسخہ ترقی اردو بورڈ (کراچی) کے کتب خانے میں بھی ہے۔ ۱۳۱۹ء میں نجم الغنی خاں نے اخبار اصناف دیدہ کا دوسرا ایڈیشن تیار کر کے شائع کرایا جس میں نواب حامد علی خاں رئیس رام پور کے حسبِ حکم سادات کا نسب نامہ شامل کیا گیا مگر اتفاق کی بات نواب حامد علی خاں ۱۳۱۹ء میں فوت ہو گئے اور نجم الغنی خاں زندہ رہے۔ چنانچہ ان کے قلم حقیقت رقم نے ایک کتاب ”مختصر تاریخ ریاست رام پور“ لکھ کر اصل حقیقت پھر ظاہر کر دی۔ حکیم نجم الغنی خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزر رہے ہیں اس کی ایک ٹائپ شدہ نقل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) کی لائبریری میں داخل کر دی ہے۔

حکیم نجم الغنی خاں نے اخبار اصناف دیدہ (طبع دوم) علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا جس کی رسید اور رائے دیتے ہوئے علامہ اقبال نے حکیم نجم الغنی خاں کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

لاہور۔ ۱۴ دسمبر ۱۳۱۹ء

محترم و مکرم جناب قلم حکیم صاحب۔ السلام علیکم

اخبار اصناف دیدہ کی دو جلدوں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے۔ کثمرہ غالباً اور افغانہ یقیناً اسرائیلی الاصل ہیں۔ قاضی امیر احمد شاہ رضوانی

جو خود افغان ہیں ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ "دفعہ" قدیم فارسی میں
 بمعنی بہت ہے۔ کیا ہے اور افغان میں الف سائبہ ہے جو کہ ایران میں بود و باش
 رکھنے کے وقت افغان بت پرست نہ تھے اس واسطے ایرانیوں نے انہیں
 افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

میرے خیال میں حال کی پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی اصل کے
 موجود ہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے نہایت بار آور ہوگی۔ آپ کا طرز
 تحریر نہایت سادہ اور مؤثر ہے اور بحیثیت مجموعی آپ کی تصنیف تاریخ کا عمدہ
 نمونہ ہے۔
 آپ کا مخلص

محمد اقبال بیرسٹریٹ لا

حکیم نجم الغنی خاں کا سارا وقت مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا تھا۔ وہ
 دن کا ایک حصہ رام پور کے سرکاری کتب خانے میں گزارتے تھے اور بقیہ حصہ اپنے گھر میں تصنیف
 و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ رام پور کا ایک خاص محدود علمی
 طبقہ تھا جس سے ان کا رابطہ تھا۔ اکثر لوگ ان کی علمی حیثیت اور مرتبے سے بھی بے خبر تھے۔
 جب خواجہ حسن نظامی، نواب حبیب الرحمن خاں شروانی، مولانا عبدالحکیم شرر، مولوی رضی الدین
 ہاشمی بدایونی (مؤلف کنز الدین) اور علامہ شبلی نعمانی جیسے مشاہیر ملت مولوی نجم الغنی خاں
 سے ملنے ان کے مکان پر جاتے تھے تو اہل محلہ کو نجم الغنی خاں کی حیثیت اور علمی مرتبے کا اندازہ
 ہوتا تھا۔

حکیم نجم الغنی کی زندگی بہت سادہ تھی۔ صبح کو جب تک وہ بیٹھنے نہیں کھدیتے تھے۔
 مکان سے نہیں نکلتے تھے۔ ان کے اوقات نہایت منضبط تھے۔ اسی اصول پرستی اور نظام الادب
 کی پابندی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اتنی ضخیم کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔
 حکیم نجم الغنی خاں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا ہے کوئی پسپو تشہ نہیں

چھوڑا ہے۔ بہت سی قلمی کتابیں ان کی تصانیف کے ذریعے اہل علم سے متعارف ہوئیں۔ تاریخ
 اودھ اور تاریخ روہیل کھنڈ پر جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ ان کی محنت اور تدوین کی زندہ مثال
 ہے۔ نصف صدی گزرنے کے بعد بھی اس موضوع پر کوئی قابل قدر کام نہیں ہوا۔ وہ تاریخ
 کو مذہب یا عقیدے کے قلم سے نہیں لکھتے تھے۔

حکیم نجم الغنی خاں کو ہمیشہ کتابوں کی تلاش رہتی تھی۔ کتابوں اور تاریخی آثار دیکھنے کے لیے
 سفر بھی کرتے تھے۔ استاذی الحرم مولوی اسد علی خاں رام پوری مرحوم (دف ۱۹۵۶ء) اور
 مولوی حکیم عبدالغفور آفریدی (دف ۱۹۶۶ء) کا بیان ہے کہ حکیم نجم الغنی خاں اکثر آنولہ، بریٹی اور
 برابوں آتے۔ ان بستیوں کے پڑانے خاندانوں کے افراد سے ملتے اور ان کے پرانے ذخیروں
 کتابوں اور کاغذات کو دیکھتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں حکیم نجم الغنی خاں آنولہ آئے اور بعض اہل شہر
 کے ہمراہ وہ اٹنی پھرتا رام نگر کا قلعہ دیکھنے گئے۔ مولوی اسد علی خاں کا بیان ہے کہ وہ روہیل
 کھنڈ کے آثار و عمارات پر بھی کتاب لکھنے کے لیے مواد جمع کر رہے تھے جو غالباً تیار نہ ہو سکی۔

جب ۱۹۲۶ء میں نواب حامد علی خاں کا انتقال ہو گیا اور نواب رضا علی خاں (دف ۲۸
 مارچ ۱۹۶۶ء) سربراہ آئے حکومت ہوئے تو انہوں نے ریاست کے نظم و نسق میں بعض تبدیلیاں
 اور اصلاحات کیں اور ریاست کے آمدنی و خرچ کو متوازن کرنے کی غرض سے بہت سے
 وظیفے بند کر دیے۔ مولوی نجم الغنی خاں بھی اس لپیٹ میں آئے مگر بعض حضرات کی سفارش سے
 ان کا وظیفہ بحال ہوا اور ان کو ۱۰۰ روپے ماہانہ کو کتب خانہ سرکاری (رام پور) کا ناظم مقرر کر دیا
 گیا۔ یہ ذمہ داری برائے نام تھی۔ اس معاملے میں خواجہ حسن نظامی نے خاص طور سے کوشش کی تھی۔
 نواب رضا علی خاں کے مسند نشین ہونے کے موقع پر جب خواجہ حسن نظامی رام پور تشریف
 لائے گئے تو ۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (۲۹ جولائی ۱۹۱۶ء) بروز جمعہ مولوی حکیم نجم الغنی خاں
 سے بھی ملنے گئے۔ اس روداد کو خواجہ صاحب ہی کی زبان قلم سے لکھتے۔

”اس (ناشتہ) کے بعد مولانا نجم الغنی صاحب مؤرخ سے ملنے گیا۔ جو موجودہ

زمانے کے سب سے عمدہ اور بہت زیادہ اور نہایت محققانہ اور آزادانہ اور بے باکانہ لکھنے والے مورخ ہیں۔ شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے آخر زمانے میں تاریخ کی بہت بڑی بڑی جلدیں لکھی ہیں۔ مگر مولانا نجم الغنی خاں صاحب کی کتابیں تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں اور ضخامت میں بھی زیادہ ہیں۔ تاریخ کے علاوہ طب و غیرہ علوم و فنون کی بھی انہوں نے بہت اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ شہرہ آفاق فلاسفوں اور مصنفوں کی طرح ایک نہایت مختصر اور سادہ مکان میں بیٹھے تھے چاروں طرف کتابوں اور نئے مسودات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ساتھ ستر کے قریب عمر ہے۔ ہاں سب سفید ہو گئے ہیں مگر کام کرنے کی انہیں اور مستعدی جوانوں سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بہت عمدہ پھل کھلائے ان کھلائے اور اپنی تازہ تصانیف بھی دکھائیں۔ ایک کتاب اودے پور کی نسبت لکھی ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے اورنگ زیب پر ایک نظر کے نام سے بہت اچھی کتاب تاریخ کی تصنیف کردہ راجہ پرتانے کے واقعات سے بے خبر تھے۔ مولانا نجم الغنی خاں صاحب نے راجہ پرتانے کی مستند تاریخوں سے اورنگ زیب کی تاریخی حمایت کا حق ادا کیا ہے اور اودے پور کے ہمارا نام کے اس غور اور گہرائی کو توڑ پھوڑ کر مہار کر دیا ہے جس میں وہ آج تک مبتلا ہے۔ موجودہ ہمارا نام کے والد ^{۱۹۱۱ء} کے شاہی دربار میں دہلی میں آئے تو شہر کے باہر ٹھہرے کیونکہ ان کے ہاں یہ عہد ہے کہ دہلی میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ انگریزوں نے بھی اودے پور کے خیالی پلاؤ کی مخالفت نہیں کی اور ہمارا نام کو دہلی کے اندر آنے کے لیے مجبور نہیں کیا تا کہ ان کی آن بان باقی رہے مگر مولانا نجم الغنی صاحب کی اس تاریخ کو پڑھ کر اودے پور کے سب نشے ہرن ہو جائیں گے اور وہ ظلم ٹوٹ جائے گا جو اودے پور کی فرضی روایتوں نے ہندو قوم کے دل و دماغ میں

بناد رکھا ہے کہ اودے پور کا ہمارا نام کبھی مسلمان سلطنت کے سامنے نہیں جھکا اور کبھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہوا۔

میں نے مولانا سے یہ کتاب لے لی اور میں اس کو اپنے اہتمام سے اور اپنے خرچ سے شائع کر دوں گا۔ مولانا نے اس کا نام تاریخ اودے پور رکھا ہے مگر میں نے اس کے نئے نام تجویز کئے ہیں جن میں سے ایک مفرد شکل ہے اور دوسرا اودے پور کا فرضی ظلم ہے۔ یہ کتاب خدا نے چاہا بہت جلدی شائع ہو جائے گی۔ مولانا نجم الغنی صاحب بہت زیادہ کام کرتے ہیں۔ ان کی عمر اودان کی محنت کو دیکھ کر مجھے بہت غیرت آتی کہ مجھے اپنے زیادہ کام کا فخر جتنا ہے حالانکہ مولانا نجم الغنی صاحب مجھ سے زیادہ بوڑھے ہیں مگر کئی حجتے زیادہ کام کرتے ہیں۔

خصت ہوا تو مولانا سواری تک پہنچانے آئے۔ قیدی بزرگوں کی تہذیب و شائستگی کا وہ ایک نمونہ ہے۔ ڈائریکٹر نظام المشائخ دہلی، اگست ۱۹۳۲ء ص ۱۸۱

مسلحہ علی کام کرنے کی وجہ سے مولوی نجم الغنی خاں بیمار رہنے لگے جون ۱۹۳۲ء میں دودھ مرکا دورہ پڑا علاج کی غرض سے بریلی گئے۔ پہلے سرکاری اسپتال میں علاج ہوا پھر ایک انگریز سپیشل ڈاکٹر کو دکھایا مگر دقت پورا ہو چکا تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۳۲ء کو وہ بریلی سے رام پور روانہ ہوئے اور راستے ہی میں اپنی جان ۳۰ جون ۱۹۳۲ء کو کیم جرنلانی کی درمیانی شب میں جان آخری کے پردہ کردی وہ رام پور میں شاہ درگاہی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

لاہور کے اخبار دبیر سکندری مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء میں اس حادثہ کا بیان کیا ہے اس طرح اظہار خیال کیا گیا ہے۔

وہ دنیائے اسلام اور دنیائے علم و ادب میں یہ خیر انتہائی حزن و اہم سے سنی جائے گی کہ رام پور کا ایک مشہور و مایہ ناز اور ہر داں مخدوم جناب مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب حکیم جرنلانی ۱۹۳۲ء کو بریلی سے رام پور آ رہے تھے کہ بعد

دوپہران کا انتقال ہو گیا۔ آپ برائے علاج بریلی گئے ہوئے تھے۔ وہ مشرقی زبانوں کے جید فاضل اور عالم سبے بدل تھے۔ آپ کی تصنیفات ہندوستان میں مشہور ہیں۔ آپ کے تحریر عملی کی وجہ سے شاہ ایران نے مولانا سے مرحوم کو تکریم و فضیلت عطا فرمایا تھا۔ آپ نے تصنیفات میں علم و فضل کے دریا بہا دئے ہیں جو آپ کی حقیقی اور ابدی یادگار ہیں اور جن کی وجہ سے مرحوم کا نام نامی صفحہ روزگار پر ثبت رہے گا۔

قطعات تاریخ انتقال

(۱)

از منشی رشید اللہ خاں خوش نویس مدرسہ عالیہ رام پور

خان نجم الغنی دالہ قدر	ذی شرف باکرم و با شکوہ
عالم و فاضل و دانا و حکیم	صاحب دولت و اہل ثروت
در جہاں بود طیب خاں	در گردہ شرفا ذی عزت
بست و شش ماہ صفر آدینہ	یک بیک کرد چوں حضرت صلوات
گفتش مصرعہ تاریخ رشید	رفت با حوصلہ سوسے جنت

(۲)

از مولوی حاجی محمد فیاض الدین خاں، فیاض رام پوری

مولوی نجم الغنی خاں بزم مؤرخ بے مثال	عالم و فاضل محقق، عاقل و کامل ذکا
رفت در شہر ربیع تا شود صحت حصول	اک مؤرخ شد چو در امراض مسلک مبتلا
روح در راہ برقی قبض شد از جسم زار	از علاج خود واپس شد وطن اہل صفا
روز جمعہ رفت شب ماہ یکم جولائی بود	رفت از دنیا سوسے فردوس از حکم خدا

در مراد شاہ در گاہی لوح تعمیر شد
از فغانش برالم گشتہ عزیز و اقربا
یست جائے دم زدن در کمربہ العالمین
مولوی شمس الغنی خاں صبر کن افد بلا
یافتہ ہفت در رنج و الم فیاض را
گفت شد واصل بحق نجم الغنی و اصفا

نجم الغنی خاں شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ نجی شخص تھا۔ وہ اپنی ضخیم اور وسیع تصنیفات کی بدولت زندہ جاوید ہیں۔ ان کی تصانیفات کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ تاریخ اودھ ۱۲۸۰ھ میں عظیم نجم الغنی خاں نے تاریخ اودھ کے عنوان سے چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا پہلا ادیشن مطبع نیر اعظم مراد آباد و مطبع اہوم مراد آباد سے شائع ہوا۔ اس کتاب کا دوسرا ادیشن پانچ جلدوں میں نو کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔ جنوری ۱۹۱۰ء میں اس کتاب کی پہلی جلد نفیس ایڈیٹی کر اچی نے نہایت اہتمام سے شائع کی ہے۔ راقم الحروف محمد ایوب قادری نے اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ پچھلے دنوں تاریخ اودھ کی تلخیص لکھنؤ سے ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

۲۔ عقود الجواہر فی احوال البواہر ۱ یہ دونوں رسالے بومہوں کے حالات میں ہیں
۳۔ سلک الجواہر فی احوال البواہر ۱ اور مطبع نیر اعظم مراد آباد میں چھپے ہیں۔

۴۔ اخبار الصنادید (دو حصے) یہ دونوں اور ردیل کھنڈ کی مفصل تاریخ ہے۔ اس کا پہلا ادیشن پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا اور دوسرا ادیشن ۱۹۱۵ء میں مطبع نو کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۵۔ کارنامہ راجپوتانہ ۱۔ راجستھان کی تاریخ ہے مطبع روزانہ اخبار بریلی سے شائع ہوئی ہے۔

۶۔ وقائع راجستھان ۱۔ یہ بھی راجپوتانہ کی تاریخ ہے اور مطبع روزنامہ ہمد لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

- ۷۔ تاریخ راجپوتانہ - یہ کتاب مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔
- ۸۔ نیچ الادب - فارسی قواعد، اصول ادب، صنائع برائع اور علم بیان پر مفصل تصنیف ہے۔ ۱۹۱۹ء میں مطبع نوکشتور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔
- ۹۔ رسالہ نجم الغنی - یہ نیچ الادب کا خلاصہ ہے۔ مطبع احمدی رام پور سے شائع ہوا ہے۔
- ۱۰۔ منتہی القواعد عرف قواعد حامدی - اردو زبان میں کتاب لکھی گئی ہے۔
- ۱۱۔ شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع النوسی - یہ فارسی رسالہ منتہی القواعد کے ساتھ چھپا ہے۔
- ۱۲۔ بحر الفصاحت - یہ اپنے موضوع پر اہم اور ضخیم کتاب ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے اردو فاضل کے کورس میں داخل رہی ہے۔ ایک مرتبہ مطبع سرود قیصری رام پور میں اور دوم مرتبہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔
- ۱۳۔ مفتاح البلاغت - یہ بحر الفصاحت کا انتخاب ہے اور مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوا ہے۔
- ۱۴۔ خواص الادویہ - یہ کتاب ادویہ مفردہ کے بیان میں ہے۔ تین جلدوں میں مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔
- ۱۵۔ خزائن الادویہ - یہ کتاب چار جلدوں میں مطبع نوکشتور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔
- ۱۶۔ خزائن الادویہ - یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں میں مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔
- ۱۷۔ قرابادین نجم الغنی - یہ مرکب ادویہ کے بیان میں ضخیم کتاب ہے مطبع نوکشتور لکھنؤ سے دوم مرتبہ چھپ چکی ہے۔
- ۱۸۔ القول المفصل فی شرح الطہر المتخلل - شرح وقایہ کے مسئلہ متخلل کی شرح عربی زبان میں لکھی ہے۔ مذاہب الاسلام کے آخر میں یہ رسالہ مطبع احمدی میں ۱۹۱۹ء میں چھپا ہے۔

- ۱۹۔ مختصر الاصول - یہ کتاب اصول فقہ میں ہے۔ مطبع نیر اعظم مراد آباد سے شائع ہوئی ہے۔
- ۲۰۔ مزیل الغواشی - اصول شاشی کی شرح ہے۔ مطبع نوکشتور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔
- ۲۱۔ تمذیب العقائد - عقائد لسانی کی شرح ہے۔ کئی مرتبہ مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔
- ۲۲۔ تعلیم الایمان - فقہ اکر کی ضخیم شرح ہے۔ مطبع نوکشتور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔
- ۲۳۔ تذکرۃ السلوک - تصوف و سلوک سے متعلق کتاب ہے جس میں مصطلحات صوفیہ کی فہرست باعتبار حروف تہجی شامل ہے۔ آخر میں دو تین فتوے بھی شامل ہیں۔
- ۲۴۔ شرح سراچی - علم فرائض میں نہایت اہم اور مفید کتاب ہے جسے مطبع سرکاری رام پور میں شائع ہوئی ہے۔
- ۲۵۔ معیار الافکار - یہ فارسی زبان کا رسالہ مطبع احمدی رام پور سے شائع ہوا ہے۔
- ۲۶۔ شرح چہل کاف - یہ رسالہ مطبع نیر اعظم مراد آباد سے شائع ہوا ہے۔
- ۲۷۔ مفتاح المطالب - یہ رسالہ قرآن کی آیات سے قال لکھنے کے بیان میں ہے اور شیخ علی الدین ابن عربی کے ایک عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے۔ مطبع سرود قیصری رام پور سے شائع ہو چکا ہے۔
- ۲۸۔ تاریخ ریاست حیدر آباد دکن - حیدر آباد دکن کی مفصل تاریخ ہے۔ مطبع نوکشتور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔
- ۲۹۔ مختصر تاریخ رام پور - اس کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔
- ۳۰۔ تسمیل اللغات - یہ کتاب اردو زبان میں لغات و مصطلحات پر لکھی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں حرف سینک لکھی جا چکی تھی۔ یہ مواد دو جلدوں میں آیا تھا۔ جلد اول ۹۳ صفحات پر اور جلد دوم ۵۴ صفحات پر مشتمل تھی۔ نجم الغنی خاں نے دونوں جلدیں فواب سرمد علی خاں ریس رام پور کو پیش کر دی تھیں۔ صرف دوسری جلد رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔
- ۳۱۔ تاریخ اودے پور - مولوی نجم الغنی خاں سے یہ کتاب خواجہ حسن نظامی نے لے لی تھی۔

غالباً شائع دہر سکی۔

۳۶- دیوان نجی - حکیم نجم الغنی خاں شاعر اردو ذوق رکھتے تھے۔ نوجوانی میں خوب شعر لکھتے تھے۔ ۱۶ سال کی عمر تک جو کچھ لکھا تھا۔ اس کا انتخاب کر کے دیوان نجی کے نام سے ۱۲۰۹ھ میں شائع کیا گیا۔
کوہستان لاہوری رام پور میں داخل کر دیا ہے۔ اس مجموعہ کلام میں غزلیات و مسنوعات قصائد و غیرہ ہیں۔

مذہب الاسلام حکیم نجم الغنی خاں جب عقائد نسفی کی شرح لکھ رہے تھے تو مطالعہ ترتیب مواد کے دوران اسلام کے مختلف مذاہب اور فرقوں کی تحقیق بھی کرتے رہے۔ اس طرح ان کو اس کتاب کی تالیف کا خیال پیدا ہوا وہ خود لکھتے ہیں لیکن

”مسلمانوں کے واسطے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ان کو اپنے دین کے تمام نہیں تو اکثر مذاہب سے واقفیت ہو کہ اپنے اور غیر مذاہب میں امتیاز حاصل رہے۔ اس فن کی جامع اور مفصل کتاب اردو اور فارسی میں تو کچھ تک لکھی ہی نہیں گئی یا لکھی گئی ہے (مجموع تک نہیں پہنچی۔ عربی میں بھی جہاں تک تلاش کی گئی تو فرقہ فتنے اسلام کے حال میں کجانی بیان نہیں ملا۔ مجھ کو علم کلام سے بہت دلچسپی ہے۔ اس فن میں میں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جب عقائد نسفی کی شرح زبان اردو میں لکھنے لگا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ مذاہب کی تحقیق بھی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بڑی جستجو کے بعد ایک اچھا خاصا ذخیرہ فراہم ہو گیا جس کو مرتب کر کے ایک کتاب کی صورت میں کر لیا اور اس کا نام مذاہب الاسلام رکھا۔ اس فن میں ایسی کافی دوانی کتاب کا تیار ہونا محض تائید ایزدی ہے۔“

۱۰ مذاہب الاسلام از حکیم نجم الغنی خاں رام پور (لکھنؤ ۱۹۲۲ء) ص ۵۰

فاضل مؤلف کتاب کی حیثیت اور حقیقت کے متعلق لکھتے ہیں ۲

”میں نے احتیاطاً ہر اہم اور نادر واقعہ کا حوالہ صحیح الوسیع بعید نام و جلد کتاب اس کتاب کے ہر صفحہ پر لکھنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہے جو بحیثیت ناقل میرے ذمہ تھا۔ میرا مقصود اس تحریر سے صرف مذاہب اسلامیہ کے حالات کا لکھنا ہے۔ کسی مسئلہ عقائد کا فیصلہ اور طے کرنا یا ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دینا یا کسی مذہب کو حق اور کسی کو باطل ثابت کرنا یا کسی کی قربی اور کسی کی بُرائی اپنی جانب سے پیدا کرنا مقصود نہیں جیسا کہ میری بے رادہ رعایت تحریر سے ثابت ہو گا۔“

مذاہب الاسلام کے مطالعہ سے مؤلف کی تعمیری محنت اور دقت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کی تالیف کے لیے مواد کی فراہمی میں بڑی کوشش کی ہے اور صحیح الوسیع اصل کاخذ تک ان کی رسائی ہوئی ہے۔ بہت سے فرقے اپنے عقائد کی کتابیں عام مسلمانوں سے چھپا کر رکھتے ہیں مؤلف نے ان کتابوں کے حصوں کی بھی کوشش کی ہے اور اکثر ان کو اس سلسلے میں کامیابی ہوئی ہے۔

حکیم نجم الغنی خاں نے اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد، اختلافات کا آغاز، مذہب اہل سنت کی تعریف و حیثیت، مختلف مذاہب کا شیوع، رد فاضل و خوارج کا آغاز، ان کی تقسیم و تفریق، ان کے علاوہ مختلف فرقوں اور گروہوں کا بیان، نہایت شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب اردو زبان میں ایک نوع کی درخشاں معارف ہے۔ شاید رد فاضل و خوارج کی تاریخ اور مختلف قدیم فرقوں کے بیان میں اس سے زیادہ معلومات کچھ کہیں نہیں مل سکتیں۔ برصغیر پاک و ہند میں جو مختلف مذہبی فرقے مثلاً ہندو، بودھ، جینی، ویشی، ویشی، ویشی،

فرود، فوجی، بوسرے، لٹری، تادیانی اور اہل قرآن وغیرہ دجود میں آئے ہیں۔ ان پر بھی سیر حاصل بحث ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اس صدی کے پہلے عشرے میں شائع ہوا تھا۔ لہذا بعض فرقوں کے ارتقا کی تاریخی صورت کی پوری تصویریں ملتی مثلاً قادیانیوں کی لاہوری شاخ، دکن میں قادیانیوں سے ملتی جلتی تحریک، چن بیشبور صدیق دیندار کی جماعت، اور بلوچستان کے ذکری فرقے کا ذکر نہیں ملتا۔

اسی طرح دہلیوں (اہل حدیث) کے بعض اکابر مثلاً میاں نذیر حسین اور ذاب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کی سرگرمیوں کا ذکر تو ہے مگر مولوی محمد حسین بنالوی (ایڈیٹر اشاعت السنہ) مولوی نثار احمد قسری اور مولوی عبدالوہاب ملتان (اہل جماعت غر بار اہل حدیث) اور اہل قرآن کے سلسلے میں خواجہ احمد دین امرتسری، مولوی اسلم بے راج پوری اور چودھری غلام احمد پریز کے افکار کی صدائے بازگشت اس کتاب میں نہیں ملتی۔

حکیم نجم الغنی خاں نے سرسید احمد خاں کے مذہبی افکار پر وضاحت سے لکھا ہے اور کہیں کہیں مولانا شبلی نعمانی پر تعاقبات بھی کئے ہیں۔

فاضل مؤلف کے ذہن میں بین الاقوامی علمی و فکری تحریکات پورے طور سے اثر انداز نہیں ہوئی تھیں۔ آج ان تحریکات کیونرزم، سوشلزم اور کمیونزم نے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا ہے اور ان فکری تحریکوں نے بھی ایک نوع کے "مذہب" کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس بیسویں صدی کے آغاز سے اب تک پون صدی کی فکری و مذہبی تحریکات کا آدھرا جائزہ لیا جائے۔ حکیم نجم الغنی خاں کی اس کتاب مذاہب الاسلام کا آخری مکمل ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں نوکلشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا بڑی مسرت ہے کہ اب رضا پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے یہ ایڈیشن باہتمام خاص دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

محمد ایوب قادری

۱۴ جولائی ۱۹۵۷ء

مذاہب الاسلام



بسم اللہ الرحمن الرحیم
حمد الہی

<p>خداوند استلیم کون و مکان زمین پر نمایاں گئے بحر و بر دل سنگ سے لعل پیدا کئے پھر آیا محبت میں گرداب کو بھرا موتیوں سے دہان صدف روانہ کیا سیل کو بے قدم کھلائے عمل دلالہ و یاسمین تمنا سے فریاد لبس کو دی بیان مطالب پہ شہید کیا کہ ہمے مذاہب کی تحقیق کی وہ سب جستجو کر کے اک جا لکے کرے شکر پروردگار جہان مناجات میں دل کو گویا کروں</p>	<p>کردن حمد شاہنشاہ دو جہان کئے جلوہ گر جس نے شمس و قمر گہر آب تر سے ہویدا کئے کیا وجد میں جوش زن آب کو دل آیا جو فرط کرم کی طرف دیا موج کو ذوق ہست و عدم دکھائی ہمارے نسیم چمن خوشی کی لذت لب گل کو دی زبانوں کو قدرت سے گویا کیا عطا آئے ہنگو یہ توفیق کی جو اسلام میں فرستے پیدا ہوئے زبان بشر میں یہ قدرت کہاں مناسب ہو عرصہ مناسک و دن</p>
---	---

مناجات بدرگاہ قاضی کاجات

اکہی میں بندہ خطاوار ہوں
نظر نہ کر نہ زشتی کردار پر
وہ دل دے جو شیدا کسی کا نہ ہو
ترا ذکر دن رات کرتا رہے
شرابِ محبت سے پُر جوش ہو
چند صر چشم پنا اٹھائے نظر
مجھے سمجھے دورات حاجت روا
مجھے جانے ہر دم سبج و بصیر
سوا تیرے سمجھے وہ دنیا کو بیچ
رہے بادۂ عشق سے تیرے مست
پس مرگ بھی یاد کرتا رہے
ہر اک سے جدا سب سے بیگانہ ہو
زمانے کے جھگڑے بھلائے رہے
خوشی ہو کہ ہو کا، شش در دو غم
گوارا رہے تنگدستی مجھے
مگر اے خداوندِ عرش بریں
نہوں لغو باتوں سے کان آشنا
تغامت دے نان جوین پر مجھے
تلاشش منعم میں حیران نہ کر
بندہ ترا ہوں تو پروردگار
دم غیر ہر دم بھرون کس لئے

دن رات

نہ ہوں

رو درین میں ہے ہفتقامت مجھے

نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

نعمتی اُلفت سے جس پر مدام
کوئی آنے رتبے میں بڑھ کر نہیں
اگر دیکھ لے شکلِ خیر الامام
لگائے جو خاکِ قدم بے بصر
زبانِ نبی تھی زبانِ خدا
وہ دیکھتے تبلیغِ احکام کی
بظاہر تھے اتنی شیعہ خاص و عام
لغوش و ورق کی ضرورت نہ تھی
بیان کی وہ توحید حق میں دلیل
ہوئے بدعتِ کفر کے گل چراغ
یہی چاہیے ہر کونسا مدام

التاس مؤلف

مسلمانوں کے واسطے اس بات کی بڑی ضرورت ہو کہ انکو اپنے ال کے تمام نہیں تو اکثر مذاہب سے واقفیت ہو کہ انکے اپنے اور غیر مذہب میں امتیاز مال رہے اس فن کی جامع اور مفصل کتاب اردو اور فارسی میں تو آج تک لکھی ہی نہیں گئی یا لکھی گئی ہو تو ہر تک نہیں ہو سکی۔ عربی میں بھی شبانہ تک تلاش کی گئی تو فرقہ سے اسلام کے حال میں یکجائی بیان نہیں ملا۔ مجھ کو علم کلام سے بہت دلچسپی ہے اس فن میں میں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جب عقائدِ نسفی کی شرح زبانِ اردو میں لکھنے لگا تو اُس کے ساتھ ہی ساتھ مذاہب کی تحقیق بھی کرتا رہا ہانسک کہ بڑی جستجو کے بعد ایک اچھا خاصہ ذخیرہ فراہم ہو گیا جسکو مرتب کر کے ایک کتاب کی صورت میں کر لیا



اور اس کا نام مذہب الاسلام رکھا اس فن میں ایسی کافی و وفائی کتاب کا
تیار ہونا محض تائید ایزدی ہے۔ ورنہ یہی کتاب اور اس گلشن ہوشہ ہمار کا سراپا نام
کہاں اگر شائقین تلاش کرینگے تو یہی امید کرتا ہوں کہ وہ اس جامعیت کے ساتھ
مذہب الاسلام کے بیان میں کسی زبان میں کوئی کتاب نہیں پائیں گے۔ میرا بیان
اپنی عقل کے لئے نہیں بلکہ واقعات کا اظہار مقصود ہے۔ معاش کی صعوبت۔ افلاس
کی تکلیف۔ آمدنی کی قلت۔ خرچ کی کثرت۔ اہل دولت کی ناست دروائی و غوث۔
اور ناحق کو شوق کی عداوت اس کام پر بہت نہیں بندھے دینی تھی مگر محض اپنے
شوق سے بزرگان قدر شناس کی تحسین کی امید پر اس سخت کام کو پورا کرنا سختی
و نرعی سردی و گرمی گذرتی ہیں اور گذر جائیگی ایک دن میں شوکا میسری
یا دگار رہ جائے گی اور کبھی نہ کبھی اسی کی بدولت ان بزرگوں کی جنھوں نے
تصنیف و تالیف سے ملکات کی مدد کی ہے معنوی ہم نشینی نصیب ہو جائے گی مذہب کے
بیان میں اس قدر بصیرت کا حاصل ہونا جو کہ متفقین سابقین اور متقدمین مشاہیرین کی
تحقیقات کے مطابق ہے اور ایک بہت بڑے کتب خانے کی جھان بین کرنے کے بعد
حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ وقت مساعدت کرے اور حصول کمال کا شوق بھی ہو علوم
اسلامیہ کی طرف سے اس بے اعتنائی کے زمانے میں غنیمت ہے۔ لیکن نے
احتیاطاً ہر اہم اور نادر واقعہ کا حوالہ حق الوسع بقید نام و جلد کتاب اس کتاب کے
ہر صفحہ پر لکھنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہے جو بحیثیت
مناقل میرے ذمے تھا۔ میرا مقصود اس تحریر سے صرف مذہب اسلام کے حالات کا
لکھنا ہے کسی مسئلہ عقائد کا فیصل اور طے کرنا یا ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دینا
یا کسی مذہب کو حق اور کسی کو باطل ثابت کرنا یا کسی کی خوبی اور کسی کی بُرائی اپنی جانب
سے پیدا کرنا مقصود نہیں جبکہ میری سب سے زور عایت تحریر سے ثابت ہوگا۔

محمد نجم الغنی ابن مولوی محمد عبدالغنی خان ابن مولوی محمد عبداللہ خان ابن مولوی عبدالرحمن خان
ابن مولانا حاجی محمد سعید صاحب رام پوری ماہ جاوی لاہور سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق جون سنہ ۱۳۳۷ھ

ضمیمہ اہل اسلام

ایک روسی سافر زونین نام کو سلسلہ میں بالائے دریا کے جیون کے ایک مقام پر
اسماعیلیہ نزاریہ کے عقائد کا ایک رسالہ ہاتھ لگ گیا تھا یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے
اور بعض مقامات پر اعداد میں مرموز طور پر لکھا ہے اسکو ابشیا ملک سوسائلی بنگال نے
جلد ۸ نمبر سلسلہ میں چھاپا ہے اور اسکا حل بھی انگریزی میں کیا ہے حافظ
احمد علی خان صاحب شوق غلط مرحوم اصغر علی خان صاحب میرے دوست اور تیب
علیہ کے غایت قدردان ہیں اور زام پور کے معزز لوگوں میں سے ہیں انھوں نے
میری اس کتاب کے لئے اسکے مضامین کے حل میں مدد دی۔

پیر نامہ شتمل بر وعا

جناب سرکار پیر صلی اللہ علیہ وسلم صاحب پیر سرکار خداوند عالی اس تمہید کے
تلی اتنے اسما ہیں (۱) پیر برحق محمد مصطفیٰ (۲) پیر برحق حسن (۳) پیر برحق قائم شاہ
(۴) پیر برحق جعفر شاہ (۵) پیر برحق زین العابدین (۶) پیر برحق حمید کوثر
(۷) پیر برحق اندرامام الدین (۸) پیر برحق محمد منصور (۹) پیر برحق غائب الدین
(۱۰) پیر برحق عبدالمجید (۱۱) پیر برحق مستنصر اللہ (۱۲) پیر برحق احمد ہادی
(۱۳) پیر برحق ہاشم شاہ (۱۴) پیر برحق محمد شاہ (۱۵) پیر برحق محمود شاہ
(۱۶) پیر برحق محب الدین شاہ (۱۷) پیر برحق خالق الدین شاہ (۱۸) پیر برحق عبدالمؤمن
(۱۹) پیر برحق اعلام الدین (۲۰) پیر برحق صلح الدین (۲۱) پیر برحق شمال الدین
(۲۲) پیر برحق نصیر الدین احمد (۲۳) پیر برحق شہاب الدین (۲۴) پیر برحق حسن کبیر الدین
(۲۵) پیر برحق تاج الدین (۲۶) پیر برحق فتح اللہ جانشین (۲۷) پیر برحق جید رعلی
(۲۸) پیر برحق علاء الدین محمد (۲۹) پیر برحق فاسم شاہ (۳۰) پیر برحق نصر محمد
(۳۱) پیر برحق آغا بابا ہاشم شاہ (۳۲) پیر برحق محمد زمان (۳۳) پیر برحق آغا غریب

(۳۴) پیر برحق محراب بیگ (۳۵) پیر برحق علی اکبر بیگ (۳۶) پیر برحق علی اصغر بیگ
(۳۷) پیر برحق میرزا محمد باقر کاجب (۳۸) پیر برحق بنی بی سرکار (۳۹) پیر برحق
شاہ حسن علی (۴۰) پیر برحق میرزا حسن علی (۴۱) پیر برحق شاہ قاسم علی
(۴۲) پیر برحق شاہ ابوالحسن علی (۴۳) پیر برحق علی شاہ (۴۴) پیر برحق
شاہ بدین شاہ کہ شاہ خلیل اللہ باشد (۴۵) پیر برحق سید ابوالحسن شاہ
(۴۶) پیر برحق سرکار مطلق سرکار خداوندگار آغائی سلطان محمد شاہ جامع
خاصہ مراد مطلب جمیع مومنان مشرق عالم تا مغرب عالم از زمین عالم تا بسار عالم بخیر
خوشی برآوردہ فرماید بحق جلد نامہ مبارک بحق عزیزان درگاہ کہ از گناہ مآد
نقصان درگذرد بتایمخ شہر مبارک رمضان ۲۳ یوم۔

مظاہرون کا بیان

اس فرقے کے نزدیک امام امر کا منظر ہے اور محبت عقل کل کا منظر اور داعی و ماذون کبر
و ماذون اصغر و مستجاب پس نفس کل کے منظر ہیں و راہل اعتقاد جسم کل کے منظر ہیں۔

ائمہ کی ترتیب

(۱) حق مولانا علی (۲) حق مولانا حسین (۳) حق مولانا زین العابدین
(۴) حق مولانا محمد باقر (۵) حق مولانا جعفر صادق (۶) حق مولانا شاہ
اسماعیل (۷) حق مولانا محمد بن شاہ اسماعیل (۸) حق مولانا شاہ و فی احمد
(۹) حق مولانا شاہ نقی محمد (۱۰) حق مولانا شاہ رضی عہد اللہ (۱۱) حق مولانا
شاہ مہدی ابو محمد (۱۲) حق مولانا شاہ قائم (۱۳) حق مولانا شاہ منصور
(۱۴) حق مولانا شاہ معز (۱۵) حق مولانا شاہ عزیز (۱۶) حق مولانا شاہ
حاکم ابو علی (۱۷) حق مولانا شاہ طاہر علی (۱۸) حق مولانا مستنصر باللہ
(۱۹) حق مولانا شاہ نزار (۲۰) حق مولانا شاہ ہادی (۲۱) حق مولانا شاہ مقتدی

(۲۲) حق مولانا شاہ قاہر (۲۳) حق مولانا علی ذکرہ اسلام (یہ لقب جو حسن خالی الموت کا)
(۲۴) حق مولانا علاء الدین محمد (۲۵) حق مولانا جلال الدین (۲۶) حق مولانا
علاء الدین محمد (۲۷) حق مولانا کریم الدین (۲۸) حق مولانا غمسن الدین
(۲۹) حق مولانا قاسم (۳۰) حق مولانا اسلام (۳۱) حق مولانا محمد (۳۲) حق مولانا
مستنصر باللہ (۳۳) حق مولانا عبد السلام (۳۴) حق مولانا غریب میرزا (۳۵) حق
مولانا نور الدین (۳۶) حق مولانا مراد میرزا (۳۷) حق مولانا ذوالفقار علی (۳۸)
حق مولانا نور الدین علی (۳۹) حق مولانا خلیل اللہ (۴۰) حق مولانا نزار (۴۱)
حق مولانا سید علی (۴۲) حق مولانا حسن علی (۴۳) حق مولانا ابوالحسن علی شاہ
(۴۴) حق مولانا خلیل اللہ (۴۵) حق مولانا شہنشاہ حسن علی (۴۶) حق مولانا
آغا علی شاہ (۴۷) حق مولانا سلطان محمد شاہ۔

امام کی شناخت

امام ایک ایسا آدمی ہے کہ کبھی اسکو خاص صلی علی ذات کذریعہ سے اور کبھی محبت کے توسط
سے جان لیتے ہیں اور اسکی شناخت روزِ شنبہ دین کو جمعہ تک ہوتی ہے۔
روزِ شنبہ دین طول میں دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور
ہفتہ دین دنیا کے سات ہزار سال کے برابر طوالت رکھتا ہے اس ہفتہ
میں سے دین کا روز ایک سے زیادہ نہیں ہوتا اور دوسرے چھ روز دین کی ترتیب
کبھی جانی نہیں اور روز دین کو شنبہ اسلئے کہتے ہیں کہ اسیوں دین کا سورج جو امام کی
ذات ہے ظاہر ہوتا ہے اسی سبب سے کہتے ہیں کہ تمام حکم حکم سے مل جاتے ہیں
لیکن شنبہ کا حکم نہیں ملتا۔ پہنے کے دوسرے چھ دنوں کو جو شنبہ دین کہا جاتا ہے
یہ اسلئے کہ ان میں پیغمبروں کی شیعین امام کا حجاب واقع ہوتی ہیں جس طرح
دنیا کی رات دنیا کے سورج کو چھپا رکھتی ہے اسی حال ان روز دین امام کا ہوتا ہے
کہ وہ فرارِ انبیاء کی وجہ سے مخفی و مستور رہتا ہے۔ لیکن جس طرح خورشید کے

۱۷ کی کتاب مطبوعہ ۱۳۸۰ ہجری قمری سلطان محمد کاخبر از ایشیائے اوسط سے ایک مقدمے کی شکل کے کاغذات سے نقل کیا ہے

پہنچ جانے کے بعد چاند شب **بین** اُسکی قائم مقامی **بین** تاریکی عالم کو روشن کر دیتا ہے
 اسی طرح جب امام **پہاں** ہوتا ہے تو **تخت** اُسکا قائم مقام بنتا ہے جس کے ذریعہ سے
 اہل ترقب امام کے نور کو پہچاننے اور فیض پاتے ہیں۔
 یاد رکھو کہ چھ ہزار سال **بین** **بین** بھی کبھی امام کا ظہور ہو جاتا ہے چونکہ وہ
 معنوی نہیں ہوتا اسلئے حقیقت کی شناخت نہیں ہوتی برخلاف روزِ شعبہ کے
 ہزار سالوں کے کہ چونکہ امام کا ظہور ان میں معنوی ہوتا ہے اسلئے شناخت حقیقی حاصل
 ہو جاتی ہے اور ان چھ ہزار سال **بین** شناخت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور چونکہ خاص خاص بندوں کی پیدائش سے یہ مقصود ہے کہ وہ امام کی شناخت
 حاصل کر لیں پس یہ محال ہے کہ اُنکو امام کی شناخت کے بغیر چھوڑ دیا جائے اگر وہ
 ایسا کرتا تو نوح و ابراہیم کی ذاتِ بجل کے ساتھ مترقب ہو جاتی ہے اسلئے ان ایام **بین**
 کہ بمنزلہ شب کے ہیں امام کے نائب یعنی **تخت** کو جو بمنزلہ چاند کے ہے موجود کر دیتا ہے
 تاکہ ظہور معنوی دائمی بنارہے اور حقیقت الامر بھی یہ ہے کہ جبکہ ظہور معنوی **بین** شناخت
 حاصل نہ کر سکے گا تو ظہورِ شکی خورشید **بین** کہ نور نہیں دیوے کیا حاصل کر سکتا ہے یعنی
 جبکہ **تخت** سے کہ امام کا ظہور معنوی ہے فائدہ نہ اٹھا سکا تو خود امام کی شخصیت کے ظہور
 سے کیا فائدہ پائے گا کیونکہ ایسا شخص بالکل ناقابل ہو گا ایک عزیز نے کیا اچھا کہا ہے۔

ظہور معنوی امروز اگر نادر و سودا ظہور شکی فردا چہرہ سود خواہد کرد

اسی کے مطابق یہ بھی ہے

ظہور معنوی کہ قائم ست دعوت او اور اچھ ہست نہ افزون شود نہ گرد و کم
 یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ شبِ دین کی چھ ہزار سالوں **بین** جسوقت کہ امام ظہورِ شکی
 کرتا ہے تو **تخت** ظہور معنوی نہیں رکھتا جیسا کہ حضرت امیر کے زمانے **بین** سلمان اظہار
 دعوت نہیں کرتا تھا لیکن صرف ایک شخص کے ساتھ کی تھی۔

اس قول سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ آنحضرت کے دعوے **تخت** کے وقت **بین** شبِ دین
 تھی کیونکہ شریعت پیغمبر کے وقت **بین** روزِ دین نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ بھی

معلوم ہوئی کہ سلمان حضرت علی مرتضیٰ کے **تخت** تھے۔
 آگے پھر اس رسالے کے بیان کے مطابق کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ کسی عہد **بین** شکلِ امام
 اور اسکی دعوت دونوں **پہاں** ہوں کیونکہ اس سے مخلوق ہلاکت **بین** پڑ جائے گی اور کبھی
 امام ظہورِ شکی کرتا ہے اور **تخت** کے ظہور معنوی کو دور کر دیتا ہے سبب اسکا یہ ہوتا ہے کہ
 ایسے بندگان قابلِ **تخت** سے فیضیاب ہو سکتے نہیں ہوتے پس امام خود ظہور فرما کر اُنکی
 اصلاح کرتا ہے حکیم نزاری کی کتاب ہے۔

ظہور معنوی در پردہ راز
 اگر سہوے رود رما مبندی

ثابت ہوا کہ بندوں کی سو و غفلت اور گناہکاری کی وجہ سے کہ کبھی امام اپنی
 رحمت کا دروازہ بند کر کے انکو اپنی حالت **بین** مبتلا چھوڑ دیتا ہے۔

یاد رکھو کہ امام کی شناخت چار قسم پر ہے (۱) شناخت اُسکے نور کی کہ اس میں
 حیوان بھی شریک ہیں (۲) شناخت اُسکے اسم کی کہ اس میں اہل تضاد بھی
 شریک ہیں (۳) شناخت اُسکی امامت کی جس میں اہل ترقب بھی شریک ہیں
 (۴) شناخت اُسکی ذات کی پہ **تخت** سے مخصوص ہے۔

اہل مرتب ہمیشہ امام کے جسم کو دو دلیلون سے جان لیتے ہیں **بین** ان میں سے ایک
 نص ہے اور دوسری ولادت۔

اور خاص **تخت** نے اُسکو معجزہ علی اور ولادت کے ذریعہ سے ازل سے جان لیا ہے۔

اور ان چند اوتاروں یا تناخوں میں کہ امام گذر گیا بعض داعیانِ بجن نے اُسکو
 مان لیا اور جسم **بین** غلطی کی کیونکہ اُسکے وجود کے شرائط سے واقف تھے اور بعض
 داعیانِ ناحق نے جو غلطی کی اسکا سبب یہ تھا کہ اُنھوں نے صرف اسی دلالت پر
 لحاظ کیا تھا اور شاہِ نزار کو جو امام مان لیا تھا اسکا سبب بھی ولادت تھی۔

اور ان اوتاروں میں امام نے جو ان دو دلیلون کو برطرف کر دیا تھا اول **تخت** کو
 ظاہر اور معین کیا پھر ان دو دلیلون کو برطرف کر دیا تھا۔

اور صورت شکنی میں بھی اہل ترتیب کی آنکھوں سے چھپ گیا بعد ازاں کے حجت کے اشارے اور دلیل سے اہل ترتیب میں سے کوئی لوگ تحقیقی طور پر امام کے جسم کو جان گئے اور ضعیف لوگ جھوٹی نے حجت کے دلائل کو نہ سنا یا دلائل کے جھٹلنے سے عاجز تھے امام کے جسم کو نہ دریافت کر سکے۔

تعلق امام اور حجت کے درمیان

امام کا فرزند چار قسم پر ہوتا ہے ایک صرف امام کی شکل پر جیسے مست علیؑ دوسرے معنوی طور پر جیسے سلمانؑ تیسرے امام کی شکل اور معنی دونوں پر جیسے امام حسن کہ اُن کو امام مستوی کہتے ہیں چوتھے امام کی شکل اور معنی اور حقیقت یمینوں پر ہوتا ہے جیسے مولانا حسین کہ انکو امام مستقر کہتے ہیں پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ حجت امام کا مندرجہ ذیل معنوی ہے پس ان دونوں میں کہ قاعدہ حجتی اپنے فرزندان جسمانی کو دکھایا ہوگا یہ امام عام تھا نہ خاص امام کے لئے جو شیعہ قاعدہ عامی و خاصی دونوں حاصل تھے اور اب بھی حاصل ہیں قاعدہ عام ایسے آدمیوں کی نسبت واقع ہوتا ہے جو عامی و جاہل ہیں اور قاعدہ خاص ایسے آدمیوں کی نسبت واقع ہوتا ہے جو کہ تعلیمات باطنی کی پیروی کرتے ہیں۔ امام جو قاعدہ حجتی اپنے فرزندان جسمانی کو دکھاتا ہے یہ رجبہ ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ صرف منتخب لوگوں کو جیسا کہ وہ بیان ہوا۔ اصل کتاب میں لفظ امر پر ہیں نے قاعدہ سے بدل دیا ہے۔

ظہور امام

امام کا یمینوں کو نہ ظہور واجب ہے کیونکہ حقیقت میں وہی واجب الوجود ہے اور جس قدر اشیائیں سے غیر ہیں سب ممکن الوجود ہیں اور ممکن الوجود ایسے وجود کو کہتے ہیں جو اپنے سر سے موجود نہ ہو سکے بلکہ بیحد سے مراد یہ ہے کہ خود بخود موجود نہ ہو جائے حالانکہ ممکنات موجود ہیں پس امام کو انکی جنس سے یعنی آدمی کی شکل پر دونوں کو نہ

ظہور ہوگا اگر اسکا ظہور ہوتا تو ان موجود نہ ہونے پس ثابت ہو گیا کہ امام کے لئے دونوں کو نہ ہیں کہ ایک خلقی و جسمانی ہے اور دوسرا امری یعنی روحانی ہے اور یمینوں کو نہ ہیں کہ عالم امری میں ثابت ہوتا ہے ظہور چاہیے امام کی اولاد خلقی و جسمانی امام جسم میں ہمیشہ موافق ہے یعنی بیٹے کو باپ کا جانشین ہونا چاہئے۔

حجت کا حال

حجت ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ اُسکے اور امام کے معنی و ازل سے ایک ہوں اور اُسکا ظہور دنیا میں اہل ترتیب کے لئے ہو یعنی حجت ان لوگوں کو تعلیم دیکر امام کی معرفت سے واقف کر دیتا ہے اسلئے کہ امام تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے سے معزز ہو اور حجت اگرچہ کسی سے تعلیم حاصل کرنے سے بے پروا ہے لیکن تعلیم دینے سے بے پروا نہیں ہے۔ اور داعی اور اُسکے تلے کے یمینوں حدود میں سے کوئی بھی کسی بات سے مستغنی نہیں ہے اور اُسکا مستجاب تعلیم دینے کے لئے مخلص نہیں ہے اور قبول کرنے کے لئے محتاج ہے پس ثابت ہوا کہ حجت تعلیم کے دینے اور ادا کرنے میں اور بعض تعلیم دینے اور قبول کرنے میں اور بعض صرف تعلیم کے قبول کرنے میں محتاج ہیں اگر حجت عالم میں ظہور نہ کرے اور تعلیم نہ دے تو اہل ترتیب نجات اور کمال آخرت سے محروم رہ جائیں اور پیدا نش عالم کا فائدہ باطل ہو جائے۔

اور اس بات پر کہ امام کو بیہ حجت کے نہیں جان سکتے بہت سی عقلی اور نقلی دلائل قائم ہیں۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ ہر موجود کہ جسکا وجود ثابت ہو اسکا کمال بغیر غیر کی تاثیر کے قوت سے فعل میں نہیں آسکتا اگر ایسا ہوتا تو چاہئے تھا کہ تمام اجسام جسکا کمال حرکت ہے جو ان میں موجود ہے بغیر کی تاثیر کے بدون حرکت کر سکتے چنانچہ جس طرح مادی اور جامدی اشیاء بغیر دوسرے کی تاثیر کے حرکت نہیں کر سکتیں اسی طرح موجودات نباتی و حیوانی و جسمانی بھی بغیر مادہ و روح نباتی و روح حیوانی و روح انسانی کے حرکت نہیں کر سکتے اور جبکہ جسم سے کہ مثال ہے اپنی ذات سے حرکت ظہور میں

انہیں آتی تو روح متعلکہ میں بھی کہ مشغول ہے حرکت روحانی کہ ترقی نقصان سے کمال کی طرف اور قابو کی طرف اور ان کو سکھانا ہے بغیر حجت کے فعل میں نہیں آسکتا اور دلیل نقلی یہ ہے کہ خواہ ظاہر شریعت کہ کلام خدا اور رسول کا ہے جو اہل ظاہر کے درمیان مشہور ہے خواہ قول اہل حق کہ ان کی ضد میں کہا ہو جیسے حکیم شانی و محقق رومی و شیخ عطار وغیرہ کے اقوال خواہ قول اہل باطن کہ خداوند نے انکی زبان پر جاری کیا ہے تاہم اپنے قول سے باطل ہوتے ہیں خود اس سے واقف ہونگے اور خود باطن حقیقت سے بہت سی باتیں ہیں جو امام نے اپنے ظہور معنوی میں فرمائی ہیں یا حجت نے کہی ہیں جو ہمیشہ امام کا ظہور معنوی ہے ظاہر شریعت سے قرآن ہے اور جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل اور قرآن کی تاویل اور مشغول یہ سب حجت کے نام ہیں اسلئے کہ تاویل کی حد میں فرشتہ اہل وحدت کو کہتے ہیں اور وہ حجت ہے کوئی اور نہیں اور جان ذکر داعی کا کرتے ہیں پیغمبر مراد ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے وَدَاعَيْنَا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ سِرًا جَانِبًا اور یہ کہ جبریل سے سکھاتا تھا مراد اس سے یہ ہے کہ داعی تھا کہ سلمان اسے تعلیم حاصل کرتا تھا اور پیغمبر کے کئی قول بھی اس پر گواہ ہیں مثلاً اپنے فرمایا ہے لَوْ عَلِمَ ابْنُ مَرْثَا قَلْبَ سَلْمَانَ لَقَدْ كَفَّرَهُ یعنی اگر ابوزر جان لے کہ سلمان کے دل میں کیا جو تو اسکو قتل کر دینا چاہے جب سیدنا سے اس قول کا مطلب دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ اگر سلمان ابوزر سے یہ کہتا کہ میرا تم پر پیغمبر سے بڑھ کر ہے اور مولانا علی عالم کا پسہ کرنے والا ہے تو وہ اس کہنے سے کافر ہو جاتا اور ابوزر سلمان کے قتل کا قصد کرتا۔ دیکھو موسیٰ نے نصرت سے کمال حاصل کیا ہے اور ابتدا میں جب تک خضر سے تعلیم حاصل نہ کر لی اسلئے کام کا بھید نہ معلوم کر سکے۔ بہشت آدم۔ اور کشتی نوح اور عیسیٰ اور مریم اور کوہ طور موسیٰ اور جبریل مصطفیٰ یہ تمام حجت تھے۔ سب اہل ظاہر ان باتوں کو جانتے ہیں مگر ان کی تاویل سے بے خبر ہیں۔

امیر سید علی واعظ اہل ظاہر میں سے ایک شخص ہے اس نے ایک نصیرہ حضرت علی کی

تعارف میں لکھا ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک روز رسول بیٹھے تھے اور ان کے پاس جبریل بھی بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے جبریل ان کی تعلیم کو کھڑے ہو گئے حضرت محمد نے کہا کہ ہمارے گھر کے ایک لڑکے کی اتنی تعلیم کیوں کی جبریل نے جواب دیا کہ ابتدا میں یہ لڑکا میرا معلم تھا رسول نے دریافت کیا کہ تمہاری ابتدائی پیدائش کو کتنا عرصہ گزرا اس نے جواب دیا۔

اگرچہ سن عدد سال خود نے دائم	اولے شمارہ دائم کہ بہت عرش آرا
شمارہ ایست کہ ہر سی ہزار سال یکے	طلوع سے بکند از عرش اعظم املا
زبان زمان کہ شدم سن ز قدر شش موجود	ہمین شمارہ نمودست سی ہزار بار مرا

دیکھو جبریل کو باقی فرشتوں کی طرح ایک پرند کی صورت پر تاتے ہیں لیکن اس دن مرد کی شکل پر رسول پر ظاہر ہوئے تھے اور حضرت مصطفیٰ کے پاس مرد کی شکل میں بیٹھے تھے حال آنکہ امام جو اصل ہے اور جبریل کہ امام کے بعد ہیں اور مصطفیٰ کہ جبریل کے بعد ہیں تینوں مرد ہیں اور ان کے معنی بھی آخر میں کہ مصطفیٰ دعوت حجت کو پہونچے ایک ہو گئے یہی مصطفیٰ جو اہل ترقب میں سب سے قوی ہیں ان کے ساتھ ایک ہو گئے تو باقی حدود بھی جو مصطفیٰ کے تھے ہیں جب اس معرفت کو پہونچ جاتے ہیں تو ایک ہو جاتے ہیں اسی قبیل سے وہ حکایت بھی ہے جو اہل ظاہر میں مشہور ہے کہ کھانشہ نے کسی نے پوچھا کہ یہ بات صحیح ہے کہ پیغمبر کہتے ہیں کہ میں آسمان پر گیا تھا اور وہ حالات دیکھے تھے کھانشہ نے جواب دیا کہ میں نے بھی دیکھا کہ وہ مکان سے باہر نکلے اور اتنی جلد واپس آئے کہ چلتے ہیں جو ان کے دامن کا

مٹکا گرفت آب کو لگ کر پانی زمین پر بہنے لگا تھا وہ ہنوز جاری تھا اور یہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے کہ جبریل میرے پاس آئے اور خدا کے پاس سے یہ پیغام لائے میں صحت اس قدر جانتی ہوں کہ سلمان پرہیز پاؤں کے پاس آئے اور چپکے سے کچھ کہہ کر چلے جاتے اور اسلئے جانے کے بعد وہ یہ کہنے لگتے کہ جبریل آئے تھے اور یہ یہ پیغام انکی لائے تھے الغرض تمام اہل ظاہر کی باتیں اس امر پر دلیل ہیں کہ جبریل سلمان سے ہے لیکن ان

بیچاروں کو اسکا بھید معلوم نہیں کیا اور اہل حقیقت کی سراسر باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں
 امام فرماتا ہے کہ سلمان بنی و انصار یعنی سلمان مجھ سے اور زید بن سلمان سے ہوں
 اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ میں اپنے دوستوں کے پاس ہوں جس کی بھی شے
 طلب کریں خواہ پہاڑ میں خواہ میدان میں خواہ جنگل میں اور ایسا آدمی جیسے میں
 اپنی ذات یعنی معرفت کو ظاہر کر دیا ہو وہ نزدیکی مکان کا محتاج نہیں بلکہ یہی تہمت
 بزرگ ہو اور ایک اور جگہ فرماتا ہے میرا حکم مان تا کہ تو میری طرح مثل سلمان کے ہو جائے
 خواجہ قاسم ششتری کہتا ہے۔

ابشنا ختم بحمد ابام زائدہ را آن بے نظیر نام خدا سے بگا در

اس شعر میں آن مرد سے مراد حجت ہے اور بے نظیر نام امام سے مقصود بھی حجت ہے
 اس لئے کہ حقیقی اور اصلی نام امام کا جس سے اسکو جانتے ہیں حجت ہے نہ یہ اسمائے
 مجازی جو اس فرقے کے انشا پر دوزوں کے شعروں اور شروں میں مستعمل ہیں جو
 کہتے ہیں کہ امام کی رحمت اور معرفت کا دروازہ حجت ہے اس میں امام کے جسم و اہم
 کے معنی مستور ہیں جو کوئی دروازے سے آتا ہے مکان میں پہنچ جاتا ہے اور جو نہیں
 آتا تو نہیں پہنچ سکتا۔

امام اور حجت دوزوں کے معنی اور ذات ایک سمجھنی چاہیے اگر ایک نہوں تو دوسری
 تو ایسی صورت میں ایک خدا ہو گا دوسرا خلق اور خلق سے خدا کو جان نہیں
 اور فرق اس فرقے اور باقی فرقہ سے نظریہ میں اسی مقام کے اعتبار سے ہے
 اور قول اہل ظاہر کا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے باوجودیکہ اصل امر
 کی ان کو خبر نہیں کسی نے کہا ہے۔

مردان خدا خدا بنا شدند لیکن زحمت اجداد بنا شدند

سوال امام اور حجت معنی میں ایک ہیں لیکن جسم میں ایک نہیں اسکی کیا وجہ ہے۔
 جواب اگر انکا جسم علیحدہ علیحدہ نہوتا اور یہ دو شخص نہوتے جن میں سے ایک
 دوسرے کو دعوت کرتا ہے تو عوام کو شک پیدا ہوتا اور جب وہ دعوت اپنی طرف

کرنا تو اسے صاحب غرض جانتے اور ظاہر میں جب کہ دعوت دوسرے کو کرتا ہے
 تو بے غرض جانتے ہیں اور اس سے غافل ہیں کہ حقیقت میں دوزوں ایک ہیں
 اور جو کہ ابھی عالم کفر میں ہیں پس اگر دوزوں دین و دعوت میں ایک نہوتے
 تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ دین اور حقیقت بھی دوزوں اور داخل کثرت ہو جائیں
 اور جب دین کثرت میں داخل ہوا تو دوزوں یا اکھتر سب برابر ہیں
 دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حجت اور امام شخصیت میں دو نہوتے کہ جن میں سے ایک
 یتیموں کو نڈی نظر کرے۔ اور دوسرا حقیقت شریعت (دین) کی حفاظت کرے تو اہل
 ترقب کو جو راہ حق کے طالب ہیں انکی دعوت میں شک پیدا ہو جائے گا۔
 ان دلائل عقلی و نقلی سے یہ ثابت ہو چکا کہ شب دین کی ان چھ ہزار سالوں میں
 بے حجت کے امام کو نہیں پہچان سکتے۔

معجزہ

معجزہ دو قسم پر ہے ایک فعل و قدرت دوسرے علم و حجت پھر ان میں سے ہر ایک کے مشابہ
 و مثل ہوتا ہے مثل سے مراد یہ کہ بظاہر معجزے کی طرح ہوتا ہو لیکن حقیقت میں
 معجزہ نہیں ہوتا۔

معجزہ فعل و قدرت یہ ہے کہ جسم سے واقع ہو اور معجزہ علم و حجت یہ ہے کہ روح
 سے واقع ہو۔ تمام موجودات میں فعل و قدرت جسم سے واقع ہوتی ہے اور تمام
 موجودات جسمیت میں اس کے شریک ہیں اور قدرت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی
 کہ کوئی آدمی تمام عالم پر مسلط ہو جائے اور تمام عالم کو بر باد کر دے اسی طرح مشیر اور
 سائب بھی انسانوں کو ہلاک کرتے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ انسان سے
 بہتر ہیں اسی طرح جو کچھ حیوان سے ظہور میں آتا ہے یا آگ یا پانی ہوا خاک
 جمادات وغیرہ میں سے بھی کوئی فرد اس عالم کی جسمی اور فعلی اپنی محفی عجیب
 و غریب ایسی خاصیت نہیں رکھتی جس میں اس کے ساتھ دوسرا شریک نہ ہو اور

معجزہ فعلی کے ساتھ شہادت رکھنے والے جادو اور شعبہ اور کلمات مثل اور حکام
نجوم و قمر وغیرہ ہیں جن میں عالم خلقت کی معنی باتوں کی خبر دی جاتی ہے پس
ثابت ہوا کہ ایسا معجزہ جسکا کوئی شریک و مماثل نہ ہو جو حجت کا علم حقیقی ہے جو باطل کے
مثالے اور حق یعنی امام کے ثابت کر کے متعلق ہوتا ہے جسکا کوئی عاقل اور منصف
انکار نہیں کر سکتا پس ایسا معجزہ جسپر کوئی قدرت نہیں پا سکتا یہی خاص اسکا
معجزہ ہے۔ پھر اس بات پر کہ حجت کا علم کلمہ الحق ہے اور معجزہ بھی اسکا وہی ہے
نہ فعل جسمانی یعنی وہ معاملات جو جسمانی قوت سے ظاہر ہیں و لا کل علم ظاہر و باطن
سے بہت سے ہیں۔ علم ظاہر سے مراد شریعت ہے جو عام طور پر مروج ہو اور علم باطن
سے حقیقت مراد ہے جو خاص قاعدہ ہے۔

دلیل ظاہر شریعت کے قبیل سے یہ آیت ہو ما علی الرسول الا البلاغ مطلب
اسکا یہ ہو کہ جبریل سے اسکی تعلیم کہ وحدت خداوند حق کے ثبوت پر جو طلب کرنی
چاہیے اور غیرتے ایک جگہ فرمایا ہے کہ علا لہائے شرعی کے نبھانے والے پر تمام
چیزیں حرام ہیں اور حرام ہائے شرعی کے جاننے والے پر شراب وغیرہ سب کچھ حلال
ہے لیکن پہچاننے والا صرف ایک شخص ہے یا وہ شخص پہچاننا ہے جو معنی میں اس سے
مشہد ہے اور باطن حقیقت سے محبتوں اور داعیوں کی باتیں ہیں چنانچہ رئیس
اجل فرماتا ہے

شراب را کہ بدنہا خوری ہمارے | ہزاروں مرتبہ اور اشہر شراب طہور
جو کوئی شراب مروج کے حکم سے پیتا ہے اور دوسروں کو پلاتا ہے حلال ہو جاتی ہے
اسپر کیونکر حرام ہوگی حکیم نزاری کا قول ہے۔

تو امام وقت خود انشاء حتی بہ تحقیق | یقین بدانکہ بر تو زرو مال حرام ست
پس جبکہ اسکے افعال و کلمات میں سکتے تو اسکو بے معجزہ و نشان کے نہیں جان سکتے
پس قول کے بعد کس چیز کو دلیل بنا سکیں اس مضمون میں کئی جگہ بیان ہو چکا کہ
کہ محقق یعنی کلمہ الحق کو معجزہ علیہ سے جان سکتے ہیں اور بعض مقاموں پر واضح ہے

محقق یعنی اس کلمہ الحق کا جو امام زمان ہے قول حق سے کہ حجت ہے سننا
ہا ہے پھر اسکے حجت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس قول و کلمہ کے سننے سے غرض
ہوئی ہے کہ اسکے معنی کو سمجھا جائے جو باطل کی نفی اور امام کا ثابت کرنا جو چنانچہ
شریعت حق میں لا الہ الا اللہ کو حق شریعت سے جو مصطفیٰ ہیں سننا چاہیے اور معنی
ان دو لفظ شہادت کے کہ ایک شریعت میں ہے اور ایک حقیقت میں باطل کی نفی
اور حق کا ثابت کرنا ہے پس جو کوئی اس عالم میں باطل کی نفی اور حق یعنی امام کا
اثبات حجت و دلیل کے ساتھ نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں کہلاتا صرف یہ الفاظ زبان
سے ادا کر دینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے حکم حقیقت کا ہے البتہ شریعت
حق ایسے شخص کو جو اقرار زبانی کر لے مسلمان کہے ہیں لیکن ہر وقت کلمہ الحق کو
دلیل نہیں بنا سکتے صرف ایک بار ایسا ہوتا ہے۔ اس تمام بحث سے معجزہ اور
امان کہ کلمہ الحق ہے ثابت ہو گیا۔

پیغمبر و امام اور حاکم شریعت میں تفریق

دوسرے کے شروع میں کہ تمام احکام ہزار سالہ ان دنوں میں شخص ہوتے ہیں
حجت کے بعد تین آدمیوں سے زیادہ نہیں ہوتے جو اس دورے میں ہوتے ہیں ایک
پیغمبر دوسرا امام تیسرا حاکم شریعت ان میں سے پیغمبر کا ظہور دونوں کو ان میں ہوتا
ہے کہ اسکو حجت ہونے کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا اور امام تینوں کو ان میں ظہور
ہوتا اور حاکم شریعت میں ظہور رکھتا ہے پس اگر حجت شریعت کا کام
کرتے لگے تو اسکے متبع و دعوت حقیقت میں شک میں پڑ جائیں اور اگر مثل حاکم
شریعت کے شریعت میں بھی ظہور کرے تو گناہگار بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جائے
چنانچہ دورہ محمدی کے شروع میں کہ ہم اس میں داخل ہیں حجت مسلمان تھے
شریعت کا پابند تھے قصداً اور سب کے سامنے نامشروع کام کرتے تھے اسی سے
کہ تمام ضد انہر لعن و لعن کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام احکام کی

باندی کرتے تھے اور حضرت پیغمبر کے بعد خود تو ایڈیو کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن مسلمان کو بیعت نہ کرنے دی۔

چنانچہ جب حضرت امیر کا گریبان پکڑ کر کشان کشان بیعت کے واسطے لئے جارہے تھے تو صندوق میں سے ایک شخص وہاں پہنچا اور مسلمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جس شخص کی تم اتنی بڑائی کرتے تھے اسکو اس ذلت سے لئے جارہے ہیں مسلمان نے جواب دیا کہ اس میں اتنی قدرت ہے کہ چاہے تو زمین آسمان کے نظام کو درہم برہم کر دے۔ علی نے مسلمان کی طرف گھر کے دیکھا اور کہا جو کچھ منہ میں آتا ہو کہہ دیتا ہوں اور جب مسلمان کو فائدہ سیدوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے پکڑ کر لئے چلے تو علی نے چھوڑا دیا اور بیعت کو نہ جانے دیا۔ اور مجید اسکا کہ خود تو بیعت کر لی اور مسلمان کو نہ کرنے دی یہ تھا کہ مصطفیٰ کے وقت میں ان کی شریعت پر حکم نہیں ہو پئی تھی اسلئے جاہا کہ پوچھ جائے جب خود تمام کرنے والا ابوبکر وغیرہ کی متابعت نہ کرتا اہل تضاد بھی اس کام میں متابعت نہ کرتے پس شریعت مصطفیٰ تمام نہ ہوتی یہ ضروری ہے کہ اہل تضاد کا بھی وجود ہونا چاہیے کیونکہ اگر یہ باطل ہونے کی وجہ سے ہوتے تو انکا حال نہ کھلتا اور اہل ترتب کی رونق کا مدار باقی نہ رہتا اور اہل ترتب معرفت طلب میں مشغول ہوتے اور جب اہل تضاد کا ہونا ضروری ہوا تو شریعت کا ہونا بھی لازم آیا کیونکہ اگر شریعت ان کے ظلم و فساد کو نہ روکتی تو یہ کسی کو زندہ بچھوڑنے اور عالم ویران ہو جاتا اور اہل ترتب کے ہونے سے اس میں کوئی فائدہ نہ رہتا پس ثابت ہوا کہ شریعت بھی اصلاح کا سبب ہو پس امام کا کون شریعت میں بھی ظہور ضرور چاہیے چنانچہ اہل مالک و رضوان جو دوزخ و بہشت کے مشول ہیں ان کو وجود ذاتی حاصل نہیں ہے چنانچہ غلطی ہے بلکہ انکا قیام امام کے ساتھ ہے پس جس طرح رضوان جنت ہوا اور رحمت کا سبب ہے اس کے حکم سے ہے اسی طرح مالک بھی کہ دوزخ ہوا اور عذاب کا سبب ہے

اس کے فرمان سے ہے جس طرح رضوان کو صرف ادعا کے نیکی سے نیکو کا شرف بنا رکھا ہے وہ کیا ہے صرف آدمیوں کی نیکی ہے جسے رضوان سے تعبیر کرتے ہیں رضوان کوئی مستقل مخلوق نہ وجود نہیں اسی طرح مالک کو بھی ادعا کے بدی سے بدوں کا شرف بنا رکھا ہے جو حقیقت میں آدمیوں کی بدی ہے بہشت نیکوں سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوزخ بدوں سے بری معلوم ہوتی ہے۔ ہر وقت میں دو شخص ہوتے ہیں ایک بہشت دوسرا دوزخ۔ بہشت اہل بہشت کے لئے اور دوزخ اہل دوزخ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ امر خاص بہشت کے لئے فرمایا ہے اور امر عام دوزخ کے لئے اور آپ دونوں کے مذہب پر عمل کرتا ہے تاکہ دونوں کے لئے وجود ثابت ہو اور ان دونوں میں سے کسی کے لئے یہ حکم نہیں ہوا ہے کہ دوسرے کی متابعت کرے تاکہ اُسکے متبع شک میں نہ پڑ جائیں اور اپنا مذہب نہ چھوڑ بیٹھیں اور عالم ظاہر و باطن کو بے رونق نہ کر دیں پس ثابت ہوا کہ حجت کے لئے واجب ہے کہ شریعت کو ترک کر دے۔

اہل ترتب

اہل ترتب دو طور پر ہیں ایک قوی اور دوسرے ضعیف قوی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو حجت کی معرفت رکھتے ہوں اور سبجا ہوں کو حجت کی طرف دعوت کریں ان کی پہچان یہ ہے کہ سب نے حجت کی دعوت کو قبول کر لیا ہو اور پھر اسکو ضعیفوں کو پہنچا دیں اور احکام شریعت کے موافق زندگی بسر کریں۔ ضعیف وہ لوگ ہیں کہ دعوت و تعلیم و بیان کو بخوبی تسلیم کر لیا ہو اور احکام عقلی کے بموجب شریعت کی زندگی بسر کریں داعی اور ماذون اور معلم اور ماذونان اصغر یہ تمام قوی اہل ترتب میں شمار پاتے ہیں اور ضعیفوں میں سبجا ہوں کا شمار ہے۔

قوی ہو یا ضعیف ادا سے اثبات امامت میں جب تک حجت کے درجے کو نہیں پہنچتا پہنچنا صاحب تائید ہوگا اور اسکی گردن سے ایسے احکام خلقی شریعت جیسے خراب پینا سورکا گوشت کھانا وغیرہ ساقط ہونگے۔ البتہ ایسے احکام خلقی شریعت جیسے کلمہ

کہہ ہوں سنا۔

شہادت کا اقرار اور طہارت و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جہاد اس وقت ساقط ہوتے ہیں کہ تاویل کے ساتھ کام کرے لیکن وہ بھی جبکہ تفسیر کا موقع نہ ہو اور تفسیر کے موقع پر ساقط نہیں ہوتے

نذرانہ

چونکہ مذہب اس فرقے کا دین حقیقی لانا علی اور علی کی جنت کا نذرانہ اُن کے نزدیک متبع کے پاس کی تمام چیزیں ہیں نہ صرف دسواں حصہ کہ وہ شریعت کے نذرانے سے زیادہ نہیں اور شریعت اس دسویں حصے کے بھی قابل نہیں پس بل ترشہ میں سے اس زمانہ شب میں وہ شخص حقیقت کو رکھے گا جو تمام چیزیں اس کی راہ میں دیدے گا اگر ایک جو برابر بھی اپنے لئے رکھ لے گا تو حقیقت کو نہ پائے گا یعنی جنت کی رضا مندی اور علم و معرفت اسے حاصل نہ ہوگا اور جو شخص علم و معرفت نہ حاصل کرے گا نجات نہ پائے گا پس اگر ایک ذرہ برابر چیز بھی قیمت حقیقت سے کم ہے کہ جنت ہے روک لے گا حقیقت کو نہیں پاسکتا اور جب حقیقت سے گر گیا تو سب سے گر جائیگا اسلئے کہ سب کچھ وہی ہے اور جو کچھ بغیر اُس کے ہے بیچ ہے اور اگر تمام چیزیں اُس کو دے ڈالے اور خود کچھ بھی پاس نہ کرے تب بھی دونوں عالم پر حاکم و بادشاہ ہوگا۔

اہل تضاد

یہ دو قسم پر ہیں ایک کافر دوسرے منافق کافر سے منافق بدتر ہے اس لئے کہ کافر ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو حاضر و غائب میں یکساں ہو اور منافق وہ ہے کہ اس گروہ کے معلم کے سامنے تو تعلیم کو قبول کرے اور غائبانہ انکار کرنے لگے تاکہ اُس اقرار کی وجہ سے جو معلم کے سامنے کر چکا ہے اُسکے مکر سے غافل رہیں اور اس سبب سے جو کچھ اُسکے ہاتھ سے ہو سکے دشمنی اور عداوت میں کمی نہ کرے اور جو شخص ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ اُسکے دل میں ہوتا ہے مخفی نہیں رکھتا اُس سے لوگ امن میں رہتے ہیں کیا اچھا کہا ہے۔

بسیار بود سگ موافق	بہتر نہ بود برادر منافق
یا کافر مت باش یا مؤمن پاک	کافر باشی بہ کہ منافق باشی

ضمیمہ دوم متعلق فرقہ شیعہ علی لہی

عرصہ دراز ہوا کہ خٹک لوگوں پر غلبہ سے ایک ایرانی قوم نے حملہ کیا جو کجکان یا کجکانی کہلاتی تھی۔ کجکانی لوگ اسی ملک میں رہ گئے۔ اُس وقت اُن کا مذہب شیعہ مسلمانوں کا ایک فرقہ تھا جو علی علیہ السلام کی تعظیم کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اُن کی انوکھی مذہبی مراسم کے متعلق عجیب عجیب تفسیر بیان کیے جاتے ہیں۔ اُن کے یہاں رسم حق کہ ایک چراغ جلا یا جاتا تھا اور مرد اور عورتیں سب ہلا مٹاڑت و ہلا جاب اس میں شریک ہوتے تھے۔ اور مراسم کی ادائیگی کے دوران میں ایک مقررہ حد تک پونچھ کر مذہبی بزرگ جو ان مراسم کی ادائیگی کا مصدر ہوتا روشنی کو گل کر دیتا اور تمام مجلس شراکت داری اور خوب اخلاق افعال میں مشغول ہو جاتی تھی۔ اس عجیب رسم کے باعث ایرانی اُن کو چراغ کش کہتے تھے اور بھجان دگ اُن کو اور فرکتے تھے جس کے معنی آگ کو بجھانے والے کے ہیں۔ اس علاقے میں اُن کا بڑا سردار امیر لوبان تھا لیکن اُس کے متعلق سوائے اُس کے نام کے ہمیں کوئی تاریخی معلومات نہیں ہیں۔ اُتھافون کی روایات کے بموجب یہ لوگ اس علاقے سے تریب پانچویں برس گذرے منتشر ہو گئے کیونکہ ان کے علاقہ میں ایک ذبردست قحط تین چار سال تک مسلسل پڑا۔

منقول از کتاب سیرت اہل افغانستان
اقوام افغانستان (مؤلفہ سرتین بجر)
ایچ ڈبلیو بیلو۔

ہوتی ہے اور غریب احادیث صحیحہ کے اقسام سے ہے اور صحیح حدیث قابلِ محبت ہے ہر مسلمان کو پھر
سن لیں۔ اور تمام طریقوں میں تفریق نہیں ہونی چاہیے نہ ہتھ پیر اگرچہ یہودی نے ایک
حدیث ابن ماجہ کی جو اس سے مروی ہے اس مضمون کی بھی نقل کی ہے کہ نبی اسرائیل کے اکثر
فرقے ہو گئے اور میری امت بہتر فرقے ہو جائے گی سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ اور یہ
جامعت ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کا اعتبار ان
بت سے روایات کے مقابل نہیں ہو سکتا بلکہ یہودی نے بھی ابن ماجہ کی حدیث شریف بن مالک
سے امت محمدی کے بہتر فرقے ہونے کے باب میں نقل کی ہے سو یہی صحیح روایت ہے اور
یہی وہ ہے کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ درباب افتراق امت برہنہ دو دو فرقہ چہرے
ثابت نہ شدہ مطلب یہ ہے کہ تفریق امت تشریف توں پر ثابت ہوا ہے نہ ہتھ پیر اور اگر یہ ثابت
کیا جائے کہ ضعف سفر السعادت کی مروی ہے کہ افتراق امت کے باب میں مطلقاً کوئی حدیث
صحیح نہیں ہوئی اور جو کچھ اس معاملے میں آیا ہے وہ سب موضوع ہے تو یہ قول ان کا کچھ بستر ہو سکتا ہے
جبکہ اتنے بہت افتراق امت کی روایت صحیح تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے طریقوں سے
مروی بھی ہے شاید مولوی شبلی صاحب نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے قول کو پسند کیا ہے
اڑا ہے مگر صاحب سفر السعادت کو یہ کہتے ہیں کہ امت محمدی کا بہتر فرقہ ہر جگہ اس حدیث سے
ثابت نہیں مولوی صاحب نے ایک بڑا کر تشریف اپنی رائے سے کیا ہے۔

ابن ماجہ
ابن کثیر
ابن کثیر

یہود و نصاریٰ کے فرقے

یہود کے اشرار اور فرقے عنانیہ۔ عیسویہ اور یوزو عنانیہ۔ انصاریوں کے
موشکا فیمہ و سامریہ ہیں اور فرقے بڑے ہیں ان میں سے اکثر فرقے تلے جن میں سے
بعض بہت پرست ہیں اور بعض آفتاب و مہتاب و نجوم پرست اور بعض اوتان پرست کہتے ہیں
بہت کٹر وشن کہتے ہیں امتحان کلاس لفظ میں صاف ہے مہربان طہ داخل ہیں جیسے بہت شجر
وغیرہ۔ سا لویکا میں ایک اور عجیب فرقہ یہودی کا رہتا ہے جسے ماسکھو کہتے ہیں اس کا عقائد
جسٹس سچیت یہودی پر ہے جس کی نسبت بیان کیا ہے کہ وہ پھر اپنے پھر یہودی کے ساتھ

انے کا مگر علاوہ اس کے ان لوگوں میں اور بہت سے مختلف عقائد ہیں جس کے لحاظ سے یہ تین
فرقوں میں منقسم ہو رہے ہیں وہ دل سے یہودی ہیں مگر یہودیوں کے بڑے گروہ اور مسلمانوں کے
ساتھ آباد رہنے سے ذلیل ہو رہے ہیں اور وہ اپنے آپس ہی میں بیاہ شادی کرتے ہیں اور قصبے
میں ایک خاص مقام پر ایک جا آباد ہیں یا یہ کہ ان کا ایک محلہ ہی علاوہ سب اس فرقے کے کچھ لوگ
روسی علماء میں رہتے ہیں سا لویکا میں عموماً وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر یہودی وہ یہودی ہیں اور یہ
فرقے نصاریٰ کے تین ہیں ملک کانیمہ۔ نسطوریہ اور یعقوبیہ باقی فرقے انصاریوں کے تھے جن
شہرستانی نے ان سب فرقوں کا ذکر مل و خل میں کیا ہے ان کے احوال کی حکایت سے ہر کچھ غرض نہیں ہے
مگر اس ضمن میں ان کا کیا مناسبت ہے کہ یورپ کے عیسائیوں میں تین مذہب خاص کر سب سے بڑے
تصور کیے جاتے ہیں ایک گروٹسٹن لکٹھولکٹ یعنی رومی کلیسا جن کے نزدیک دین کا سب سے بڑا
امام اور حضرت عیسیٰ کے خاص خاص حواری پطرس کا خلیفہ ہے تصور کیا جاتا ہے جو اٹلی کے
قدیم شہر روم (بواؤمبول) میں رہتا ہے تعداد کے لحاظ سے عیسائیوں میں رومی کلیسا کے لوگ
زیادہ ہیں مگر اس مذہب والوں کی سلطنتوں میں پہلے سے کمی اور ضعف آگیا ہے بہت ایک
سلطنت فرانس کی ان میں بہت زبردست باقی ہے اور مذہب گریک چرچ یعنی یونانی
کلیسا ہے اس فرقے کے سب عیسائی زاروس کو کچھ کا خلیفہ واپنا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں
اور اس کے کل احکام دینی و دنیوی واجب التعمیل جانتے ہیں اور جو عیسائی ان احکام کی تعمیل
سے اعراض و انکار کرے اسے اپنی جماعت سے خارج اور بے وزن تصور کرتے ہیں انیسار یا مذہب
پروٹسٹنٹ ہے اس فرقے والوں کا زور آج کل زیادہ ہے اور چھوٹی بڑی کئی
سلطنتیں رکھتے ہیں انگلستان و جرمن دو سلطنتیں ان میں بہت زبردست ہیں اس مذہب میں
امت سے فرقہ خلخ و دشاخ مثل گوٹھرفن۔ کینلوٹسٹ۔ بریقاٹنڈ چرچ
پریٹس یا بی ٹرنٹن اور چرچ آف انگلینڈ وغیرہ وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔
گلاسگو خارج سکاٹ لینڈ میں کارلائل کے رہنے سے عیسائیوں کا ایک فرقہ یونیٹریئن
(مؤتد) نامی پیدا ہو گیا ہے جو مسلمانوں کی طرح خدا کے وحدہ لا شریک پر اعتقاد رکھتا ہے
اور حضرت عیسیٰ کو صرف اسکا پیر مانتا ہے لوگ انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں مگر

مل و خل

آپ نے لکھا

اسلام سے ان کو نفرت بدستور چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے کہ اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ ان کے پاس صرف تعصب حیسانی و متنفون کی کتابیں ہیں۔

فرقہ ناجی و ناری

احادیث افزائی امت میں اشکال ہے دو طرح ہیں ایک یہ کہ ان میں اکثر اشخاص امت محمدی پر حکم ہلاک اور ناری ہونے کا کیا ہے حالانکہ اوپر مذکور ہیں کہ اسے کہ امت مرحوم ہے اور جنت میں سب سے زیادہ ہی امت ہوگی ہائیک کہ وہ ان دولت اس امت کے لوگ ہونگے اور ایک ملت میں باقی امتیں اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ مراد اس جگہ امت سے امت دعوت ہے نہ امت اجابت اور مراد امت اجابت سے وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم پر ایمان لائے ہیں بحال الدین دعائی شرح عقائد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلافت مراد امت اجابت ہے نہ امت دعوت اس لیے کہ اکثر جہت میں اس جہت پر ایمان ہوا ہے تو اس کلام سے مراد اہل بیت علیہم السلام انھی داعی حدیث مذکور میں امت دعوت تو مراد نہ امت نہیں کہ مراد یہ حدیث خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امت کی تفریق کے بیان میں وارد ہوئی ہے چنانچہ اس میں لفظ امتی ہے۔ امت حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام اس میں داخل کر کے نہیں فرمایا ہے ان کے واسطے اور حدیث ہے کہ نہ قال جعل اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علیہ السلام و سبعین فرقة و سبعین فرقة و سبعین فرقة امتی من ہدی ثلثہ و سبعون فرقة اگر سب فرقے امت محمدی علیہ وسلم کے مع اصناف کفار شمار کرینگے تو تنفر فرقے کو نہ کہ ہر فرقہ پس اگر ہر کفار بھی امت دعوت میں لیکن بیان مراد امت سے امت اجابت سے منہوی نے اسلام قبول کیا تھا اسی وجہ سے امتی کہہ کر اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے و اشکال بابت تعین فرقہ جبکہ ہر فرقہ کو یہ گمان ہے میں ناجی ہوں اور غیر میرا ناری ہے اس پر ہر کسی نے اپنی اپنی دلیلیں لگی ہیں جو کلموں کے جانے سے بھی زیادہ کمزور ہیں فرقہ ناجیہ وہی فرقہ ہے جو مصداق اس لفظ کا ہے ما انا علیہ و احصائی فی لفظ اسی شخص پر صادق آتا ہے جس کے عقیدے و عمل میں کوئی بدعت ظاہر و معنی نہیں ہے بلکہ سارے عقائد و اعمال اس کے مطابق سنت مطہرہ و سیرت صحابہ کے ہیں کسی نے یوں بھی کہا ہے کہ فرقہ ناجیہ ہر فرقے کے صلہ میں کسی نے کہا

ہر فرقہ میں ایک شخص ہے جو امت محمدیہ کی جہت میں ہے اور ہر فرقہ میں ایک شخص ہے جو امت محمدیہ کی جہت میں نہیں ہے

ایک بہت رسالت ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ خاص نہیں نامی دہی گروہ ہے جو کہ خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی راہ پر چلتا ہے اور کسی طرح کی بدعت و ہوا میں مبتلا نہیں جس طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے شرائع اسلام کو حضرت سے دریافت کر کے یہ عرض کیا تھا و الذی نفسی بیدہ لا ادری کیف علی هذا شیتا ولا انقص منہ شیئ من شرائع الاسلام کہ جان بڑی اس کے ہاتھ میں ہے جو آپ نے فرمایا ہے میں اس پر کچھ زیادہ کرونگا اور نہ اس سے کچھ کم کرونگا پھر حضرت نے اسکو جتنی فرمایا تھا اپنی ناجی نام سے سو جو کوئی دعویٰ نجات کا کرے اور اس کے عقائد و اعمال خلاف طریقہ حضرت اور سیرت صحابہ کے ہوں تو وہ دعویٰ اسکا باطل ہے اسلام کے متفرق فرقوں میں سے وہ کون فرقہ ہے جو اپنے آپ کو ناجی اور اپنے مخالف کو ناری نہیں جانتا بلکہ مایہ مذہب خاص کرتا ہے مصرع ناجی بعد فرقہ اثنا عشری ہے لیکن تصدیق اس دعویٰ کی یا تکذیب اسکی اسی طرح پر ممکن ہے کہ جب کا عقیدہ و عمل ما انا علیہ و احصائی کے موافق ہو اور کسی طرح کا خلاف بدعت میں کی طرف سے اس کے عقیدے و عمل میں نہ آئے گو بعض تفصیلات فروغیہ اس سے جاری ہو جائیں وہ ناجی ہے اور جس کا عقیدہ و عمل اس کے مخالف ہو وہ ناری ہے کیونکہ عمر حضرت و صحابہ میں کسی کے عمل و عقیدے میں کوئی بدعت نہ تھی اگرچہ بعض افراد سے طاعت میں قصور و خور و اسباب مجرم ہو جاتا تھا لیکن حرم نے زیادہ تاکید فرمادی کہ کوئی موضوع کہتا ہے لیکن یہ دعویٰ ان کا صحت کو نہیں پہنچتا نہایت یہ ہے کہ زیارت شاذ و ہونہ منوع علی بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد ناری ہونے سے اگر فلان ناری ہے تو یہ بات مخالف نص و احادیث صحیحہ قطب کے ہے کیونکہ کوئی فرقہ اسلام کا عقیدہ فی النار نہ ہوگا اور اگر مراد ناری ہونے سے یہ ہے کہ چند مدت میں ناری ہو جائے پھر نجات پانچ گویا ہے مسلم ہے لیکن اس تقدیر پر یہ بات لازم آتی ہے کہ کوئی شخص فرقہ ناجی میں سے نہ ہو جائے حالانکہ احادیث صحیحہ و دلیل دینی اس بات پر کہ فساق و فاسقین چند سے ناری ہو جائیں تو چھہ قدیم ہے اہل علم نے اس کے چار پانچ جواب لکھے ہیں جو کہ شرح و حواشی عقائد بحال ہیں مذکور ہیں ان میں سے زیادہ صحیح و واقعی شخص صحابہ کو کہا ہے جو بحال دینی دعائی نے دیا ہے خلیفہ ثانی کو اختیار کر کے یعنی مراد غول میں بیت الاعتقاد اور فرقہ ناجیہ کا دخل من حیث الاعتقاد نہ ہوگا کہ سبب بعض تفصیلات عمل کے آگ میں جائیں یا نہیں دوسرا جواب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو محدثین نے بھی پسند کیا ہے وہ یہ کہ مراد فرقہ

فرقہ ناجیہ و ناری

اس میں لائن ہے

حیثکہ

العمل

تاجیہ سے وہ لوگ ہیں جو کہ مطلقاً تاجی نہ ہوں گے نہ من حیث الاعتقاد اور نہ من حیث العمل بلکہ یہ لوگ عذاب داخل جنت ہوں گے ان کی مصیبت خواہ مخواہ ہو جائے یا خدا کی موت و قبر ہوا یا قیامت میں ہوا یا ہو جائے یا شفاعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہو جائے یا کسی اور ذریعہ سے ہو جائے وہی ہے جو یہ صاحب و کتاب و بے شفاعت بہشت میں جائے گا کہ انھیں نہیں تھا اس لیے کہ اس صورت میں دائرہ نجات کا بہت تنگ ہوا جاتا تھا لہذا محققین متاخرین نے جواب مذکور کو اصلاح فرما کر تقریر سطور کی ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ کلمہ فی النار کے معنی کل واحد من افراد کل فرقة فی النار ہے یعنی ہر ایک آدمی ہر ایک فرقے کی افراد سے آگ میں جائے گا پس اس عبارت سے مراد اہل کلمہ کی ہے پھر کلمہ واحد کے ساتھ استثنائے کرنے سے یہ اہل کلمہ کلی منع ہوا اور منع اہل کلمہ ایک جزئی کے ساتھ بھی صادق ہو سکتا ہے چنانچہ یہ بات ظاہر ہے پس اس صورت میں کلمہ واحد کے ہونے کے ہر فرد اس فرقے کی دوزخ میں داخل نہ ہوگی جو بعض بسبب قصیر افعال کے داخل دوزخ ہوں اس صورت میں اشکال رفع ہو گیا۔ اور فرقوں غیر تاجیہ اور فرقہ تاجیہ میں وجہ امتیاز اسی قدر ہوئی کہ غیر تاجی فرقے سارے داخل دوزخ ہونگے اور یہ فرقہ سارا دوزخ میں نہ جائے گا لیکن فرقہ تاجی کا اختیار دوزخ میں سے اعمال کے ساتھ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اعمال سب میں مشترک ہیں پس امتیاز کا باعث صرف عقائد کی درستی اور صحت ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس جواب کا مارج بھی جواب اول کی طرف ہوتا ہے اور کلمہ سے بہتر ایک اور جواب ہے جو موافق ہے استعمال قدیم عرب کے اور حدیث میں بھی اس کے استعمال کی شہادت موجود ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ کلمہ فی النار سے مراد بظان ہے چنانچہ صاحب مکتبہ بین فلان چیز فی النار ہے تو اس سے مراد بھی ہوتی ہے کہ اہل کلمہ چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے الهداء فی النار یعنی زمان درازی باطل ہے اور سورہ نسا میں ہے ان الذین یأکلون
آمتوان الیکتا علی غلظا انما یأکلون فی باطنہم ناکا جو لوگ تیریوں کا مال با حق کھاتے ہیں
اس کے سوا نہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں ناکا سے مراد باطل و حرام چیز ہے
اس لیے کہ غیر کمال حقیقت میں آگ نہیں اور مجاز ہر اس واسطے حل نہیں کرتے کہ یہ جو کہا ہے
کہ پیٹوں میں کھاتے ہیں یہ قول مستحکم پکار کر قرار ہے کہ یہاں مجاز مراد نہیں اس حدیث مذکور میں
کلمہ فی النار سے مراد جوئی کہ تمام فرقے باطل پر ہیں گو ایک عقیدہ اور ایک عمل کی وجہ سے ہوں

یاد رکھو اور فرقہ تاجی کے نہ عقیدے میں بظان ہے نہ عمل میں بلکہ یہ چاہیے کہ فرقہ تاجی کی تخصیص اس بات کے ساتھ کر دی جائے کہ ان کے عمل میں بہت سے عقیدے ہیں اور یہی منشا جواب دوم کا بھی ہے یا بظان کو صرف اعتقادات کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ ان کے اعتقادات میں کسی طرح کا خور نہیں ہے اس صورت میں یہ جواب پہلے جواب کی طرف رجوع کرے گا اسی واسطے کہ کلمہ کا قوی وار مع دہی جواب اول ہے تاہم شیخ علاء الدین عثمانی نے عروہ میں کلمہ کہ اسلام کے تمام فرقے اہل نجات ہیں اور حدیث میں مراد تاجیہ سے تاجیہ بے شفاعت ہے انتہی مراد سارے فرقے اسلام کے اہل نجات ہونے سے یہ ہے کہ بقدر نزائے معاصی کے دونوں میں یکساں ہوں گے یا آخر اس سے نجات پائیں گے اور بہشت میں داخل کیے جائیں گے اور تاجیہ سے تاجیہ بے شفاعت مراد اپنے میں وہی قیامت ہے جو عالم غزالی کے جواب میں بیان ہوئی ہے پس بہتر جواب وہی ہے جو متقدمین متاخرین نے امام غزالی کے جواب میں اصلاح کر کے بیان کیا ہے۔

محققین

علم فہم اور طبقات فقہاء

علم فقہ اکثر صحابہ کا شعار تھا جیسے خلفائے اربعہ اور باقی مشرکہ مبشرہ اور ابن مسعود اور عاصی اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور ابو ذر و ابو ہریرہ ابی ہاشم اور ابن عمر بن خطاب و ابن عباس اور ابن عمر بن عاص اور ابن الزبیر اور ابوسوسی اور ابوسعد خدری اور ابو ہریرہ اور ہامد بن عبد اللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اور تھوڑے سے مقامات میں فقہاء کے سوا دوسرے صحابہ سے بھی منقول ہوا ہے جیسے ابو ذر اور عمار اور حفصہ اور سلمان اور عبادہ بن صامت اور ابوسعد و فضالہ اور ابراہیم اور خالد اور معاویہ اور عمرو بن عاص اور ام سلمہ اور انس بن ابی بکر اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور ان میں سے کچھ تھوڑے شہرت کو پہنچ گئے وہ تو ہیں حضرت عمر حضرت علی بن مسعود اور ابی بن کعب اور زید اور ابوسوسی اور ام المؤمنین عائشہ اور ابن عمر بن خطاب و ابن عمر بن عاص اور ان میں سے بھی زیادہ مشہور یہ تین شخص ہوئے عہدائے بن مسعود زید بن ثابت عہدائے بن عباس اہل مدینہ کا فقہ میں زید بن ثابت اور عہدائے بن عمر پر اعتقاد تھا اور اہل کوفہ کا ابن عباس کی رائے پر اور اہل کوفہ کا حضرت علی یا عمر عہدائے بن مسعود کی رائے پر اور

اہل مصر ابو موسیٰ اشعری اور عمران بن حصین کی رائے پر تھے اور شام میں امعاذ اور ابو روا وغیرہ تھے
بعد اسکے ریاست علم فقہ تابعین کو پہنچی چنانچہ صحابہ کے بعد مدینے میں سعید بن مسیب اور زید بن
اور قاسم بن محمد اور بخاریہ بن زید اور سلمان یسار اور سعید بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عبیدہ اور ابو بکر بن
عبد الرحمن بن حارث تھے اور مدینے کے جو سات فقہ مشہور ہیں وہ یہی ہیں اور اسی طبقے میں سے
مدینے میں یہ لوگ بھی تھے کمال بن عبد اللہ اور بکیر بن عبد الرحمن اور ابان بن عثمان اور حنیفہ بن
ذویب وغیرہ اور بخاریہ نے انکی متابعت کی انکا بھی اسی طبقے میں شمار ہے جیسے محمد بن عبد العزیز
اور علی بن حسین اور محمد بن سعید اور ابو الزناد اور زہری اور یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ فقہ صحیح تابعین کی
طرف منتقل ہوا جیسے ابو زریب و راجشون اور امام مالک بن انس اور ان کے اصحاب اور کئی میں
سعید بن حمیر اور عطاء بن ابی رباح اور مجاہد اور کثیر اور سعید بن جبیر اور ابان بن ابی لیلیٰ اور عمر بن دینار
وغیرہ تھے پھر نقباء ابی یحییٰ اور ابن جریج اور سفیان بن عیینہ اور سلم بن خالد اور سعید بن سالم
وغیرہ کو پہنچا پھر امام ابو عبد اللہ شافعی اور ان کے اصحاب کی طرف منتقل ہوا اور کئی میں ابن
مسعود کے اصحاب جعفر اور سعیدہ اور مسروق اور اسود اور عبد الرحمن ابن اسد اور عمر بن شریح
اور شرح قاضی وغیرہ فقہ کے استاد تھے اور انکے بعد عامر شعبی اور ابراہیم بن محمد بن عبد حکم بن عیینہ
اور حاد بن ابی سلیمان اور منصور بن معتمر وغیرہ تھے اور بعد ان کے ابن شریح اور ابن ابی لیلیٰ
اور حسن بن ابی صالح اور شریک بن عبد اللہ اور امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور ابن دینار
کے اصحاب تھے اور تبصرے میں حسن اور ابن سیرین اور مطر بن عبد اللہ اور جابر بن زید اور
ابو قتلابہ پھر قتادہ اور ایوب اور یونس و سلیمان بن عیسیٰ اور ابن عون اور عثمان بن عیسیٰ پھر حاد بن زید
اور حاد بن سلمہ جو حاد بن یحییٰ کا دان کہلاتے ہیں اور یحییٰ بن سعید اور ابن جریج تھے تو شام میں
اور یس خولانی اور شریح بن حوشب اور ابن ابی ذکریا اور رجاء بن حیات اور جادہ بن منسیٰ اور کھول
وغیرہ تھے اور یمن میں طاؤس وروہب بن ثبیبہ وغیرہ تھے اور مصر میں یزید بن ابی حبیب
اور عمر بن حارث اور لیث بن سعد وغیرہ تھے پھر اصحاب امام مالک اور امام شافعی اور ان کے
اصحاب اور خراسان میں حاکم بن مزاحم اور ابراہیم صائغ اور عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق بن
راہویہ اور بغداد میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل پھر ابو ثور

ابو سعید قاسم بن سلام پھر داؤد اور محمد بن جریر وغیرہ ان فقہاء میں سے ہر طبقے میں اگرچہ
ہر ایک طبقہ فقہ میں نامور تھا مگر پھر بھی باعتبار شہرت کے ان میں بڑا تفاوت ہے۔

مسائل فروعی واجتہادی میں صحابہ کے اختلافات

ای علیہ السلام کی وفات تک مسلمان ایک ہی عقیدے اور طریقے پر تھے مگر جو لوگ ظاہر میں
مسلمان باطن میں منافق تھے وہ انکے اعمال و کلمات سے انکے عقیدے میں بھی کوفہ کرتے تھے اور وہ نفاق ان کا
ہر وقت ان کے اعتراض کرنے سے حرکات و سکنات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتا تھا
وہ اختلافات جو حال مرین اور بعد وفات حضرت کے صحابہ میں واقع ہوئے وہ اجتہادی تھے فرض ان
اختلافات سے معاملات دین اور اسلام کا قائم کرنا تھا اور کچھ مسائل متنازع ہوا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیماری میں ہوا وہ حضرت کا کاغذ اور دوا و قلم لے کر آئے اور حضرت نے ان کا غلبہ روکے
پہاں سے یہ کہہ کر کہ جو اللہ کی کتاب کفایت کرتی ہے نہ دیا ہے وہ دوسرا خلاف حال مرض نبوی میں
ہوا کہ آنحضرت نے لشکر اسلام کی تیاری کے واسطے حکم دیا کہ آپ پھر صحابہ نے یہ کہا کہ پھر بھلا ادنیٰ
اس حکم کی وجاہت ہے اور کچھ کہنا کہ حضرت کا مرض بڑھ گیا ہے ہمارا جی حضرت کے چھوڑنے کو اس
حال میں نہیں چاہتا ہے پھر اختلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں ہوا حضرت نے فرمایا
کہ اگر جو کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ہیں میں اس کو اس تلوار سے قتل کروں گا وہ کو
آسمان پر نسل عیسیٰ بن مریم کے پڑھائے گئے ہیں آنحضرت ابو بکر نے کہا کہ وہ بیشک مر گئے ہیں
اور یہ آیت پڑھی وَمَا تَخْتَلِفُ أَلَا رِسْوَالٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرِّسَالُ أَفَأَنْ تَكْفُرُوا
الْفُلُكِيكُمْ كَلَّا أَخْلَقْتُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ محمد خدا کے رسول ہیں اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو لوگو
تم اپنی اگلی راہ پر پھر جاؤ پھر نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے سے کیا دین چھوڑ کر کفر اختیار کرو گے
اس وقت صحابہ نے حضرت ابو بکر کے قول کی طرف رجوع کیا اور حضرت عمر نے بھی تسلیم کیا
چونکہ اختلاف آنحضرت کے دفن کے مقام میں ہوا ہمارا جہن اہل مکہ نے جابا کہ ہم نعل مبارک کو
جہاں بھی لے آتے ہمارا اہل مدینہ نے جابا کہ مدینہ میں دفن ہوئی کچھ صحابہ نے اس کو کہا کہ بیت المقدس کو
جہاں بھی اس لیے کہ وہ حکم دفن انبیاء کی ہے اور آپ کی معراج اسی جگہ سے آسمان کی طرف

مذہب اسلام

مذہب اسلام

مذہب اسلام

مذہب اسلام

مذہب اسلام

ہوئی تھی پھر سب نے اتفاق کر کے مدینہ میں دفن کیا اس لئے کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ انبیاء اسی جگہ دفن ہونے چاہئیں جہاں مرتے ہیں یا پھر انکی خلافت مسئلہ خلافت میں ہاجرین و انصار کے درمیان جو کہ انصار کہتے تھے ایک امام ہمارا ہو گا اور ایک ہاجرین کا ہو گا اور اپنی طرف سے سعد بن جبارہ کو غلیفہ بنائے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر آمادہ ہو گئے کرب ان سے یہ کہنا گیا کہ پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ امام قریش میں سے چاہیے تو آخر کار حضرت ابو بکر کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا اور فساد مٹ گیا جھڑپا خلافت معاملہ فک میں ہوا تھا کہ حضرت کا وارث بد حضرت کے کون ہے فاطمہ علیہ السلام نے کہیں دعویٰ دراشت کا کیا اور کبھی ملکیت کا یہاں تک کہ پہلا دعویٰ بوسل مشہور ہوا معاشرہ کا لایا لا فوجیات ماقولنا صدقہ (ہم گروہ انبیاء ہیں) نہیں جھوٹے ہم میراث جو کچھ ہم چھوڑے ہیں وہ صدقہ ہے) منع ہو گیا اور دوسرا دعویٰ اس لیے خارج ہوا کہ گواہی بی صاحب کی طرف سے پورے دنگڑے سے

مسائل خلافت وہ ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں نے اور وہ غطفان اور بنی تميم وغیرہ تھے ذکوہ نیری تو صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے رہنے کا ارادہ کیا کچھ صحابہ نے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ سمجھا کہ اگر اقرار شہادتین سے دنیا کی حقوبت منع ہو جاتی ہے اور کیا کہ ہم ان سے اس طرح جنگ نہ کرینگے جیسے انصار سے کرتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا قتال اس وقت ممنوع ہے جبکہ حقوق اسلام ادا کر دیں اور جو بات صدیق نے بھی تھی وہی بات مراخ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی اور بہت سے صحابہ نے بھی تھی قرآن پاک بھی اسی پر دلیل ہے فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوۃ فاحملوہم فی الدین یعنی اگر وہ دین کی ثابت نہیں ہوتی مگر ادا کئے فرائض سے کیونکہ تو پر شرک سے غیر توحید کے حاصل نہیں اور توحید غیر عمل صالح کے تمام نہیں ہوتی حضرت ابو بکر ان سے قتال کے واسطے نکلے تو آخر سارے صحابہ نے ان کا ساتھ دیا **تھووان** خلافت اس میں ہوا کہ حضرت ابو بکر نے اپنی وفات کے قریب حضرت عمر کی خلافت کے لیے نص کی بعض صحابہ نے کہا کہ تم نے اپنے ایک سخت مزاج والے آدمی کو حاکم کیا ہے جب حضرت ابو بکر نے یہ کہا تو ساری رات بومہ القیامۃ لعلت ولین علیہم خلیلا ھلیم یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کو اس بات کا سوال کرے گا تو میں یہ جواب دوں گا کہ میں نے ایک سب سے عمدہ آدمی کو اپنے حاکم کیا تھا جب خلافت مرتفع ہو گیا اور سب نے تسلیم کیا **تھووان** خلافت غلیفہ سوم کے انتخاب کے وقت ہوا تھا کہ رابو بنی انصاریں پہلا

ابو بکر کی خلافت میں سے چاہیے تو آخر کار حضرت ابو بکر کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا اور فساد مٹ گیا جھڑپا خلافت معاملہ فک میں ہوا تھا کہ حضرت کا وارث بد حضرت کے کون ہے فاطمہ علیہ السلام نے کہیں دعویٰ دراشت کا کیا اور کبھی ملکیت کا یہاں تک کہ پہلا دعویٰ بوسل مشہور ہوا معاشرہ کا لایا لا فوجیات ماقولنا صدقہ (ہم گروہ انبیاء ہیں) نہیں جھوٹے ہم میراث جو کچھ ہم چھوڑے ہیں وہ صدقہ ہے) منع ہو گیا اور دوسرا دعویٰ اس لیے خارج ہوا کہ گواہی بی صاحب کی طرف سے پورے دنگڑے سے

آئے تھے لاش سے

سب نے حضرت عثمان کی بیعت پر اتفاق کیا **سوال** خلافت یہ ہوا کہ جب حضرت عثمان کے لئے داروں نے رعایا پر جو کرنا شروع کیا تو لوگ حضرت عثمان سے ناراض ہو گئے سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ان کی کچھ مدد کی یہاں تک کہ وہ مظلوم ادا اپنے گھر میں مارے گئے گیا **تھووان** خلافت وہ ہے جو حضرت علی کے زمانہ میں واقع ہوا بعد اسکے کہ اپنے اتفاق کر کے بیعت کر لی تھی اس زمانے میں پہلا خلافت جنگ کرنا طلحہ و دیر دبی بی عائشہ وغیرہ کا ہے اسکو جنگ میں کہتے ہیں **سوال** خلافت جناب امیر اور کچھ اور کچھ ہیں تمام جنگ صفین کی وجہ سے پھر پھر خلافت خوارج کا مخالفت اور جو حکم یعنی نہایت کا ہوا تھا جو خلافت کا مکرورین عاص کا حکم میں ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ فریب کرنا تھا پھر ان وہ خلافت ہے جو خوارج کے ساتھ مقام نہوان میں وقوع میں آیا۔ اسی طرح صحابہ کے زمانہ میں اختلاف کثیر میراث جد و اخوت و کلائت و دیت انگشتان و دیت دندان و عدد و بعض جرائم میں جن میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی تھی واقع ہوئے۔

راج الدین اسماعیل قنوی شایع حامی کا بیان ہے کہ پہلا خلافت جو معاملات فردی میں ہوئی واقع ہوا وہ ایک فرائض کے مسئلے میں جو کہ اس میں راہیں بہت مختلف ہوئیں ایسے اسکا نام مسئلہ خرق ہے ایک شخص مرا اور ایک بہن ایک بائی ایک داد اس کے وارث رہے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو نصف ترک دینا چاہیے اور بائی کو تہائی اور باقی جو بچے وہ داد کا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کل مال کے تین حصے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دینا چاہیے اور زید بن ابیہ نے کہا کہ بائی کا تہائی ہے اور باقی تین سے داد کا دو تہائی اور حبشہ کا تہائی قاضی عہد نے شرح مختصر میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسئلہ عول میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مسعود کے مخالف تھے اور شرح فرائض میں میر سید شریف نے کہا ہے کہ جسے اول مسئلہ عول کا حکم کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور شرح مختصر میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر نے حبیب کیا اس کا حل ساقط ہو گیا حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر سے کہا عائشہ مؤدب لا فری علیک شیعہ تا یعنی بے شک تم صاحب ادب ہو تم میں ہر کوئی نقصان نہیں پائے اور حضرت علی نے کہا ان کا عثمان قد اجتہد فقد اخطا وان لم یجتہد فقد غشک

ہیں اگر حضرت عثمان نے اجتہاد کیا تو خطا کی اور اگر اجتہاد نہیں کیا تو تحسین دھوکا دیا اور روز بروز

ابو بکر کی خلافت میں سے چاہیے تو آخر کار حضرت ابو بکر کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا اور فساد مٹ گیا جھڑپا خلافت معاملہ فک میں ہوا تھا کہ حضرت کا وارث بد حضرت کے کون ہے فاطمہ علیہ السلام نے کہیں دعویٰ دراشت کا کیا اور کبھی ملکیت کا یہاں تک کہ پہلا دعویٰ بوسل مشہور ہوا معاشرہ کا لایا لا فوجیات ماقولنا صدقہ (ہم گروہ انبیاء ہیں) نہیں جھوٹے ہم میراث جو کچھ ہم چھوڑے ہیں وہ صدقہ ہے) منع ہو گیا اور دوسرا دعویٰ اس لیے خارج ہوا کہ گواہی بی صاحب کی طرف سے پورے دنگڑے سے

مسائل فروعی و اعمال میں خلافت دائرہ وسیع ہونے لگا مگر اصل و مفاد میں بھی کوئی ختمات اسوقت تک تھا

اختلاف مذاہب کی بنا

جب مسائل اعتقادیہ میں کوئی سوال کسی مسلمان کو پیش آتا تو حضرت سرور عالم سے اور ان کے وصال کے بعد ان کے اصحاب سے حل کر لیتا تھا یہ قرن گذر گئے تو عقائد میں بہت سی باتیں پیدا ہوئے لکھن جینی اور غیلان دشتی اور یوشل سواری نے قدر کا مسئلہ نکالا اور تمام افعال تقدیر الہی کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرنے لگے اور پھر وقتاً فوقتاً اہل اسلام میں اصول عقائد میں اختلاف پیدا ہوتا رہا اور خلفائے عباسیہ کے وقت سے فلسفہ اور حکماء یونان کے اقوال بھی دین اسلام کی باتوں میں مل گئے اور وہ اسکی یہ ہوئی کہ عبداللہ ہامون بن ہارون الرشید علیہ السلام بفتح عباسیہ بغداد کو علوم قدیمہ کے ساتھ بہت فریفتگی تھی ملک روم میں کچھ لوگ بھیج کر کتب فلسفہ کا ترجمہ زبان عربی میں کرایا۔ کچھ اوپر سندھ و سوہجری میں وہ علوم زبان عربی میں ترجمہ ہو کر اس کے پاس آئے تب سے فلسفہ کے اقوال لوگوں میں پھیل گئے۔ اعتدال صحیح کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ شہادت دہریہ ابتدائے زمانہ اسلام میں ہمارے قبل در صحابہ اور تابعین کے اقوال سے بھی ہلکا ہوتا تھا اور آخروہ اصطلاحات علم حکمت کے جو بقایا دہریوں کے معارف اور جرات میں بولنے ضرور تھے ان کے اقوال مقدسہ بھی وارد ہونے لگے اور ان الفاظ کا زبان زد ہونا بھیجوری ضامن کرنا ہی تھا اور پھر بعد ان حضرات کے علمائے اسلام کو ضرورت زیادہ ہوئی کہ انھوں نے فلسفہ حکماء قدیم کے ابطل کی غرض سے سیکھا اور اسی فلسفے کے اصول کو ذکر کر کے شہادت دہری وغیرہ کو باطل کیا اور وہ سارے مباحث جمع ہو کر ایک علم ہو گیا اور اسے علم کلام نام پایا اگرچہ بعض لوگوں کو تو فعل زیادہ بھی ہو کر امتیاز انکو مجاز تھا اور یہ غلطی استاد و معلم کی تھی خواہ آزادی و خود مری متعلم کی مگر تکمیل علم کلام کی اچھی ہو گئی اور شہادت دہری پاور ہوا انھیں کے مجاہدات سے ہو گئے اگر وہ لوگ ایسا کرتے تو ہریت کے پھلنے میں آج کل جو عدم توجہ علمائے اسلام کے ذور و شور پر ہے کچھ باقی رہتا کبھی نہ تھا اور ہرگز نہ رہتا اور کلام ایک ایسا علم ہے جسکی وجہ سے عقائد غیبیہ کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے اور نیز شہادت مرفع کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے اور اس علم کے موضوع

اس

نہ

نہ

کہ اسے بن متقدمین و متاخرین نے اختلاف کیا ہے حقد میں یہ کہتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع اللہ پاک کی ذات و صفات ہیں ان میں سے بعض کی پر اسے ہے کہ موضوع موجود میں حیث ہو موجود ہے اور متاخرین کہتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع معلوم ہے اس حیثیت سے کہ اس کے ساتھ عقائد و تعلیم کا ثابت کرنا مقصود ہوا اور عقل عام ہے اس سے کہ قریب ہو یا بید اور دین سے مراد مرسل اللہ علیہ وسلم کا دین ہے ابتدا و انتہی علم کلام کی غلطی ہما سید حبیب ہامون۔ مامون۔ معتمد و ائمتہ اور متوکل کے ہاتھوں سے ہوئی اور اسکی انتہا صاحب بن عباد اور دیلمہ کی ایک ہمت پر ہوئی غرض کہ اہل علم صحابہ کے آثار پر چلے گئے کہ حسن بصری نے زیارت علم ہوتی شہادت حاصل کی اور ان کے شاگرد واصل نے ایک مسئلہ خاص میں ہر عام اُستاد کے ساتھ مخالفت کی جس سے اس سے امام الخلیف بن عقیل اس لیے واصل نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور مستقلاً اپنے لیے ایک مجلس قائم کی اور ایک بڑا جھگڑا اسکے متعلق کا ہو گیا اور وہ معتزلہ کہلانے لگا اور جو کہ معتزلہ خدا تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے تھے ایسے سلف ائمہ معتزلہ کہنے لگے اور معتزلہ نے سلف کا لقب صفاتیہ رکھ دیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات آذلی ثابت کرتے تھے جیسے علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ جلال۔ اکرام۔ جوہ۔ افحام۔ عزت۔ غلظت۔ اور صفات ذات اور صفات فعل میں فرق نہیں کرتے تھے دونوں کو مساوی سمجھتے تھے اسی طرح صفات خبریہ ثابت کرتے تھے اور وہ یہ ہیں باقیہ باطلوں۔ منہ و غیرہ ان میں تاویل بالکل نہیں کرتے تھے۔ کہ یہ صفات اخبار میں وارد ہوئی ہیں اس لیے انھیں صفات خبریہ بولتے تھے اور بعض سلف اثبات صفات الہی میں شبہ کی حد میں داخل ہو گئے یعنی محدثات کی صفات کے ساتھ ان صفات کو مشابہ جاننے لگے بعض نے صرف ان صفات پر اختصار کیا جنہر افعال دلالت کرتے ہیں اور بعض سلف صفات خبریہ میں مقتضائے لفظ کے مطابق تاویل کرنے لگے اور بعض نے تاویل کرنے سے تو قوت کیا اور کہنے لگے کہ ہماری عقل کہتی ہے کہ اللہ کسی شے کے مشابہ نہیں وہ بے مثل ہے اور جو اس قسم کے الفاظ قرآن و حدیث میں آئے ہیں ان کے مفہوم ہلکا و سادہ نہیں جو ان سے مراد ہے وہ اللہ ہی خوب ہا تھا ہے اور نہ ہلکا ہے کہ ان الفاظ کے معانی اور حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں بلکہ ہلکا تو اس بات پر اعتقاد رکھنے کا حکم ہے کہ اللہ بے مثل ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع اللہ پاک کی ذات و صفات ہیں ان میں سے بعض کی پر اسے ہے کہ موضوع موجود میں حیث ہو موجود ہے اور متاخرین کہتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع معلوم ہے اس حیثیت سے کہ اس کے ساتھ عقائد و تعلیم کا ثابت کرنا مقصود ہوا اور عقل عام ہے اس سے کہ قریب ہو یا بید اور دین سے مراد مرسل اللہ علیہ وسلم کا دین ہے ابتدا و انتہی علم کلام کی غلطی ہما سید حبیب ہامون۔ مامون۔ معتمد و ائمتہ اور متوکل کے ہاتھوں سے ہوئی اور اسکی انتہا صاحب بن عباد اور دیلمہ کی ایک ہمت پر ہوئی غرض کہ اہل علم صحابہ کے آثار پر چلے گئے کہ حسن بصری نے زیارت علم ہوتی شہادت حاصل کی اور ان کے شاگرد واصل نے ایک مسئلہ خاص میں ہر عام اُستاد کے ساتھ مخالفت کی جس سے اس سے امام الخلیف بن عقیل اس لیے واصل نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور مستقلاً اپنے لیے ایک مجلس قائم کی اور ایک بڑا جھگڑا اسکے متعلق کا ہو گیا اور وہ معتزلہ کہلانے لگا اور جو کہ معتزلہ خدا تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے تھے ایسے سلف ائمہ معتزلہ کہنے لگے اور معتزلہ نے سلف کا لقب صفاتیہ رکھ دیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات آذلی ثابت کرتے تھے جیسے علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ جلال۔ اکرام۔ جوہ۔ افحام۔ عزت۔ غلظت۔ اور صفات ذات اور صفات فعل میں فرق نہیں کرتے تھے دونوں کو مساوی سمجھتے تھے اسی طرح صفات خبریہ ثابت کرتے تھے اور وہ یہ ہیں باقیہ باطلوں۔ منہ و غیرہ ان میں تاویل بالکل نہیں کرتے تھے۔ کہ یہ صفات اخبار میں وارد ہوئی ہیں اس لیے انھیں صفات خبریہ بولتے تھے اور بعض سلف اثبات صفات الہی میں شبہ کی حد میں داخل ہو گئے یعنی محدثات کی صفات کے ساتھ ان صفات کو مشابہ جاننے لگے بعض نے صرف ان صفات پر اختصار کیا جنہر افعال دلالت کرتے ہیں اور بعض سلف صفات خبریہ میں مقتضائے لفظ کے مطابق تاویل کرنے لگے اور بعض نے تاویل کرنے سے تو قوت کیا اور کہنے لگے کہ ہماری عقل کہتی ہے کہ اللہ کسی شے کے مشابہ نہیں وہ بے مثل ہے اور جو اس قسم کے الفاظ قرآن و حدیث میں آئے ہیں ان کے مفہوم ہلکا و سادہ نہیں جو ان سے مراد ہے وہ اللہ ہی خوب ہا تھا ہے اور نہ ہلکا ہے کہ ان الفاظ کے معانی اور حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں بلکہ ہلکا تو اس بات پر اعتقاد رکھنے کا حکم ہے کہ اللہ بے مثل ہے۔

نہ

مگر تاخرین کہنے لگے کہ ان الفاظ کا ظاہر یہ جاری کرنا اور ان کی تفسیر کرنا چاہیے جس کا کتاب مکتبہ
 وار دینی اور تاویل سے تعرض کرنا چاہیے اور نہ ظاہر پر توقف کرنا چاہیے۔ یہ تاخرین تشبیہ خالص
 میں مبتلا ہو گئے جو بود کا طریق ہے اور یہ اعتقاد سلف کے خلاف تھا مگر بعض شیعہ نے بہت غلو اور
 تقصیر سے کام لیا غلو ان کا یہ تھا کہ اپنے آئمہ کو اللہ کے ساتھ تشبیہ دینے لگے اور تفسیر یہ کہ اللہ کو بعض
 مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دی مگر جب محضرہ اور حکمین کے مقالات زیادہ شہرت پکڑ گئے تو بعض شیعہ فکر
 اور تقصیر کو چھوڑ کر معتزلہ سے مل گئے۔ اور ان سلف میں سے جو تاویل و تشبیہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے
 یہ ہیں ابوالکلب بن اشعث احمد بن حنبل سفیان اور کواکب واصفا فی بیانہما تک کہ عبد اللہ بن سعید بن کلاب
 اور ابو العباس قلاسی اور حارث بن اسد ابو عبد اللہ عباسی کا دور شروع ہوا اگرچہ یہ بھی سلف کے
 طریق پر تھے مگر علم کلام سے مزاوت کرنے لگے اور عقائد سلف کی تجدید دلائل کلامیہ اور براہین اصولیہ
 سے لے کر اب علم کلام حرقی کرنے لگا اور زبانی کلام سے نوبت تحریر کو پہنچ گئی اور عقول کے تصرف
 اس میں بڑھنے لگے بعض نے کتابیں بنائیں اور بعض درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر ایک جماعت
 معتزلہ متوحصہ کی ظاہر ہوئی جیسے مزار بن عمر و رض فراد و حسین بخارا اور ان کے متاخرین نے جیسے
 ابو علی جہا ن اور اس کی بیٹا ابو حاشم اور قاضی عبد الجبار اور ابو یوسف بصری جیسی اپنے اصحاب کے عقول
 کا غلام کیا اور چند مسائل میں ان سے متفرق ہو گئے اور اپنے شیوخ کا خلاف کیا اور مذہب اعتزال کی
 تائید میں بہت سی تصنیفیں بطریق جدلیہ کر دیں ایک فلائق ان کی رائے کے تابع ہو گئی اور غلام
 اہل سنت نے ان کے مذہب سے انکار کیا اور علم کلام کی مذمت بیان کی اور جو شخص ان کے مذہب کو
 پسند کرتا اس کو چھوڑ دیتے۔ درج نام یا فنی سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی اپنی کتابوں کے دینے کی
 کسی کے لیے وصیت کرے تو اس وصیت میں کتب کلام داخل نہ ہوگی پس لیے کہ کلام کو فی علم نہیں اور
 نام یا فنی نے کہا ہے کہ اہل بدعت و اہوا کی شہادت نامائز ہے اور مراد اس سے علمائے کلام ہیں اور
 امام احمد نے علمائے کلام کو زنا و دھوکہ کہا ہے اور زعمی اسے کہتے ہیں جو دروازہ آخرت اور وحدانیت فانی
 دینان نہ لایا ہو لیکن معتزلہ کے مذہب کو قوت اور ان کے متبعین کی کثرت ہوتی رہی یہاں تک کہ ابو علی
 محمد بن عبد الوہاب جہا ن معتزلی اور اس کے تلمیذ شدید شیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری کے
 درمیان ایک بار اس مسئلے میں کہ جو چیز بندے کے حق میں اچھی ہے وہ اللہ پر واجب ہے یا نہ

یہاں ہو گیا اور جب اس مائے میں جہا ن لا جواب ہو گیا تو اشعری اور جہا ن میں غلطی ہو گئی اور اشعری
 نے اپنے لیے ایک علیحدہ مجلس مقرر کی مسند تعلیم و تعلم پر بیٹھ گئے اور بہت لوگ ان کی اتباع کرنے لگے
 اور اب صفاتیہ اشعریہ کہلانے لگے۔ اشعری مذہب اعتزال کو چھوڑ کر ان حد و درجہ کی طرف چلے
 (۱) ابو محمد عبد اللہ بن سعید المعروف بہ ابن کلاب جکے متبع کلامیہ کہلاتے ہیں (۲) حارث عباسی
 اشعری نے ان ہی کے قوانین پر مسائل صفات و قدر میں کلام کیا اور مذہب سلف کی تائید قاعدہ
 حاشیہ کی اور اشعری نے قائل بنیاد کا قائل ہو کر ان باتوں کا رد کیا کہ ہر چیز میں جنس و جنس کی
 طرف سے ہے حکم شرع کو اس میں دخل نہیں اور جو چیز بندے کے لیے بہتر ہے وہ اللہ پر واجب ہے
 اور بات نامی کی کہ درود شرع سے قبل اشیاء کا حسن و قبح نقل نہیں واجب کر سکتی کہ افعال
 کی ذات کو حسن و قبح واجب نہیں ہے و رد شرع میں نسخ جائز نہوتا اس لیے کہ جو چیز
 اللہ تعالیٰ ذاتی ہوتی ہے اس میں خلاف اور مختلف پیدا نہیں ہوتا پس شرع نے جس کو اچھا کہا وہ اچھا
 ہوا اور جس کو برا کہا وہ برا ہوا اور علوم کو عقل سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وجوب انکا عقل سے
 حاصل ہے اور نبوت جائزات عقلیہ اور واجبات معنیہ سے ہیں غرض مذہب اشعری کی حقیقت طریقہ
 وسطہ پر چلنا ہے درمیان فنی صفات لہی کے جو مذہب اعتزال ہے اور درمیان اثبات صفات کے
 جو مذہب اہل تحسین ہے جب اشعری نے اس بات پر مناظرہ کیا اور اپنے مذہب کی محنت بیان کی تو ایک
 جماعت ان کی طرف مائل ہو گئی اور ان کی رائے پر اعتماد کیا گیا۔ اشاعرہ اور معتزلہ میں دیر و درمیان
 محنت بڑھتا رہا معتزلہ نے اپنی تقویت اور طرف ثانی کی تضعیف کے لئے براہین حکمیہ کو عقائد میں
 داخل کرنا شروع کیا اور اپنے مدعا پر ان سے استدلال کرنے لگے اس لیے معتزلہ کے مطالب کلامیہ
 فلسفہ و براہین فلسفیہ سے غلط ملتے ہو گئے اور رفتہ رفتہ یہاں تک فلاسفہ کی اتباع اور حرکت کے
 مسائل کا مذاق ان میں بڑھا کہ عقل کو نقل پر ترجیح دینے لگے۔ اشاعرہ معتزلہ کی وجہ سے براہین
 فلسفیہ کو رد کرنے اور ان کی مذمت بیان کرنے لگے قاضی ابو بکر قلاسی اور ابن قسطل اور ابو اسحاق
 طرطوسی اور ابو اسحاق شیرازی اور غزالی اور عبد اللہ کرم شہرستانی اور فخر رازی وغیرہ اس مذہب کے
 مدافع ہوئے اور مخالفین کے ساتھ مناظرے اور مجاہدے سے پیش آئے اور اپنی مصنفات میں بہت سی
 بیان کی ہیں یہاں تک کہ اشعری کا مذہب سلسلہ جبری سے عراق میں پھیل گیا اور شام کی طرف

چلے

نہ

ہر

منتقل ہوا سلطان صلاح الدین جو صف مصر کے بادشاہ ہوئے تو اخوان نے سارے لوگوں کو
 اپنے عقائد کا اظہار کیا اور اس عقیدے کا اقرار دیا کہ میری ہونا شہادہ کیا جیسے دوسرے ناصرہ و قیصر
 سعید السعد اور قاهرہ چنانچہ میں حال عقیدہ اشعری کی سارے ملک مصر اور ملک شام اور ملک ہما
 ملک یمن اور زمین مغرب میں چلی گئی۔ ملک مغرب یعنی افریقہ میں اشعری کی رائے کو ابو عبد اللہ محمد
 قمری شاگرد غزالی نے داخل کیا اور ایک عقیدہ بنادیا جس کو علمائے یاد کر لیا ہاں تک کہ ان کے نام غزالی
 علمائے زور سے یہ اعتقاد ان سب شہروں میں پھیل گیا ہاں تک کہ کوئی ظلمت نہ رہی گئی نہ کسی
 زبان تک کہ سوائے اور سب مذاہب اہل سنت کے کوئی مذہب غلات اشعری کے باقی نہ رہا مگر حنا بلکہ کا
 اپنی اسی جال و حال سابق پر باقی رہا یہ تاویل صفات کے مقتصد نہیں ہے۔

فروق کی تقسیم

یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ میری امت چار فرقے ہو جائے گی ایک مجاہد ہے اسے
 کہ جو کچھ فرمایا تھا وہ بے کم و کاست ظہور میں آیا۔ ابن حزم نے اہل سنت کے اہل اسلام
 چار فرقے قرار دیے ہیں۔ اہل سنت دوسرے معتزلہ اور انھیں میں قدرید داخل ہیں جو میرے
 اور انھیں میں بھی مجاہد کرامیہ کا شمار ہے جو شیعہ باخوار ہیں خوارج انھیں میں انصار قرار دیا ہے
 ہر ایک فرقہ ان میں سے کئی فرقے ہو گیا۔ بڑا اختلاف اہل سنت کا فتوے میں تھا اور فقہاء اساتذہ
 میں بتوئی میں چار مذہب ہو گئے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اعتقاد میں تین گروہ ہو گئے
 اشعری۔ ماتریدی۔ حنبلی۔ سہ چار فرقے سوائے اہل سنت کے
 سوان میں سے کسی کا خلاف اہل سنت کے ساتھ پیدا ہے اور کسی کا قریب مجاہد کے فرقوں
 اہل سنت سے قریب وہ ہیں جن کا قول ہے کہ ایمان کئے ہیں دل اور زبان دونوں سے نصرت
 و اقرار کرتے ہو۔ رہے سارے اعمال سو فقط فرائض و شرائع اسلام ہیں ایمان میں داخل نہیں ایمان
 اہل سنت سے پیدا ہونے میں ایک صاحب جہم بن صفوان جن کا قول ہے کہ ایمان صرف نصرت
 بالقلب کا نام ہے اگرچہ مومن کفر و ثلثیت کا کلمہ زبان سے کہے اور بت پرستی کرے اور یہ بغیر تہیہ
 بھی نہ تو تب بھی ایمان نہیں جاسکتا جب تک قصد حق بالقلب باقی رہتا ہے اس صاحب محمد بن کرام
 نے فرمایا ہے کہ

لے دیکھو فقہ ابوریثی کی جگہ بخاری

اہل سنت کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کرنے یعنی کلمہ شہادت کہہ کر پڑھنے کو کہتے ہیں پس اگر کوئی
 شخص دل سے کفر کا اعتقاد ہو تو اس کا ایمان باطل نہیں ہو سکتا جب تک کہ زبانی اقرار باقی ہے
 اسی طرح اور باقی فرقوں کا ذکر ہے۔ خبیثہ الاکوان میں لکھا ہے کہ معتزلہ میں اہل سنت سے
 قریب وہ ہیں جو کہ اصحاب حسین بن علی و بشر بن عیاض مرہبی ہیں اور عیدان کے اصحاب
 اہل سنت میں اور مذاہب شیعہ میں اہل سنت سے قریب اصحاب حسن بن علی بن حسین کا
 اور صالحیہ کہلاتا ہے اور شیعہ زیدہ میں شمار پاتا ہے اور ان میں سے بعد فرقہ امامیہ ہے
 ان کے سوا دوسرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ اہل بدعت و شرک ہیں اور قریب فرقہ خوارج
 اصحاب عبد اللہ بن زید ابی اہنی ہیں اور عیدان کے ازار کہ ہیں کہ ہے بطریقہ اور وہ جو منکر
 اہل سنت کے قرآن میں سے ہیں اور اجماع کے مخالفت میں جیسے عمار وہ وغیرہ سو وہ باطل امت
 شمار ہیں انتہی کو واضح رہے کہ ہر فرقہ کے بیان میں شرح ہوا قفت وغیرہ کی طرز اختیار کی ہے
 اس واسطے کہ ہر جہیز میں اور کرامیہ کو قدر یہ میں اور مرہبیہ کو مرجعہ میں ذکر کیا ہے و علی
 الاموال اس صاحب اشعہ اللغات کا قول ہے کہ اختلاف اس امت کا بیشتر فرقوں پر حدیث سے
 امت میں اس طرح کہ معتزلہ کے میں فرقے ہیں اور شیعہ باخوار اور خوارج میں اور مرجعہ ہندو
 اور ہمارے میں اور ایک ایک فرقہ جہیز اور اہل سنت و جماعت کا اور کثرت الطالیس میں بلکہ رہے
 فرقوں کی اصل یہ دس فرقے ہیں اہل سنت۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجعہ۔ مشبہ۔ جمیہ
 ہمارے۔ ہمارے۔ کلا بیہ۔ اہل سنت کا ایک فرقہ ہے خوارج کے ہندوہ فرقہ ہیں مطہید کے جیسے
 معتزلہ کے چھ مرجعہ کے بارہ جمیہ ہزار یہ ہمارے اور کلا بیہ کا ایک ایک فرقہ ہے مشبہ کے تین فرقے
 اہل سنت میں تین فرقے ہو گئے اور کھولنے ان تین فرقوں کے اصول سوائے اہل سنت و جماعت کے
 قرار دے ہیں چنانچہ نام ہیں جمیہ قدرید شیعہ حوروہ مرجعہ جہیز اور ہر ایک کے بارہ فرقے کہے ہیں
 فرقے ہو گئے۔ اور صاحب شرح فقہ نے بھی کتاب الشہادۃ میں سب فرقوں کے اصول چھ فرقے قرار دیے ہیں اور
 اہل سنت جہیزہ قدرید شیعہ۔ خوارج۔ معتزلہ۔ مرجعہ۔ اور شیخ ابوبکر اشعری نے اصول میں فرقے قرار دیے ہیں
 اور اہل سنت معتزلہ۔ مرجعہ۔ جمیہ۔ ہمارے۔ کلا بیہ۔ مشبہ۔ بکرہ۔ مرجعہ۔ اور امام غزالی نے ہندوی الکلام میں
 ان کے پانچ فرقوں ان ناموں کے ساتھ مقرر کی ہیں شیعہ ہمارے قدرید مرجعہ۔ مرجعہ۔ اور محمود غزالی نے

+

کامیاب

اور اہل سنت و جماعت ہے۔ جبریت۔ جبریت اور کرامیہ و حشوہ مشبہ بین اور ان فرقوں بعض قدر یہ بھی ہوں۔ یہ تشریف فرست جو مشہور ہیں ان میں بھی کئی فرقہ مثل شاخون کے ظاہر ہوئے جو شخص جس فرقہ کا کام کرے گا اس میں شمار پائے گا اور ان شاخون کی وجہ سے شمار فرقہ کا تشریف بڑھ گیا ہے میر سید شریف نے تعریفات میں لکھا ہے اہل ہوا سے مراد وہ اہل قبلہ ہیں جن کا عقیدہ اہل سنت کا سامعین۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہل ہوا کے ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالفت سنت کے ہے تاویل فاسد کے ساتھ وہ اہل ہوا ہے مگر یہ کہ اہل ہوا کے وہ لوگ ہیں جو طریقت اہل سنت و جماعت سے کج روی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں صاحب تعریفات کہتے ہیں کہ اہل ہوا جبریت اور قدریت اور شیعہ اور خوارج اور معتزلہ اور شبہ بین اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقہ ہوں اس صورت میں تشریف فرست ہو گئے مگر یہ قول سید صاحب کا تحقیقی نہیں اس لیے کہ اسی قدر فرقوں میں اہل اسلام کے فرقوں کا حصہ نہیں ہے تشریف فرست زیادہ تعداد ہو گئی ہے اور انھیں نے جو تشریف کا عدد فرمایا ہے وہ غالباً انھیں کے لیے نہیں بلکہ انھار کثرت مقصود ہے۔

اب غور کرو کہ عامہ یخصفین نے انھیں بڑے بڑے گروہ اسلام کا نو فرقوں میں کیا ہے اہل سنت و جماعت۔ معتزلہ۔ شیعہ۔ خوارج۔ مرجیہ۔ نجاریہ۔ جبریت۔ قدریت۔ مشبہ۔

فرقہ اہل سنت و جماعت

ان میں بھی اختلاف پیدا ہو کر کئی فرقے اور مذہب ہو گئے ہیں اگرچہ تھیں صدی سے پہلے کسی مذہب معین کی قید نہ تھی نہ تھا کہ ہذا کو شکر چنگیز خانی نے پامال کر دیا اور سلطنت اعلیٰ اسلام کی مراد ہو گئی تو لوگوں کی رائے مذہب مدبر پر قرار پائی اس لیے کہ مذہب اور مذہب کی نسبت کسی قدر مدون ہو چکے تھے مگر ابھی تک کوئی تقلید کو واجب نہیں مانا تھا بلکہ عوام کے لیے تقلید کو مستحسن خیال کرتے تھے علماء کے حق میں تقلید مکروہ مانتے تھے بعد اسکے علم کی کمی ہوتے ہوئے اور جبل بھٹنے پھٹنے کی ضرورت نے ترمی کی اور علماء مذہب اور ہر تمام عالم میں پھیل گئے اور ان مذہب کی تقلید مقرر ہو گئی اور بعض اہل تحقیق جو تقلید کے نتائج نہ تھے وہ خاص اس ضرورت سے تقلید میں بڑ گئے کہ عامہ خلق ان سے منحرف نہ ہو جائے اور برائے جانے لگے اور پھر بھی بعض ایک

مذہب چلنا نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے اور نہ اپنے حقوں پر اور لوگوں کے کہا بند ہونے کی خواہش کے قائل اہل سنت و جماعت ان مذہب اور ہذا دوسرے اصحاب مذہب متبوعہ جیسے مذہب سلیمان ثوری اور داؤد قہاری کو بھی شامل ہے اہل سنت کا انحصار انھیں چادر گروہ میں نہیں پھیلانے میں ہے سفیان ثوری کا مذہب ان کے سلوک میں چھپ گیا ہے۔ تاج الملک میں لکھا ہے کہ فرج بن برقعی نے جس کا لقب اصرہ اور شہہ ہجری میں پیدا ہوا تھا چاروں مسئلے میں احکام میں قائم تھے اور محمدان مذہب اور ہذا ہیں۔

ایک امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں

شہہ ہجری میں پیدا ہوئے نعمان نام تھا ابو حنیفہ کنیت امام اعظم لقب مگر کنیت حقیقی نہیں ہے نام کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تھا یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی ابوالملک حنیفہ قرآن میں لکھا ہے مسلمانوں سے خطاب کر کے کہا ہے و اتبعوا ملة ابراهيم حنیفاً یعنی تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو مستقیم تھا امام نے اس نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی اور دوبار ان کو عمل سے قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی جو کہ شرائط موجودہ تھیں اس لیے انھوں نے قبول نہ کیا اول بار ان کے بین یزید بن عمر بن ہبیرہ نے جو مردان حمار کی طرف سے کوئے کا گورنر تھا انکو اس عہدے کے اہل کار کرنے کے لیے کہا اور انکار کرنے پر ان کے سو کوئے اس طرح گلوئے کہ دس کوئے روزانہ دن تک گلوئے گئے جب امام موصوف کو کمال ایذا پہونچنے لگی تو فوج نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ اہل اہل کے لیے آپ کوئی کام قبول کر لیجیے امام موصوف نے مجبور ہو کر یہ خدمت چاہی کہ گھاس کے پتوں پر اس کی سرکار میں آئے اس کا حساب درست کرتے یزید نے اس خدمت کے قبول کر لینے کے بعد انھیں چھوڑ دیا اور دوسری بار یزید امین منصور دوانقی خلیفہ بغداد نے ان کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا امام نے انکار کیا تو ان کو کوئے گلوئے اور بعض کہتے ہیں کہ سو کوئے گلوئے اور بعض کہتے ہیں کہ دس کوئے گلوئے جانتے تھے اور قید کر دیا وہ مسلمان ہجری میں قید ہوئے تھے اور شہناہ کی تیاری کے لئے حینی انیس آئین ان کا حساب درست کرنے کا کام ان سے کرایا گیا اور قضا نے بین ہبیرہ دے گئے اور ماہ رجب شہہ ہجری میں انھوں نے وفات پائی قبل از دین

۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کرتے والوں کو غلبہ بخار یا پستانک کہ امام کا مذہب ملک ملک اس قدر شائع ہوا کہ کسی دوسرے کا مذہب اُسکے ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مصلح سے کے مصنفین نے امام صاحب سے روایت نہیں کی دوا یک روایتیں متفق ہیں تو اس الزام میں اور ائمہ بھی اُن کے شریک ہیں امام شافعی جنکو بڑے بڑے محدثین نے حدیث و روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے اُنکی سند سے صحیحین میں ایک بھی روایت نہیں بھی یوں کہہ دیجئے ہیں کہ وہ ائمہ حدیث سے نہیں ملنے پائے تھے جو کچھ انھوں نے حاصل کیا ہے حاد سے حاصل کیا ہے جو شاگرد ہیں ابراہیم غنی کے اور ابراہیم غنی نے علقمہ سے اور انھوں نے عبد اللہ بن مسعود صحابی سے حاصل کیا ہے اور یہ قول بھی باطل ہے اس لیے کہ انھوں نے بہت سے ائمہ سے روایت کی ہے جیسے امام محمد باقر اور عیسیٰ وغیرہ حالانکہ حاد کا وہ پایہ ہے کہ صرف اُن سے حاصل کرنا دوسروں سے روایت کرنے سے بے پروا کرتا ہے ابو حفص کیسے دعویٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کم از کم چار ہزار شخصوں سے حدیثیں روایت کیں لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ دعویٰ محدثانہ اصول پر ثابت نہیں ہو سکتا البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ امام نے ایک گروہ کثیر سے روایت کی ہے اور اسکا خود محدثین کو احقاقق ہے علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں اُن کے شیوخ حدیث کے نام لگائے ہیں اکثر میں لکھا ہے وہ خلق کثیر بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے بارہ سو ائمہ سے روایت کی ہے حافظ ابوالحسن شافعی نے تین سو انیس شخصوں کے نام بقید نسب لکھے ہیں لیکن چونکہ اُنکی فرست زیادہ عرفیہ سے حنیفہ سے ماخوذ ہے ممکن ہے کہ محدثین کو کلیتہً اس سے اتفاق نہ ہو۔ بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں یوں جواب دیا ہے کہ زیادہ استادوں سے اُن کا حاصل نہ کرنا اُن کے ذریعہ و اتوسے اور کمال علم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ زیادہ استاد ہوتے تو زیادہ حقوق ثابت ہو جاتے امام نے بہت سے حقوق کے ایفا کی قدرت اپنے میں پنا کر زیادہ استاد بنائے یہ جواب نہایت مناسب اور قوی ہے فقہائے حنفیہ امام کی روایت بہت سے صحابہ سے بھی ثابت کرتے ہیں اگرچہ اہل حدیث کے طریقے میں وہ ثابت نہیں ہیں مگر مصنفین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام نے چار صحابیوں کو پایہ ہے اور اس قول سے اکثر اہل حدیث نے بھی اتفاق کیا ہے ایک اُن میں سے انس بن مالک ہیں بصرے میں دوسرے عبد اللہ بن ابی اوفی بن علقمہ ہیں کوئے میں تیسرے سہل بن سعید ساعدی ہیں مدینہ میں اور

محمد بن یوسف الطویل عامر بن واصلہ کے میں جن ابن حجر نے کہا ہے کہ امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث روایت کی ہے اور تاریخ بغداد میں غیب نے بیان کیا ہے کہ امام نے انس بن مالک کو لکھا ہے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ امام کا انس کو دیکھنا صحیح ہے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نے انس کو دیکھا ہے اور وہ گیارہ یا تیرہ برس کے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ امام فرماتے ہیں کہ انس نے انس کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سنہ صغیر خطاب کرتے تھے اور کئی طریقوں سے آیا ہے کہ امام نے انس سے تین حدیثیں روایت کیں اور بعض لوگوں نے جو نفی کی ہے تو وہ اثبات کی معارض نہیں ہو سکتی اس وجہ سے اثبات ایسے محل میں باتفاق علما نفی پر مقدم ہے عبد اللہ بن ابی اوفی کے وقت میں امام چھ یا سات برس کے تھے اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جب لڑکے میں تین کی قوت آجائے مجمع ہے گو پنج سالہ کیوں نہ ہو ابن حجر راہی مختصر میں کہتے ہیں کہ پانچ برس کا سن صل حدیث میں مستحب ہے لہذا اسماعیل بخاری نے محمود بن ربیع کی روایت پانچ برس کے سن کی قبول کی ہے سہل بن سعدی کے عہد میں امام آٹھ یا گیارہ برس کے تھے اور امام نے پہلا حج سنی چھپائے ہجری میں سولہ برس کی عمر میں کیا ہے ابو طفیل عامر بن واصلہ جن کا انتقال مسئلہ ہجری کو ہوا اُن کی نسبت کہ میں موجود تھے پس امام کا ابو طفیل سے کہ جہاں میں ایک صحابی اُس وقت باقی تھے دلتا سند ہے اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ وہ دسے اور قیاس سے پر نسبت حدیث کے زیادہ کام رکھتے تھے اور حدیث کو چھوڑ کر اسے پر چلے تھے یہاں تک کہ ابو کبیر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں ایک باب امام پر دے کے لیے باندھا ہے اور سرخی اسکی باب الرو علی ابی حنیفہ مقرر کی ہے اور یہ نہایت بے اضافی کی بات ہے کیونکہ امام نے کبھی قیاس کے مقابلے میں کسی حدیث کو ترک نہیں کیا عقود ابجالی کے مضمون باب میں لکھا ہے کہ ایک بار امام باقر نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا کہ تم قیاس کی بنا پر حدیث سے روای کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو انھوں نے نہایت ادب سے کہا عیاذ اللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے فرمایا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت امام باقر نے فرمایا کہ عورت مرد ضعیف سے کہنا کہ دراشت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا امام باقر نے فرمایا کہ مرد کا امام ابو حنیفہ نے کہا اگر میں قیاس لگاتا تو فتوے دیتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کہ امام قیاس کی بنا پر زیادہ ملنا چاہیے پھر ابو حنیفہ نے پوچھا کہ نازا افضل ہے یا روزہ امام باقر نے

فرمایا کہ نماز ابو حنیفہ نے کہا کہ اس اعتبار سے معافہ پر نماز کی قضاء واجب ہوئی چاہیے نہ روزے کی حالانکہ میں روزے سے ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں امام باقر اس قدر غوش ہوئے کہ انھوں نے اس سے معافہ اور صافہ کر کے عذر کیا اور کہا کہ مخالفین غار سے نہیں مٹ کر رہے ہیں۔ امام جعفر نے بہ سند متصل روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہم اہل کربلا سے پھر سنت رسول سے پھر قضایا سے معافہ سے اور ہم اپنے عمل کرتے ہیں جس پر صحابہ کا اتفاق ہوتا ہے اور جس میں صحابہ کا اختلاف ہوتا ہے اسکو اور سب سے برقیاس کرتے ہیں اور یہی سب سے مدخل میں بہ سند صحیح امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے عن ابی عبد اللہ بن مبارک قال سمعت ابا حنیفہ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فطی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخذوا من قولہم واذا جاء من التاجعین فخذوا من قولہم یعنی جو سنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول آئے تو وہ سب لے کر لیں اور جو سنت صحابہ سے آئے تو اس میں سے ہم اختیار کرتے ہیں یعنی خاص صحابہ کے اقوال میں سے جس کا قول صحابہ معلوم ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں اور جس وقت تابعین سے آیا ہووے تو ہم اس کی مزاحمت کرتے ہیں یعنی اس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو غول دیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ تابعین کے قول میں کس طرح مزاحمت کرتے کیونکہ وہ خود بھی تابعین میں سے ہیں۔ قلام کو نفی فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض محدثین امام کے تابعی ہونے کو نہیں مانتے لیکن ان کے تابعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ تواریخی نے مسند ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ امام کا اصحاب سے روایت کرنا علماء کے نزدیک متفق ہے مگر اعداد اصحاب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سات مرد اور ایک عورت اور بعض نے کم و بیش ذکر کیا ہے۔ منکر یہ کہتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں چار اصحاب ضرور تھے لیکن ملاقات اور روایات ثابت نہیں مگر یہ اسکا محض تعصب و عناد ہے۔ اکثر محدثین کا یہ قول ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جسے صحابہ کو دیکھا ہو اگرچہ محبت نہ ہو۔ توحۃ العلماء میں مذکور ہے کہ امام نے فرمایا ہے اتوا کو اقولی بخیر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ترک کرو میرا قول بمقابلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور امام اذا صح الحدیث فہو مذہبی یعنی جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے صلحا و مستقامین میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب متفق ہیں کہ حدیث کو اسناد اسکی ضعیف ہو مگر قیاس اجتہاد

میں وہ مقدم ہے۔ میزان شعرائی میں ہے وما طعن احد فی قول من احوالہم الا بجهلہ امام حسن حدیث دلیلہ و امام من حیث دقة مدارکہ علیہ لاسبغ الامام الاعظم ابو حنیفہ الحدیث الجمع السلف والمخلف علی و درعہ و عبادتہ و دقة مدارکہ و استنباط و احشاء من القول فی دین اللہ بالراعی الذی لا شہد لہ ظاہر کتاب ولا سنة یعنی کسی شخص سے امام حسن کے قول میں طعن نہیں کیا مگر جو اپنی جہالت کے کہ یا تو اس کے قول کی دلیل اسکی کہ میں ذرا آئی یا اسکی باریکی سے اسکا ذہن قاصر رہا خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو کسی قول پر جو کسی نے اعتراض کیا ہے اسکا یہی سبب ہے جس کے علم و درع اور عبادت اور دقت نظر اور استنباطات پر سلف و خلف کا اجماع ہے اور سب اس بات کو مانتے ہیں کہ امام موصوفت دین خدا میں رائے کے ساتھ ایسی بات کہنے سے بچے ہیں جس کا ثبوت حدیث سے نہ ہو تاہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام نے احادیث صحیحہ کی صریح مخالفت کی ہے بلکہ یہ بات نہایت وسیع ہے اس لیے چند قواعد اجمالی ذکر کئے جائے ہیں بتقدیر میں میں سے احادیث ثوری کو اور ان کے بعد حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کو فی وضع بخاری کو یہ گمان ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے امام کے قواعد و اصول پر غور و غوض نہ کیا اگر غور کرتے تو ظن غالب ہے کہ ان کو اس قسم کی بدگمانی نہوتی امام کے بعض قواعد سے یہ ہے کہ خبر و احادیث حدیث قبول نہیں کی جاتی کہ جب وہ مخالفت اصول جمع علیہا کے ہو پھر اس وقت قیاس خبر و احادیث پر مقدم ہوگا خبر و احادیث کے قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیث پر مطلع نہوے یا ان کے ایک اس حدیث کی محبت نہ پائی گئی یا اس حدیث کی روایت بعض غیر فقہ سے پائی گئی یا اسکی نے اپنی روایت کے خلاف کام کیا جس سے اس حدیث کا نسخ و غیرہ ظاہر ہوتا ہے یا عموم بولے پایا گیا یعنی وہ ایسا امر ہو جسکے علم کی ہر شخص کو احتیاج ہو مگر اس میں منہر اس حدیث نے روایت کی پھر اس قسم کی روایت قابل قبح ہوگی یا وہ حدیث حدیث کفار سے روایت ہوئی جو شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور احتمال خطا سے راوی منکر و کاشہرہ یا قیاس کے مخالفت ہے یا اس قیاس کے جسکو دوسری حدیث سے قوت پہنچی ہو یا بعض سلف نے اس میں طعن کیا ہو یا صحابہ نے آپس میں ایک مسئلے میں اختلاف کیا جس میں خبر و احادیث

اور کسی نے اس سے احتجاج کیا پس احتجاج سے اعراض کرنا یہ دلیل نسخ یا عدم اعتماد کی ہے یا وہ حدیث ظاہر علوم قرآن کے مخالف ہو اس لئے کہ امام اعظم علوم قرآن کی تخصیص یا نسخ نہ واحد سے جائز نہیں سمجھتے اس لیے کہ خبر واحد ظنی ہے اور وہ یقینی اور تقدیم دو دلیلوں میں سے اس دلیل کی واجب ہے جو اقویٰ ہے یا وہ سنت مشہورہ کے مخالف ہو اس لیے کہ خبر مشہورہ خبر آحاد سے قوی ہوتی ہے یا وہ زائد علی القرآن ہو اس سے معلوم ہو گیا کہ امام خبر آحاد کو بدون حجت کے ترک نہیں کرتے بلکہ ایسی دلیل سے ترک کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قوی اور واضح ہوتی تمام منفعیہ کا اسرار جامع ہے کہ مذہب حق میں منفعیہ حدیث راے سے اولیٰ ہے اسی وجہ سے احادیث مرسلہ پر عمل کرتے ہیں اور قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا جب تک راے کا استعمال نہ کیا جائے اس لئے کہ راے سے اس کے معنی کا اور الگ کیا جاتا ہے جو مدار احکام میں بعض محدثین اس اصول کے ترک سے بہت بڑی غلطی میں پڑ گئے اور انھوں نے یہ کہا کہ اگر ایک بکری کا دودھ ایک روکا اور ایک لڑکی، یہیں تو ان مدلولات میں حرمت رضاعت ہو جاتی ہے۔ ہاں راے محض قابل عمل نہیں۔

امام نے اول فقرہ کو مرتب کیا اور سب سے پہلے کتاب فرائض و کتاب شروط مرتب کی۔ در مختار میں امام ابو حنیفہ کے جہان اور اوصاف لکھے ہیں ان میں یہ بھی لکھا ہے جہاں جہاں علیہ السلام یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق عیسیٰ علیہ السلام حکم کرے اور عیسیٰ نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرے اور انکا اجتہاد امام ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑے گا لیکن شافعیہ موافق اجتہاد امام شافعی کے مدعی ہونگے سید احمد طحاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا ہے کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موجب ہونا ہرگز لائق نہیں ہے ایسی باتوں سے منقبت ثابت نہیں ہوتی بلکہ قائل کی مذمت ثابت ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معصوم مطلق ہیں اور امام ابو حنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد کسی خطا کرتا ہے اور کبھی ثواب کو پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے صاحبین نے اکثر میں دو ثلث احکام سے انکا خلاف کیا کہ جس جو شخص معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی تقلید کیونکر کرے جس کی صفت غلطی و غلطی ہے امام صاحب کی فضیلت ایسی ہے اہل چیزوں کے ساتھ ثابت کرنا جس سے تخصیص انبیا علیہم السلام کی

امام نے کہا ضرور ہے جبکہ ان کے فضائل واقعیہ بے شمار موجود ہیں جن میں علمائے محققین نے انکا تصنیف کی ہیں اگر امام ابو حنیفہ ایسے انکار کو سنتے تو قائل کی نسبت کیا فتویٰ دیتے۔

دوسرے امام مالک ابو عبد اللہ

ان انس بن مالک بن ابوعامر اصبحی ہیں کہ سنہ ۳۰ ہجری میں مدینہ کے اندر پیدا ہوئے ابو عامر صحابی تھے اور یہ انس بن مالک غیر ہیں انس بن مالک سے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے باوجودیکہ اور تینوں امام کا حال بیان کیا ہے مدینہ میں انکا مکان وہ تھا جو مکان امین مسعود کا تھا اور مسجد نبوی میں اس مقام پر بیٹھا کرتے تھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھے تھے احیاء العلوم میں ان کے ذہن و سلوک کی بہت سی حکایتیں لکھی ہیں امام مالک نے ابتدا سے عمر میں علم نہایت تنگدستی کی حالت میں لکھا تھا اپنے مکان کی چھت اکھڑنے اور اسکی لکڑیاں فروخت کر کے کتابیں خریدتے۔ بعد اسکے کہ وہ بزرگ دولت نے ایسا بیع کیا کہ نہایت عمارت اور خدم و حشم کے ساتھ رہنے لگے پھر ہر س کی عمر میں مسند افتادہ پر قدم رکھا تھا اور مجلس میں اٹکی اٹلی درجے کا ہیبت و وقار ہوتا تھا۔ جہاں اور بشرحانی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کی شاگردی کو فخر جانتے تھے امام مالک سے کسی نے سوال کیا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق امام صاحب نے فرمایا کہ اس میں کوئی مار ڈالو کہ اس کے کلام سے بہت سے نفع پیدا ہونگے اور ہم بن صفوان نے ان سے اس بات کا کہ استوی علی الارض کے کیا معنی ہیں انھوں نے بہت طویل کے بعد جواب دیا لا استواء غیر مجہول والکعب خیر معقول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة امام مالک اس شخص کو ہماری مجلس سے نکال دو کہ یہ بدعتی ہے۔ امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ بعد افضل امت کون ہے کہا حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں استفسار کیا تو جواب دیا کہ چنوا یا ان دین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ملا کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر تفضیل دیتا ہو اور وہ کہتے تھے کہ میں نبی کے جگر پارے بیٹے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی ابراہیمؓ کو تفضیل نہیں دیتا اور امام موصوف و دشمنان

اور ان کے مرنے کی دعائیں کیں۔ علمائے عراق و مصر نے ایسی تعینیں لگائیں کہ مین سے بڑا
بے حرمتی و بے عزتی سے قید کر کے بیچے گئے ہزاروں آدمی ملاست کرتے اور گالیان دیتے جاتے تھے
یہی سنی امام شافعی کے حالات ہیں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے انہیں کہا ہے کہ امام شافعی جب
ہارون الرشید کے دربار میں گرفتار ہو کر آئے تو قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون الرشید
امام شافعی کے قتل کی برائے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک نہیں کیا جائیگا تو یہ شخص سلطنت
مصر ہو جائیگا افسوس یہی کو با این ہمہ محدثیت یہ بھی خیال نہ آیا کہ قاضی ابو یوسف
زمانے سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ خود محدثین ہی نے اس روایت کی
تکذیب کی حافظ ابن حجر نے جن سے بڑھ کر ان کے بعد محدث نہیں ہوا امام شافعی کے حالات میں ایک
کتاب لکھی ہے اس کتاب کا نام توالی التامیس بمعانی ابن ادریس ہے اور اس میں بہرین پر مباح
گئی ہے وہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں فیہ منکذ و غالب ما فیہا موضوع و بعض
ملفق من روایات ملفقه و وضع ما فیہا من الکذب قولہ فیہا ان ابی یوسف و محمد
الحسن خوضا الرشید علی مثل الشافعی یعنی یہ روایت اور اسکا اکثر حصہ موضوع ہے اور بعض
دوسری غلط روایتوں سے ماخوذ ہیں اور جو صحیح جھوٹ اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ابو یوسف
اور محمد بن الحسن نے ہارون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی ترغیب دی۔

ان کی تصنیف سے اصول دین میں چودہ کتابیں ہیں اور فروع دین میں سو کتابوں سے
زیادہ تصنیف کی ہیں امام احمد سے نقل ہے کہ میں نسخ و نسخ حدیث میں سے اور خاص عام اور
مفصل نہ جانتا تھا جب تک امام شافعی کی صحبت میں نہ بیٹھا تھا۔ ایک سند بھی امام شافعی کی دور
نسب ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جن احادیث کو امام شافعی نے شاگردوں سے بیان کیا کرتے تھے
ان میں سے جس قدر حدیثیں بیچ بن سلمان شاگرد بے واسطہ امام شافعی سے ابو العباس محمد
یعقوب احم نے سنی تعین انکو ابو جعفر محمد بن مطر بن شاپوری نے کتاب ام و مبسوط سے چھانٹ کر
علحدہ جمع کیا ہے چونکہ یہ کام ابو العباس صم کی فرمائش سے شروع میں آیا ہے اس لیے وہی
امام شافعی کی طرف منسوب کی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ خود ابو العباس نے ان احادیث کو اٹھا
کیا تھا اور محمد بن مطر صرف کاتب تھا مگر یہ کتاب نہ مسندوں کے مطور پر ہے نہ ابواب کی ترتیب میں ہے

یہ حدیثیں کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی احادیث کو صحابہ پر ترتیب دی ہو مثلاً
احادیث ابوبکر کو مطلقہ اور روایات حضرت عمر کو جدا لکھیں۔

چوتھے امام احمد بن محمد بن حنبل

یہ روزی بغدادی ہیں جو بغداد میں تلامذہ بھری میں محمد بن ابو جعفر منصور کے عہد میں
ہوا جو اسے ان کا نسب ربیعہ بن معد بن عدنان سے ملتا ہے امام شافعی سے فقہ اور اصول فقہ
لے لیا تھا مگر تاسف کرتے تھے کہ میں امام مالک کے ساتھ جمع نہ ہوا اس لیے کہ امام مالک اس سال
موت ہو گئے جب انھوں نے علم حدیث کو شروع کیا نہایت کریم الخلق ہو کر متواضع تھے پانچ بار حج
کیا۔ ان میں سعید کہتے تھے کہ ثوری کے ساتھ ورج مر گیا شافعی کے ساتھ منین مر گیا احمد مر گیا تو
وہ ظاہر ہو جائیگی۔ ایک بار اسحاق بن ابراہیم حاکم بغداد نے ان سے دریافت کیا کہ سمیع و بصیر کے
کا لفظ میں جواب دیا اللہ ایسا ہے جیسا اُسے اپنے نفس کی تعریف کی ہے اسحاق نے کہا اس کا مطلب
یہ ہے کہ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا کہ جو اسے اپنا وصف کیا ہے ویسا ہی ہے
اور ان الفاظ کے باب میں جن کے ظاہر ہی معانی سے اللہ تعالیٰ کی حیثیت سمجھی جاتی ہے سلف کے
ساتھ موافق تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں اور بعض جگہ تاویل بھی کرتے تھے
امام احمد کے پیچھے کہتے تھے کہ میں نے اپنے چچا سے سنا ہے کہ ایک بار مناظرے میں میرے سامنے
یہ شخص پیش کی گئی کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سورہ بقرہ اور سورہ تبارک آجلی میں نے
کتاب دیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی قدرت آجلی۔ امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ قرآن غیر مخلوق
ہے ان سے کہا گیا کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے تو بولے کہ اللہ کی کتاب کوئی اس کے مشابہ نہیں
ہے انھوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن غیر مخلوق ہے تو مستزاد کے زور اور رسوخ کی وجہ سے مع
یہ نوح یا زبیر عطوس کو روانہ کئے گئے ماہ رمضان سنہ ۲۴۱ ہجری میں کہ غلیظہ مقصر عباسی کا عہد تھا
ان کو اسے گواہ کئے اور قید کئے گئے تاکہ اپنے اس قول سے پھر جائیں مگر یہ اپنے قول سے نہ ہٹے
اور قرآن کو مخلوق نہ کہا اٹھائیس ماہ قید میں رہے بھاری بھاری زنجیریں انکے پاؤں میں
دالی کیں دولت کرنے کو مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ انکے ٹاپنے مارنے اور شہ پر تھوکتے

یہ حدیثیں کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی احادیث کو صحابہ پر ترتیب دی ہو مثلاً
احادیث ابوبکر کو مطلقہ اور روایات حضرت عمر کو جدا لکھیں۔
یہ روزی بغدادی ہیں جو بغداد میں تلامذہ بھری میں محمد بن ابو جعفر منصور کے عہد میں
ہوا جو اسے ان کا نسب ربیعہ بن معد بن عدنان سے ملتا ہے امام شافعی سے فقہ اور اصول فقہ
لے لیا تھا مگر تاسف کرتے تھے کہ میں امام مالک کے ساتھ جمع نہ ہوا اس لیے کہ امام مالک اس سال
موت ہو گئے جب انھوں نے علم حدیث کو شروع کیا نہایت کریم الخلق ہو کر متواضع تھے پانچ بار حج
کیا۔ ان میں سعید کہتے تھے کہ ثوری کے ساتھ ورج مر گیا شافعی کے ساتھ منین مر گیا احمد مر گیا تو
وہ ظاہر ہو جائیگی۔ ایک بار اسحاق بن ابراہیم حاکم بغداد نے ان سے دریافت کیا کہ سمیع و بصیر کے
کا لفظ میں جواب دیا اللہ ایسا ہے جیسا اُسے اپنے نفس کی تعریف کی ہے اسحاق نے کہا اس کا مطلب
یہ ہے کہ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا کہ جو اسے اپنا وصف کیا ہے ویسا ہی ہے
اور ان الفاظ کے باب میں جن کے ظاہر ہی معانی سے اللہ تعالیٰ کی حیثیت سمجھی جاتی ہے سلف کے
ساتھ موافق تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں اور بعض جگہ تاویل بھی کرتے تھے
امام احمد کے پیچھے کہتے تھے کہ میں نے اپنے چچا سے سنا ہے کہ ایک بار مناظرے میں میرے سامنے
یہ شخص پیش کی گئی کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سورہ بقرہ اور سورہ تبارک آجلی میں نے
کتاب دیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی قدرت آجلی۔ امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ قرآن غیر مخلوق
ہے ان سے کہا گیا کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے تو بولے کہ اللہ کی کتاب کوئی اس کے مشابہ نہیں
ہے انھوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن غیر مخلوق ہے تو مستزاد کے زور اور رسوخ کی وجہ سے مع
یہ نوح یا زبیر عطوس کو روانہ کئے گئے ماہ رمضان سنہ ۲۴۱ ہجری میں کہ غلیظہ مقصر عباسی کا عہد تھا
ان کو اسے گواہ کئے اور قید کئے گئے تاکہ اپنے اس قول سے پھر جائیں مگر یہ اپنے قول سے نہ ہٹے
اور قرآن کو مخلوق نہ کہا اٹھائیس ماہ قید میں رہے بھاری بھاری زنجیریں انکے پاؤں میں
دالی کیں دولت کرنے کو مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ انکے ٹاپنے مارنے اور شہ پر تھوکتے

اور ہر شام کو جیل خانے سے ناکر کوڑے مارے جاتے تھے اور شکنیں بھی اندر مٹی تھیں متوکل کی بہت
تعلیم کرتا تھا ایک روز متوکل سے ایک شخص نے بیان کیا کہ احمد بن حنبل آپ کے باپ دادا کو زندہ کر کے
ہین اور انکو بڑائی سے یاد کرتے ہیں متوکل نے جواب دیا کہ سامون سے ایسی باتیں ملا دی تھیں
لوگوں کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش ہوئی اور ابواسحاق مصنف محمد بن ہارون اور سفید حنفی
اسکو کلام سے بہرہ نہ تھا اور میرے بھائی واثق ہارون بن مصنف کے حق میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ
انکے لیے مستحق ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کے دوسو کوڑے لگائے جائیں جس افسر کو اس حکم کی
تعمیل کے لیے متعین کیا تھا اسے بچاے دوسو کے پاس کوڑے لگوائے متوکل نے اس زیادتی کا
سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ دوسو تو حضور کے حکم کی تعمیل کے لیے لگائے ہیں اور دوسو خدا کا
جنامندی کے لیے لگائے اور دوسو اس پر لگائے کہ اسے امام احمد جیسے نیک آدمی پر افترا کیا ہے۔
امام احمد کی بہت سی تصنیفیں ہیں ان میں سے ایک تفسیر ہے کہ نہایت سسط سے لکھی ہے اور
کتاب الزہد اور کتاب التواضع و المنسوخ اور کتاب المنک الکبیر اور کتاب المنک الصغیر اور کتاب
حدیث شعبہ اور کتاب فضائل صحابہ اور کتاب فضائل حضرت ابوبکر میں اور کتاب فضائل حسین میں اور
کتاب تاریخ میں اور کتاب الاشتر مگر یہ کتابیں متوسط درجے پر ہیں دوسرے محدثین کی کتابیں ان
بیانات میں ان کتب سے کم نہیں بلکہ لغو رکھتی ہیں۔ ایک بہت ضخیم مسند بھی ان کی تالیف
سے ہے کہ جس کو بطور بیاض کے اپنی حیات میں جمع کیا تھا اور ترتیب و مذہب نہیں کرتے
پائے تھے کہ مستشرقین کی عرب میں سنی مذہب اور میں محد خلافت متوکل میں انتقال کر گئے انکے
بعد انکے بیٹے عبداللہ نے پھر ابوبکر قطیبی نے جس نے اس کتاب کو عبداللہ سے روایت کیا تھا کچھ
اس مسند میں زیادہ کیا اور حسن بن علی نے اس کتاب کو اجزا پر تقسیم کیا یہ حسن وہ ہے جسے قطیبی نے
اس مسند کو روایت کیا ہے اہل علم کے بیٹے نے اگرچہ اس کتاب کی ترتیب و مذہب کی ہے مگر فاضلین
بہت سی کی ہیں کہ مدینوں کو شامیوں میں اور شامیوں کو مدینوں میں درج کر دیا ہے اس مسند
میں کل چالیس ہزار اور بقولے قسین ہزار حدیثیں ہیں اور امام احمد نے اسکو ساڑھے سات لاکھ
احادیث سے انتخاب کیا ہے اور اس میں اٹھارہ مسند ہیں اور ایک سو پندرہ اجزا پر منقسم ہے
اشتر اللغات میں لکھا ہے کہ امام احمد ہی کے سبب سے صحیح اور سقیم اور مروج و معلول کو پہچانا گیا

امام ابو حنیفہ کا مذہب امام احمد کے بالکل موافق ہے کہیں تھوڑا سا فرق ہے اور امام شافعی کا مذہب
امام احمد کے مذہب کے مخالف ہے۔ ایک سو پچیس مسئلے اصول مسائل میں سے ایسے ہیں
ان میں امام احمد امام ابو حنیفہ کے ساتھ موافق ہیں اور شافعی کے ساتھ مخالف۔ نو آب
میں حسن ثانی نے فقہار وغیرہ میں نقل کیا ہے کہ علم حدیث میں کسی کو وہ حق حاصل نہیں جو
امام احمد بن حنبل کو ہے اور انکے مذہب میں جتنے احادیث گذرے ہیں وہ اور کسی مذہب میں کم گذرے ہیں
میں بطور ابن قیم انکے مذہب پر تھے خصوصاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی انکے مذہب میں تھے
امام حنیفہ کئی باتوں میں ان سے مخالفت بھی ہیں۔

ابن تیمیہ

امام داؤد انشوران میں لکھا ہے کہ شیخ فخر الدین احمد بن تیمیہ اللہ کے لئے جنت اور حائز
جنت کرتے تھے کتھے کتھے کہ نفی جنت سے نفی صلیح لازم آتی ہے مگر ولانا شاء ولی اللہ نے
ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی نسبت جو کئی باتیں مشہور ہیں مثلاً (۱) استوی علی العرش
کے لئے فوق العرش کتھے تھے سو اس مسئلے میں جو مذہب لکھا ہے وہی ابوالحسن اشعری کا ہے اشعری
اس کتاب میں کہتے ہیں کہ میں صفات الہی کے مسئلے میں اور اللہ کے فوق العرش ہونے کے
میں امام احمد کے مذہب پر ہوں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ کو عرش کے ساتھ جو خصوصیت
ہو وہ اور مخلوق کے ساتھ نہیں ہیں اس خصوصیت کو استوی کے ساتھ تعبیر کیا ہے (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور اہل بیت کو جانا ممنوع قرار دیتے تھے یہ بھی تحقیق کے خلاف ہے انھوں نے مطلقاً زیارت کو
میں کیا ہے بلکہ خاص زیارت کے ارادے سے سفر اختیار کرنے کو منع کیا ہے اور یہ حدیث نبوی
کے مطابق ہے۔ (۳) غوث و قطب و خضر کے وجود سے انکار کیا ہے اور صوفیہ کے ساتھ اس باب
میں اہل حق نہیں مگر یہ باتیں کتاب و سنت سے کب ثابت ہیں۔ (۴) محمد بن حسن عسکری کو امام
مذہب نہیں مانتے جو شیعیہ کے نزدیک امام دوازہم ہیں یہی عقیدہ اہل سنت کا بھی ہے (۵) جناب
ہم کے ساتھ ہے ادنیٰ کی ہے مگر یہ اپنے افسر ہے اصل یہ ہے کہ شیعیہ نے جس طریق سے خلفائے ثلاثہ پر
عصمت کے ہیں ابن تیمیہ نے اسی قسم کی باتیں جناب میر میں ثابت کی ہیں جنکا سفید کو بھی
اعتراف ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ باتیں نقصت کا موجب نہیں اور جن باتوں سے

شیعہ نے جناب امیر کی تعظیم ثابت کی ہے ابن تیمیہ نے خلفائے ثلاثہ کی تعظیم کے لیے رد
بتائی جن مگر شاہ صاحب کو ابن تیمیہ کے واقعی عقیدے کی خبر نہ تھی جو ان کو اشد تعالیٰ
جیسے جنت اور جانب کے ثبوت کا ہے ورنہ اس باب میں ایسی تاویل نہ کرتے جو رائے امام ابو
اور اشعری کی ہے یہ آپس پر نہیں۔ ابن بطوطہ نے اپنے رول میں مقام دمشق کے حال میں لکھا
میں ابن تیمیہ کے وعظ میں جمعہ کے دن حاضر ہوا تھا وہ مسجد جامع میں ممبر ہر بیٹھے وعظ
تھے اس وقت انھوں نے یہ کہا کہ اللہ آسمان دینا پر اس طرح اُترتا ہے جس طرح
اُترتا ہوں اور ممبر کے ایک درجے سے دوسرے درجے پر اُتر آئے۔ اور ابن تیمیہ کا طلاق کے باب
یہ مذہب ہے کہ جب عورت کو ایک کلمے سے تین غلاتین دی جائیں تو ایک ہی طلاق لازم آتی ہے اخیر
باقون کی وجہ سے قید کر دئے گئے جہاں میں فیقعدہ شہد جبری کو انتقال کیا۔ ابن تیمیہ کے
وہ شوق اور اضطلاح و شوق اور تھوڑے سے مصر میں ایک موجود ہیں عرب میں وہ مذہب ہیں جن پر
میں کے ایک صفحہ میں اسما علی وزیدی سقط میں باطنی محمد بن شعیب باقی تمام طوائف میں سختی شافعی

اشعاره - ماتریدیہ - خنابلہ

اہل سنت کا اخلاق مذہب حنفی۔ مالکی شافعی اور حنبلی پر باعتبار فروع کے ہے اور باضابطہ اصول کے یہ لفظ تین گروہ کو شامل کرتے ہیں اہل سنت کے اعتقاد میں بین المذہبین شاعری عامیہ کی اشاعرہ شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل شاعری کے متبع ہیں جو سنی مذہب سے جبری ہیں پیدا ہوئے تھے اور وہ ابو موسیٰ شاعری کی جو حضرت سرور عالم کے صحابی تھے اولاد میں سے ہیں اور اشعر فلک یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے شیخ موصوف ربو علی جہانی کے شاگرد تھے اور مذہب اشعر فلک میں نہایت متعصب تھے اور چالیس برس تک معتزلی رہے یہاں تک کہ معتزلہ کے مقتدرانہ ماننے لگے پھر شیخ موصوف اپنے استاد سے پھر گئے جیسا کہ ہم قبل اس سے بیان کر چکے ہیں اور اعتزال کو چھوڑ کر اور بغداد میں داخل ہوئے اور ذکر یا سماجی وغیرہ سے علم حاصل کیا لکھا ہے کہ جب اعتزال سے بیزار ہوئے تو اول اپنے گھر میں ہندوہ دن یک شہر رہے اور لوگوں سے نہیں ملے بعد اسے جامع مسجد میں گئے اور میر پرچر حکم کو اسے مسلمانو اس عرصے میں کہ میں تم سے حنفی پر مانور کرتا رہا مگر کوئی دلیل

ابو الحسن اہل کوفہ میں ایک شخص کو دوسری شے پر ترجیح دے سکتا ہوا تک کہ
اس نے مجھ ایسے اعتقادات کی جانب ہدایت کی جنہیں میں نے اپنی کتب میں لکھا ہے اور
اپنے اگلے اعتقادات کو چھوڑ دیا اور وہ کتابیں جو اہل سنت کے مذہب پر لکھی تھیں
ان کو دیرین طبقات شافعیہ میں خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے کہ ابو الحسن اشعری
موت می کتابیں متزلزلہ جہمہ - فواج اور تمام اقسام اہل بدعت کے رد میں لکھی ہیں۔
اسلام نے اپنے طبقات میں ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ ابو الحسن کی تصنیفات سے
ابن کتابیں ہیں اور وہ بصری جن مگر بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہ ابن کتاب
اس کتاب جہمہ میں انتقال ہوا ہے ابو اسحاق اسفرائینی نے حکایت کی ہے کہ شیخ
ابو اسحاق مروزی سے فقہ کہتے تھے اور ابو اسحاق ان سے علم کلام سیکھتے تھے اور ابو بکر
ابن طبقات متکلمون میں لکھا ہے کہ اشعری فقہ میں شافعی کے مذہب پر تھے اور یہ جو
ابن کتاب کہتے ہیں کہ وہ اہل کوفہ تھے یہ وہ ہے شافعی ہی تھے متزلزلہ جہمہ کو اشعری بھی کہتے ہیں ابن جوزی
ابو ذریعہ الرحمن بن احمد نے اول مذہب شافعیہ کو حرم میں داخل کیا اور وہ ان رواج دیا۔

یہ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی کی طرف منسوب ہیں جو تین واسطے سے امام
عادل کے شاگرد ہیں اور فقہ میں حنفی المذہب تھے ان کے زمانے میں ریاست مذہب امام
عادل کی اپنمنشی ہوئی ابو منصور کثرت تھی فقہ ابو بکر احمد جو زجاجی تلمیذ ابو سلیمان جو زجاجی سے
مسل کیا۔ طبقات احنفہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے اس بات کو مسلمانوں پر مقرر کر دیا تھا کہ جو کمالی علی
سے تعلق رکھنے والی حاجات کو پورا کریں یہاں تک کہ اگر انکی حاجات کو پورا کرنے میں کمی کریں تو اسکا
کرم ان پر قرض سمجھا جائے جیسا کہ زکوٰۃ نہ بچائے تو وہ قرض دیتی ہے اور یہ بات خاص ان کے
حاجات میں سے تھی۔ کتاب التوحید کتاب المقالات۔ کتاب بیان فساد رائے المعتزہ۔ کتاب دو
مصلحہ روافض۔ کتاب رد وقراطہ۔ کتاب الرد علی اذوالکعبی۔ کتاب رد اصول غسہ محمد باقر وغیرہ
میں طائفت مشہور ہیں علاوہ ان کے کتاب تاویلات القرآن، ایسی تصنیفات کی کہ اپنا نظیر نہیں ملتی
اس میں جو تصنیفات پہلے جو ملتی ہیں کوئی ایسی برابری نہیں کر سکتی مگر سکتی مگر سکتی مگر سکتی ایک
نام ہے جس میں آپ ربا کرتے تھے لیکن جن کو سرفند کے مشرور ہیں سرفند میں کسی فہرست کا نام نہ

[illegible]

سنت جہری میں وفات پائی مرقند میں دفن کئے گئے اور دین پناہ تاریخ وفات ہے۔
خدا بلکہ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی کے متبعوں کا نام ہے۔

اشعریہ اور ماتریدیہ اور حنبلیہ میں اس بات میں اختلاف ہے کہ کنوین بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا لہجہ میں سے ہے یا نہیں اور اشیا میں حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی اور ذات ایمان میں اقل و زیادتی کو دخل ہے یا نہیں اور جب بندے سے ایمان پایا جائے تو اسکو یہ کہنا جائز ہے یا نہیں کہ میں ایمان والا ہوں کہ اللہ نے چاہا اور اللہ تعالیٰ کا کلام لفظی جو مرکب ہے حروف اور آواز سے اور اصطلاح علماء سے اصول اور عرف شریعت میں کسی کو قرآن کہا کرتے ہیں اور اس سے وہ معانی و مضامین جو خدا کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہیں اور کلام نفسی کہلاتے ہیں سمجھے جاتے ہیں حادث ہے یا قدیم وغیرہ وغیرہ باتیں ہیں اتفاق ہے سو مسئلہ اختلاف فیہ میں مالکی اور شافعی لوگ امام ابو الحسن اشعری کے تابع ہیں اس وجہ سے ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی لوگ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کے تابع ہیں اس سبب سے ان کو ماتریدیہ کہتے ہیں اور امام احمد حنبل کے متعلق لوگ حنبلی کہلاتے ہیں اس طریقے کے کچھ لوگ شام عراق ہندو اور نجد کے نواحی میں ہیں وہ اب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ یہ ان صفات انہی کی تائید کے مستند نہیں جن کے معانی سمیت پر دلالت کرتے ہیں اور جو لوگ خاص متبع ہیں وہ اپنے آپ کو ہرگز حنبلی نہیں کہتے کہلاتے ان کا لقب محدث اور خطاب اہل سنت ہے ابو الفدا نے لکھا ہے کہ سنت میں خدا بلکہ بنی ہندو میں لوگوں پر بہت سختی کی سر دامن اور علما پر خاک ڈالتے اور شراب دیکھ کر گرا دینے کا نئے والوں کو مارتے اور ان کے ساز وں کو توڑ ڈالتے اور لوگوں پر فرید و فروع اور چلے پھرتے ہیں اعتراض کرتے کہ تو اے یہ حال دیکھ کر ان کو شک کیا اور حکم دیا کہ تم میں سے کوئی امام بن کر ناز و بڑھائے جب تک بسم اللہ الرحمن الرحیم پکار کر نہ کہے لیکن انھوں نے تعمیل کی یہ راضی باللہ خلیفہ نے خالہ کو ایک فرمان اعتقاد و تشبیہ سے مانعت اور زجر کے لیے لکھا اس میں بیان کیا کہ تم یہ اعتقاد کرتے ہو کہ تمہارے بڑے بڑے چہرے رب العالمین کی صورت پر ہیں اور تمہاری ہیئت خدا تعالیٰ کی ہیئت پر ہے اور تم کہتے ہو کہ اُس کے بال گھونگروالے ہیں اور اُس کے آسمان پر چڑھنے اور دنیا پر اترنے کے تم خالق ہو میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم ان باتوں کو چھوڑو گے تو تم کو قتل کر دینگا اور تمہارے گھر وں اور محلوں کو برباد کر دوں گا۔ اور سنت میں حنبلیوں

اور انہی کے درمیان بنیاد میں بڑا فرقہ برپا ہوا۔

اصحاب حدیث و اہل رائے

ہندوستانی نے مل و نمل میں کہا ہے کہ اصحاب حدیث اہل حجاز ہیں اور وہ یہ لوگ ہیں ایمان مالک بن انس۔ یاران محمد بن احمد بن شافعی۔ یاران سفیان ثوری۔ یاران احمد بن حنبل۔ یاران داؤد بن علی اصفہانی۔ ان کو اہل حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کا سارا اہتمام حدیث حاصل کرنے اور نقل کرنے کی جانب تھا اور تمام احکام کی بنیاد انھوں پر رکھتے تھے جب تک اثر و نفیر ملتی تھی قیاس علی دفعی کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔
اصحاب رائے اہل عراق ہیں اور وہ امام ابو حنیفہ کے یار ہیں۔ محدث ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اہل رائے کی سرخی سے ایک باب باندھا ہے اور عنوان کے نیچے یہ نام لکھے ہیں۔ ابن ابی لیلی۔ ابو حنیفہ۔ ربیعۃ الراے۔ زفر۔ اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ مالک بن انس۔ ابو یوسف قاضی۔ محمد بن حسن۔ ابن ابی عقیبہ نے سلسلہ میں وفات پائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تیسری صدی تک مذکور بالا لوگ اہل رائے کے لقب سے مشہور تھے اور اس لقب کے ساتھ اول اول جن کو امتیاز حاصل ہے وہ ربیعۃ الراے ہیں جو امام مالک کے استاد اور شیخ اکھبر تھے رائے کا لفظ ان کے نام کا جز بن گیا ہے اور تاریخ و اسما الرجال کی کتابوں میں ہمیشہ ان کا نام ربیعۃ الراے لکھا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو لوگ علم حدیث کے درس و تدریس میں مشغول تھے ان میں دو فرقے قائم ہو گئے ایک وہ جن کا کام صرف حدیثوں اور روایتوں کا جمع کرنا تھا وہ حدیث سے صرف میں جیسا الروایت بحث کرتے تھے برائیک کہ ان کو نسخ و منسوخ بھی سواد کا فرقہ دوسرا فرقہ حدیثوں کو استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لحاظ سے دیکھتا تھا اور اگر کوئی نص صحیح نہیں ملتی تھی تو قیاس سے کام لیتا تھا اگرچہ یہ دونوں جثینین و دین فریق ہیں کسی قدر مشترک تھیں لیکن وصف غالب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا تھا بھلا فرقہ اہل الروایت اور اہل حدیث اور دوسرا فرقہ مجتہد اور اہل رائے کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امام مالک سفیان ثوری اور داؤد زاعمی اس لیے

اہل الرائے کھلائے کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ مجتہد مستقل اور بانی مذہب تھے لیکن چونکہ ان لوگوں میں بھی معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے لحاظ سے اختلاف مراتب تھا اس لیے اصناف طور پر بھی اس فرقہ میں سے ایک کو اہل الرائے اور دوسرے کو اہل حدیث کہتے مثلاً امام مالک کی پر نسبت امام ابو حنیفہ پر مجتہد اور اہل الرائے کا لقب زیادہ موزون تھا اور چونکہ عام محدثین کے برخلاف روایت میں روایت سے بھی کام لیتے تھے اس لیے ان کی نسبت اس لقب کو زیادہ شہرت ہوئی امام احمد سے لوگوں نے پوچھا کہ تم امام ابو حنیفہ پر کیوں اعتراض کرتے ہو انھوں نے جواب دیا رائے کی وجہ سے پھر کہا گیا مالک صاحب رائے نہیں فرمایا مگر ابو حنیفہ اس اب میں ان کے زیادہ ہیں پھر کہا گیا تم مالک کی نسبت بر قدر ان کے حصے کے کیونکہ ان کا کلام کرتے احمد چاہتے ہو

عقائد ماتریدیہ کی تفصیل

اسباب علم

جو علم یعنی یقین دلیل میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسے کسی اور استدلالی و نظری کہتے ہیں اور جو بغیر غور و تامل کے حاصل ہو جائے وہ خبری ہی و بدیہی ہے۔ اور اسباب علم بطور جریان عادت آئی ظاہر میں تین ہیں اول حواس خمسہ ظاہریہ کہ سمع - بصر - شہ - ذوق اور لمس ہیں سمع کا تون سے سننے کی قوت کا نام ہے اور بصر آنکھ سے دیکھنے کی قوت کہتے ہیں اور شہ ناک سے سونگھنے کی قوت ہے اور ذوق زبان سے چکھنے کی قوت ہے اور لمس بدن سے جو کہ دریافت کرنے کی قوت ہے گو کبھی بعض موقوفوں پر کسی مانع کے سبب سے جمل قطعی کرتی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے اور صغریٰ شیریں کو تلخ جانتا ہے مگر یہ نارہمہ والنا دد کا معدوم پس غالباً عدم موانع کی صورت میں جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اسے حواس کو مفید علم یقینی و قطعی جانتے ہیں اور چونکہ حواس باطنیہ کے وجود کے دلائل علماء اصول اسلامیہ کے نزدیک کامل نہیں اس لیے ان کے ذکر سے اعراض کیا گیا۔ دوم عقل گو عقل بھی قبل از اجاست و ہم خیال کے یا سببے کا نظر کرنے شرائط بر مان کے حفاظت کرتی ہے لیکن چونکہ اکثر اہل متونے کی صورت میں یقین حاصل ہوتا ہے اس لیے عقل بھی مفید علم یقینی و قطعی ہے

دوم خبر ہے کہ حق تعالیٰ نے واسطے حاصل ہونے سے سمع کے مافی الضمیر تک پر اس کو وضع کیا ہے لیکن مثال کذب تکلم بھی قصداً اور کبھی غلطاً اسباب علم یقینی سے نہیں بلکہ ظنیات سے ہے البتہ جس خبر میں مثال کذب باقی ہوا اس سے یقین حاصل ہوتا ہے اور خبر صادق و قسم پر ہے (۱) خبر متواتر جو اس جماعت سے حاصل ہوئی ہو کہ عقل کے نزدیک انکا اتفاق کذب پر باہد است ممتنع ہو اور اس جماعت نے اسی طور سے جماعت اول سے یقین حاصل کیا ہو و لکن ایسا تک کہ وہ کسی ایک حس پر منتہی ہو (۲) خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ استدلال کے بعد تصدیق ہوئی ہو اس پر کہ نبوت اور عصمت دلیل سے ثابت ہوئی احتمال کذب کا عذر اور خطا را دور ہو اور خبر عامہ و غیر غیبیہ اس کے حصے سے نہ خبر رسول ہونے کی جیسے اور خبر مشہور سے بسبب احتمال کذب کے علم یقین حاصل نہیں ہوتا۔ اسباب علم میں سے اصلی و اقویٰ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس میں کسی طرح خطا کا احتمال بسبب عظمت و عظمت جناب اقدس کے نہیں ہے واجب سے ممکن تک و لازل سے ایک اس سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اس کے بعد میں ہے کہ خطا کا احتمال اگرچہ اس میں نہیں ہے لیکن اشیاء محسوسہ خصوصاً ان کے ظاہر پر مقصور ہے بعد اسکے رتبہ خبر متواتر کا ہے کہ اس کی بنا اور تہما بھی جس پر ہے اس پر کمالاً عاقل ہے اس لیے کہ ادیان کا اختلاف عقلاً میں بہت ہوتا ہے۔

الاسماء اولیاً چونکہ مختص بہ خواص ہے اور کلین اسباب علم عام سے بحث کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کوئی ایسی علامت موجود ہوتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ من عند اللہ ہے اور حجت ہونے کے قابل اور مطابق واقع کے ہے اور نیز انہام میں مزاحمت و ہم و خیال اور کدورات نفسانی و غرضانی مانع حصول علم یقینی ہے گو اس شخص کو جس کو الہام ہوا ہے اس پر ہوا اعتقاد ہو جائے مگر غیر ان کے علاوہ یہ کہ نفس الہام یقینیت کے رتبہ سے نہیں نکلتا اس لیے اسباب علم میں سے نہیں شمار کیا جاتا۔

عالم کا نبوت و حدوث

الہدایت حکم کرتی ہے کہ عالم کی چیزوں کی حقیقت ثابت ہے اور علم اس مسئلہ کا یقینی ہے اور ہم خیال نہیں یعنی پانی پانی ہے اور آگ آگ ہے نہ کہ اگر پانی کو شل آگ کے بجائے

ازل سے ایک اسکو حاصل ہے اسکے سبب سے جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے سو یہ کلام الہی اس سبب ہے کہ اس کی صفت ہے اور اسکے ساتھ قائم ہے اور یہ الفاظ اور عبارات قرآن کی جو کلام عقلی ہے ان کو کلام الہی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سوا خدا کے کسی اور کی تالیف و تصنیف نہیں بلکہ ان کو خاص اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کے سمجھنے کے لئے نہایت فصیح و بلیغ زبان عربی میں جسکا مثل بنانا طاقت بشری سے باہر ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور قرآن کا کلام نفسی اور کلام لفظی دونوں پر ہوتا ہے اور غیر مخلوق قرآن نفسی ہے لفظی۔ اور خدا سے تعالیٰ کے کلام میں تین حصوں میں امرونی و خبر اور اللہ کے کلام میں کذب محال ہے کیونکہ کذب منہ نقضانی ہے اور اللہ پر نقصان ثابت ہونا محال ہے دوسرے خدا کے کلام کا کذب ضرور ہے کہ قدیم ہوگا اس لیے کہ ذات واجب کے ساتھ حادث کا قائم ہونا محال ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا صدق کے ساتھ کبھی موصوف نہ ہو سکے کیونکہ کذب اسکے صفت ہونے کی وجہ سے قدیم مان لیا جائے اور غلط ہے اس لیے کہ جو کوئی کسی چیز کو اصلی حالت کے ساتھ جانتا ہے تو ممکن نہیں کہ وہ اس کو اسی طرح بیان نہ کرے تیسرے تمام انبیاء نے خبر دی ہے کہ اللہ کی ذات کذب سے بری ہے

صفات ثبوتی

صفات ثبوتی وہ ہیں جو خدا سے تعالیٰ کی ذات پاک میں پائی جاتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ صاحب ارادہ ہے اور ارادہ حادث نہیں ہے قدیم ہے اور ارادہ الہی متعلق ہوتا ہے ہر موجود سے خواہ وہ عین ہو یا عرض خیر ہو یا شر کفر ہو یا اسلام طاعت ہو یا معصیت ارادہ اور امر الہی دو تہا چیزیں ہیں اور ہر ایک دوسرے سے منفک ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کبھی ارادہ کرتا ہے اور حکم نہیں کرتا اور کبھی ارادہ کرتا ہے اور حکم بھی کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے نہ حکم کرتا ہے پس حکم خدا سے تعالیٰ مستلزم ارادہ کو نہیں اور نہ ہی مستلزم عدم ارادہ کو ہے بلکہ حکم کا ہونا کا ذاتی نام کو واسطے اسلام اطاعت کے اور نہی فرمانی ہے کفر و معصیت سے اور ارادہ کرتا ہے اسلام مؤمن کا اور کفر کافر کا اور غیر ارادہ الہی کے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی اس لیے کہ قدرت ایجاد کی بہ نسبت ہر ممکن کے برابر ہے اختلاف اوقات سے مختلف نہیں ہوتی ارادہ وہ ہے کہ شخص کرتا ہے وجودات کی ایک وقت معین اور کیفیت معین وغیرہ کے ساتھ اور جس چیز کا کہ حق تعالیٰ

ارادہ کرتا ہے شک واقع ہوتی ہے مختلف مراد الہی سے محال ہے کہ مستلزم حکم کو ہے اور جس کے عدم وقوع کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے تعلق ارادہ کا اس کے ساتھ محال ہے ورنہ عجز یا جمل ہو اور چاہے کہ حکم کرے واسطے ظہار عصیان یا کسی دوسری حکمت کے واسطے پس اگر خدا چاہے کسی شخص کو ہدایت فرمائے تو کسی کی قدرت نہیں کہ اسکو گمراہ کر سکے ورنہ کوئی دوسرا خدا یا غالب آئے گا اور اگر خدا چاہے کہ کسی کو گمراہ کرے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسکو ہدایت دے اور سب کمال کی صفات اسکی ذات میں موجود ہیں اور نقصان و زوال کی چیزوں سے اسکی ذات اک حور ہے اور صفات اسکی قدیم و باقی ہیں جیسی کہ اسکی ذات قدیم ہے اور باقی ہے اور کئی حادثات اسکی ذات میں قائم نہیں ہوتی کیونکہ قدیم محل حوادث نہیں ہوتا اور یہ سب صفات اس میں یون نہیں ہیں جیسے انسان اور حیوان میں پائی جاتی ہیں کیونکہ انکی صفات اعضا و ارجح و حواس و روح و دل سے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بری ہے اور اس میں سب صفات کامل طور پر اس میں موجود ہیں اور ان صفات کے قدیم سے ان کے حادثات کا قدیم لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ صفت قدیم ہو اور اسکا تعلق حادث اور ان صفات کے تعلقات میں غیر آنے سے صفات میں غیر عین آتا اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً علم معلوم سے متعلق ہوگا تو اس صفت کے تعلق میں غیر آئے گا کیونکہ معلوم کے وجود سے پہلے کسی سے تعلق نہ تھا اسی طرح صفت خالقیت کا تعلق بھی مخلوقات کے تہیہ سے متعلق ہوگا اور یہ سب صفات قائم ذات الہی کے ساتھ اور قدیم ہیں مگر زمین ذات الہی ہیں اور نہ اسکے مفایر یعنی منفصل ہیں اس صورت میں قدم غیر اور تعدد قدم کی قباحت نکل گئی اور ایک صفت خدا کی دوسری صفت کی زمین ہے اور نہ غیر ہے اور صفات خدا سے تعالیٰ کی متماثل و متجانس و متضاد نہیں ہیں اس لیے کہ یہ سب محدثات کی نشانیان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات محدث نہیں ہیں اور حق تعالیٰ کی صفات دو قسم ہیں ایک قسم صفات ذات دوسری قسم صفات فعل صفات ذات صفات حقیقی اور کمالی ہیں اسکی ذات مقدس سے الکا انفاک محال ہے اور صفات کمال آٹھ ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ تکوین۔ اور صفات فعل صفات ذات کے آثار ہیں فی الحقیقۃ ان کے ساتھ متصف ہونا کمال نہیں

لفظ حق تعالیٰ کی صفات ثبوتی کا بیان ہے

انسان کو چاہیے کہ کوشش کرے منافع کے حصول اور مضار کے دفع کرنے میں بقدر امکان کے ہر
 ماوجود اس کے لائق ہے یہ کہ یقین کرے اس بات کا کہ اس کی طرف وہی پہونچنا ہے جو کچھ اللہ نے
 مقدر کیا ہے اور بندوں کے کاموں کا پیدا کرنے والا وہی ہے اس لیے کہ خالق سب چیزوں کا وہی
 اور افعال و اعمال بھی بندوں کے سب چیزوں میں داخل ہیں بندے اپنے افعال کے کاسب
 خالق نہیں اور نہ شریک خلق ہیں کسب کے یہ معنی ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرے
 تو خداے تعالیٰ اس میں فعل پیدا کر دیتا ہے کسب کی وجہ سے کاسب کو استقلال حاصل نہیں ہوتا
 خلق کی وجہ سے خالق مستقل ہوتا ہے پس کفر و ایمان و طاعت و عصیان و نیکی و بدی بندوں کی
 اللہ کے ارادے اور مشیت اور حکم و تقدیر سے صادر ہوتی ہے لیکن خداے تعالیٰ کفر و عصیت سے
 راضی نہیں اور نیکی سے راضی ہے خواہش کرتی اور پیدا کرتا ہے اور راضی ہوتا اور رضا وہ ہے
 کہ حکم دے کہ کرو اور اکثر ہوتا ہے کہ حکم دیتا ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ واقع ہو بسبب کسی حکم کے کہ نہ
 سوائے حق تعالیٰ کے دوسرے نہیں چاہتا مگر اذ جو اس بات کے کاسب ارادہ و تقدیر الہی سے ہے بندوں
 بھی افعال میں اختیار دیا گیا ہے کہ بندے اپنے کام اپنے ارادے و اختیار سے کرتے ہیں نہ جبر و نہ نظر سے
 کہ اسی کے سبب ثواب پاتے ہیں اور اسی پر عذاب ہوتا ہے بندے کے افعال اختیار یہ اللہ تعالیٰ کے
 مقدر و مزین اختراع کی وجہ سے اور بندے کے مقدر و مزین خلق کے سبب سے کہ اس کو کسب
 کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت مؤثرہ ہے اور بندے کی قدرت کاسب اور غیر مؤثرہ پس خالق اختیار
 جب بندے کے اپنی قدرت کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو کسب کہتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی فاعل
 سے نسبت کیے جاتے ہیں تو خلق کہتے ہیں پس بندے کے کسب و اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہونے کے
 اللہ تعالیٰ بندے کے افعال اختیار یہ کو اس کے ارادے کے موافق پیدا کرتا ہے اگر وہ نیک کار
 کرنے کا قصد کرتا ہے تو فعل خیر کی قدرت و استطاعت اس میں موجود کر دیتا ہے اور اگر برے کام
 ارادہ کرتا ہے تو اس کے کرنے کی قدرت اس میں پیدا کر دیتا ہے۔ بندہ آپ ہی فعل خیر کی قدرت
 کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے ذمہ اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے غرض کہ بندہ کاسب ہے اور کسی تقدیر
 رکھتا ہے اسی کا معتقد ہونا چاہیے کہ خلق خدا سے ہے اور عمل بندے سے فرق اتنا ہے کہ عمل نیک
 اللہ کی رضا ہے اور بد کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے خلاف ہے اسلئے مثال یوں سمجھنا چاہیے

اللہ ایک شخص ہے غلام سے کہ کہ تو بازار کو جا اور فلان چیز لے آجھے اختیار ہے کہ زبردستی چھین لیا
 واپس دیکر خرید لا اگر دام دیکر لے گا تو ہم خوش ہو گئے اور جو زبردستی چھین لایگا تو ہم ناخوش ہو گئے
 اس صورت میں اگر اس نے غلام مرضی اپنے مالک کے کام کیا تو قطعاً سزا پانے کا سزاوار ہے۔
 اس طرح حق تعالیٰ نے بندوں کو ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ وہ اس اختیار سے اچھے اور برے
 دونوں طرح کے کام کا قصد کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اچھے کاموں سے ہم راضی ہیں اور
 بد کام ہماری نارضا مندی کا باعث ہیں اب بندہ جیسا کام کریگا ویسا اس کا بدلہ پائے گا اور
 حق صل و انصاف ہے طہیقت کار امر متوسط ہے در میان جبر و قدر کے دلیل اس مدعا کی
 شریعت ہے مگر جو مقدمات ہیں بحث کرتے ہیں اور انکو دلائل عقلی سے ثابت کرتے ہیں جہت تک
 کوئی بات معقول نہ ٹھہرے فقہریق نہیں کرتے وہ اس امر متوسط کے اور ایک میں حیران ہیں۔

اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اور اللہ کے کاموں میں کوئی غرض نہیں۔
 اور اشیا کا حسن و قبح

اللہ پر کوئی شے واجب نہیں ہے نہ لطف و نہ قہر نہ ثواب و نہ عذاب ہر چیز کا بدلہ دینا اور روزی
 ہو کر نانا اس کا احسان ہے ہمارا استحقاق اس پر کچھ نہیں ہے اگر وہ عوض ندے اور روزی
 نہ دے تو اس پر قہر واجب نہیں کیونکہ ساری مخلوقات اس کی مملوک ہے اور مملوک کا
 مالک اس پر کیا استحقاق ہوتا ہے کہ اس کے حق میں بہتری اور لطف و مہربانی اور رعایت مصلحت
 و اللہ پر واجب ہو ورنہ کسی کا فلسفہ کو پیدا کرنا کیونکہ اس کو دنیا و آخرت میں خسارہ ہے
 ورنہ اس کا کسی بندے پر احسان و امتنان ثابت نہ ہوتا کیونکہ اگر اس نے کسی کو دین و دنیا کی
 نعمتوں میں تو اس کو چھوڑ دیا جو اس پر واجب تھی تیسرے ابو جہل لعین اور نبی علیہ السلام پر
 اللہ کا احسان برابر ہوتا تو کچھ دنیا وہ شکر گزار ہی حضرت پر واجب نہ ہوتی اس نے دونوں کے
 لیے جو بھر فدا کیا اپنے واجب سے فارغ الذمہ ہوا اور اللہ کے کاموں میں کچھ غرض نہیں کیونکہ
 عمل والا محتاج ہوتا ہے ابد وجود اس کے اس کا ہر ایک کام لاکھوں حکمتوں سے بھرا ہے کہ
 کوئی اس کو دریافت نہیں کر سکتا اور اس کے فوائد و منافع خاص و عام کے لیے ہیں نہ اس کی

مسلمان البتہ حق تعالیٰ کی رویت سے مشرف ہونگے اور رویت کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ
 اچھی طرح انگشت ہو جائے کہ عقل کے ذریعہ سے اتنا یقین پیدا نہیں ہو سکتا پس گو
 نظر کے ساتھ دیکھنا ہے مگر یہ بات ہے کہ ایسا دیکھنا بغیر برابری اور مقابلے اور رنگ
 شکل کے ہوتا ہے اور دو سطر بقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کی صورت پر مقرر مسلمانوں
 ویدار دکھائے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں صورتوں کا دیکھنا آیا ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ
 اپنی آنکھ سے رنگ اور شکل اور مواجہ کے ساتھ دیکھیں گے جیسا کہ خواب میں رویت واقع ہوتی
 گزشتہ میں رویت اتنی ایسی بالمشافہ ہوگی کہ دنیا میں خواب کے اندر کبھی ایسی نہیں ہوتی
 معلوم ہوتا ہے اور ان پر ہمارا یقین ہے اور اگر اللہ اور رسول کا رویت سے کچھ اور مطلب ہے
 ایمان اس پر بھی ہے اگرچہ ہم واقف نہیں کہ وہ خاص کیا بات ہے اور حق یہ ہے کہ رویت کے
 جو شرائط مثلاً کیفیت و جہت و مکان و صورت و مقابلہ و قرب و بعد و سائنات وغیرہ قرار دی گئی ہیں
 عادی ہیں تمام اقسام حواس میں حواس کے لیے جو چند باتیں بطور عادت کے مقرر ہو گئی ہیں
 انکو شرائط و لوازم مان لیا ہے اور یہ جان لیا ہے کہ حواس کا کام بغیر ان کے نہیں چل سکتا
 بجز وجود رانی و مرنی کے کوئی اور شرط نہیں ہے اگر یہ شرطیں رویت کے لیے لازمی تھیں تو ہم
 کہ رویت اتنی سے نسبت ممکنات کے بھی انکار کریں کیونکہ حق تعالیٰ مانتے سے منزہ ہے اور اتصال
 اور سافت متوسط کا درمیان رانی و مرنی کے متصور نہیں یہ شرائط تواجسام رنگین اور اعراض
 کے لیے ہیں اس فئات کے لیے جو مادے سے بالکل مجرد ہوا اور قرآن میں جو آیا ہے لا تعدد کہ الالہ
 یعنی اسکو نہیں پاسکتیں انکھیں اس سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ ادراک کتے ہیں
 حقیقت کے جان لینے کو اور آیت میں اسکی نفی کی گئی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شے کی رویت
 حاصل ہو اور اسکی حقیقت پر اطلاع نہ ہو سکے جیسا کہ چاند کو دیکھتے ہیں اور اسکی حقیقت کا ادراک
 نہیں کرتے یا ادراک اسے کتے ہیں کہ مرنی کو اسکی تمام معدونیت پورا پورا دیکھ لینا یعنی اسکا احاطہ
 کر لینا اور عدم احاطہ سے عدم رویت لازم نہیں آتی جیسا کہ علم کو احاطہ نہ کرنے سے علم کا عدم لازم نہیں
 ہائز ہے کہ رویت ہو مگر احاطہ کے ساتھ نہ ہو جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے اور موسیٰ علیہ السلام
 سوال رویت کے جواب میں خدا نے کہا میں تو انی یعنی تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا یہ انکار اس غرض سے ہے

ان رویتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی ہے نہ اس وجہ سے کہ رویت ناممکن الواقع ہے اور غرض اس
 ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت ان آلات حسیہ سے کہ فنا پذیر ہیں
 کہ ان کا اثر آخرت میں بھی نہ دیکھ سکے گا۔ بلکہ قصہ سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نسبت رویت
 کے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام سے حق جاننے والا زیادہ
 ہے ان کو رویت عطا فرمائی تو سوال حضرت موسیٰ کا مشرف غفلت تھا مسئلہ دینی سے اور ایسی
 رویت انبیاء علیہم السلام سے عطا فرمائی ہے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت الہی کو محال جانکر
 اس لیے کہ اس سے اسفاست لازم آتی اور سفاست سے انبیاء سرفہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو ہار
 دیا ہے اس پر اپنے دیدار کو معلق کیا تو معلوم ہوا کہ دیدار اتنی جائز ہے اس لیے کہ ظہیر رہنا ہوا
 اور معلق اور جائز کے جائز ہے۔

فرشتے

فرشتے ہیں رات دن اللہ کی بندگی میں مصروف رہتے ہیں کبھی فرماں الہی کے بحال آتے
 ہوتے ہیں دکانی نہیں کرتے صاحب پرو باز ہیں حقیقت آنکھ پر باز ہیں خدا ہی جانتا ہے
 ان صغیرہ و کبیرہ سے بری ہیں کوئی ان میں مرد و عورت نہیں چار فرشتے ان میں سے
 ہیں جن کے ہر ایک جبریل علیہ السلام جو پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں دوسرے میکائیل
 علیہ السلام جو مخلوقات کو روزی پہنچاتے ہیں تیسرے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں صور
 بھانگنے کے جو تھے عزرائیل علیہ السلام ہیں جو روح کو قبض کرتے ہیں۔

کتاب آسمانی

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہیں جو اپنے پیغمبروں پر اتار دیں اور شمار انکا کسی دلیل قطعی سے نہیں
 ہوتا ہاں کتاب میں ہیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں وہ یہ ہیں توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
 انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر ان میں سے قرآن شریف پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جنہی کتاب میں اسکے سوا منزل
 نہیں وہ سب نسخہ العمل ہیں یعنی اور کتابوں میں جو احکام قرآن شریف کے احکام کے خلاف
 ہیں ان پر عمل کرنا درست نہیں اور نسخہ میں بہت سی تعلیمیں ہوتی ہیں کہ احکام

اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی ہے نہ اس وجہ سے کہ رویت ناممکن الواقع ہے اور غرض اس ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت ان آلات حسیہ سے کہ فنا پذیر ہیں کہ ان کا اثر آخرت میں بھی نہ دیکھ سکے گا۔ بلکہ قصہ سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نسبت رویت کے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام سے حق جاننے والا زیادہ ہے ان کو رویت عطا فرمائی تو سوال حضرت موسیٰ کا مشرف غفلت تھا مسئلہ دینی سے اور ایسی رویت انبیاء علیہم السلام سے عطا فرمائی ہے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت الہی کو محال جانکر اس لیے کہ اس سے اسفاست لازم آتی اور سفاست سے انبیاء سرفہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو ہار دیا ہے اس پر اپنے دیدار کو معلق کیا تو معلوم ہوا کہ دیدار اتنی جائز ہے اس لیے کہ ظہیر رہنا ہوا اور معلق اور جائز کے جائز ہے۔

مصلحتوں کے تابع ہوتے ہیں اور یہ اتفاق اوقات کے بدلنے رہتے ہیں اس وقت جو کتابیں اس
اہل کتاب کے پاس ہیں وہ اصل نہیں اہل کتاب اپنی کتب ساویر کے مجموعے کو بائبل کہتے
جو لفظ یونانی معنی کتاب ہے پھر اسکے دو حصے ہیں (۱) عہد عتیق یعنی پرانی کتابیں جس میں
زبور وغیرہ اثنیستین کتابوں کا مجموعہ ہے کبھی ان تمام صحیفوں کے مجموعے کو مجازاً قریت کہتے
ہیں اور عیسائی سپہ سالار ہنریکس ایسٹون نے اس مجموعے میں دو کتابیں اور داخل کی ہیں
جن کے تسلیم و عدم تسلیم میں ان کے متقدمین و متاخرین میں بڑا اختلاف ہے یہود ان دو کتابوں
میں سے پہلے ہیں (۲) عہد جدید اس مجموعے میں یہ کتابیں ہیں اول انجیل مٹی جس میں حضرت
عیسیٰ کے بعد مٹی حواری نے مسیح کی پیدائش سے لیکر موت تک کے حالات کو تاریخ کے طور پر
جبرانی میں جمع کیا ہے دوم انجیل مرقس اس میں بھی مرقس نے ابتدا سے لیکر آخر تک حضرت
مسیح کی زندگی زبان روم میں بیان کی ہے سوم انجیل لوقا یہ بھی حضرت مسیح کی تاریخ
سکو لوقا نے زبان روم میں تالیف کیا ہے چارم انجیل یوحنا اس میں یوحنا حواری
حضرت مسیح کا حال ابتدا سے انتہا تک روم میں لکھا ہے ان چاروں تالیفوں کو کہ جن کے
تالیف میں بڑا اختلاف ہے عیسائی انانجیل اربعہ کہتے ہیں اور یہ قورات و انانجیل اربعہ
راہ و انجیل منزل ملی موسیٰ و عیسیٰ جن کا ذکر قرآن شریف میں اکثر جگہ آتا ہے زمین وہ گم ہو
ن بلکہ حسب قرار علماء اہل کتاب تاریخ اور روزنامے ہیں کہ جن میں بہت عرصے بعد انبیاء
حضرت مسیح کے احوال کو ابتدا سے انتہا تک معتبر اور غیر معتبر رواۃ سے بلا سند متصل مجمل لوگوں
نے کیا ہے اصل کتابیں جبرانی و سریانی زبان میں ہیں جو ملک یہودیہ کی قدیم زبان ہے
کے قریب یونانی اور لاطینی اور عربی وغیرہ میں ہو گئے ہیں اور عہد جدید میں انانجیل کے ساتھ
سابقہ میں اور بھی بہت سے رسالے اور خطوط حواریوں اور غیر حواریوں کے ملکر اپنی کتب
شمار کیا ہے اور یہ کتب واجب التسلیم قرار دیاتے ہیں ۔

معاد

ہونا کرنا کا تین کا جو دو فرشتے ہیں دونوں شانوں پر نیک و بد کام کے تخت پر کر سنے کے لیے
حق ہے اور وسط میں الملک الموت کا وقت قبض روح کے حق ہے۔ اور عذاب قبر کا کا فرد

اور ان کے واسطے اور تیسریں مابعدون اور طبعیوں کے لیے حق ہے اور ستر و نیکو کا سوال حق ہے
اور یہاں صیغہ صورت غلیظی سیلی آکھوں والے قبر میں مروت کے پاس آئے ہیں اور
ان کے لیے جن کے پروردگار حیران کون ہے اور یوں تیرا کیا ہے اگر جواب موافق سوال کے دیا تو تیرا
بہت ہی بڑا اور بڑا عروس خواب ناز میں استحضات کرے اور قبر اس کی ایک جن چھناے جنت سے
ہو اگر عروس جواب سے برات نہونی تو محنت و عذاب دیکھے اور قبر کے حق میں ایک غار
میں دوزخ سے ہو قبر سے مراد عالم برزخ ہے کہ دنیا اور آخرت میں واسطہ ہے اور اسے عالم
میں کہتے ہیں اور یہ عالم کہین آسمان و زمین پر کسی خاص جگہ نہیں بلکہ اس عالم حس کا دوسرا
عالم ہے۔ قبر سے مراد یہاں مدفن نہیں تاکہ یہ کیفیت شامل اُن لوگوں کی نہ ہو جن کی منت بھی ہو جو رہا
ہو گئے ہیں یا آگ میں جل کر مر گئے ہیں یا کسی جانور نے اُن کو کھالیا ہے اور عذاب
اور دوزخ دونوں کو ہوتا ہے مطلع ہونا اُس کی کیفیت پر ضرور نہیں اور بعد مرنے کے قبروں
کا ذکر زندہ ہو کر اٹھنا حق ہے عاقل و مجنون و صبی و جن و شیاطین و طیور و حشرات
میں سے ظاہر ہے کہ جس نے اول عدم صرف اور نابود و محض سے پیدا کیا اور کم عدم سے وجود
پیدا ہوا بارگاہی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ سباع و بہائم و دیگر سے بایک دیگر قصاص ہوگا اور
ان کے ہا میں گے اور جن و انس و شیاطین ہمیشہ دوزخ یا بہشت میں رہیں گے اور علم کا کواثر بنانا
ہوگا کہ مقدار کی ویدی کی بندوں کو معلوم ہوا اور خدا سے علم تو جانتا ہی ہے مگر یہ یاد رہے
کہ ان دنوں نہیں ہوگا بلکہ اعمال ناموں کا وزن ہوگا یعنی جن کا عذاب و جن بندوں کے
ان کے ہونے وہ وزن ہو کر ان کی کمیت معلوم کی جائے گی کیونکہ اعمال اعراض ہیں اور
حکامی ہونا جو اہر کی شان سے ہے مومن کو لازم ہے کہ ایمان تو ترازو کے ہونے اور اعمال
کے ہونے مگر دریافت حقیقت اور ادراک کیفیت کی جانب متوجہ نہ ہو کہ ایمان قائم ہوگی اور
ان کو مگر وزن کئے جائینگے یا اعمال نامے وزن کئے جائینگے تو ان میں اوراق کی کمی بیشی اور
ہونے اور ہلکے بھاری اور خط کے خفی و جلی ہونے اور سیاہی کی جمیت اور عبارت کے

۴۴ مہنگی بہت تہا جس عالم غریب میں اسی کے مطابق ظاہر ہوئی تھی کہ میں اور بہت سی چیزیں اس عالم میں چھان سے نقل کر رہا تھا۔ میں ۱۲ سنہ

مطلوب و تصریح کیا کیفیت ہے اور نامہ اعمال مسلمانوں کے واسطے ہاتھ میں سانسے سے اور کافروں
جیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملنا حق ہے اور حساب لینا بندوں سے ایک ایک ذرہ نیکی
و دہی کا حق ہے اور گواہی اعضا کی حق ہے اور جو حق کو شرع ہے کہ جناب رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت کے دن ہوگا اور اسکا پانی دودھ سے سفید تر اور اسکی
ہو مشک سے خوش تر ہوگی اور اس میں تاروں سے زیادہ اور روشن تر کوڑے ہیں چوکنی
اسکا پانی ایک دھبہ پیے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اور پل صراط حق ہے کہ حق تعالیٰ روز قیامت کو
ایک پل دو نرخ کی پشت پر بال سے ہار یک تر اور تلوار کی بازو سے تیز تر کر کے گا اور اسپر سے
سبکو گزندہ ہوگا بعض ہوا کی صورت بعض آب روان کی مانند بعض تیز گھوڑے کی چال سے
بعض پیادہ چلنے والے کی رفتار سے بعض جیونہی کی روش سے اس پل کو طے کریں گے
اور یہ سب تفاوت بقدر کمی بیشی اعمال حسنہ کے ہر شخص کے گزرنے میں ہوگا جتنے نیک اعمال
زیادہ ہیں اتنا ہی طے کرنا پل کا آسان ہے بعض یہ بھی غبا نہیں گے کہ پل تھایا نہ تھا اور
بعض مجروح ہو گئے اور بعض کٹ کر دو نرخ میں گر پڑے۔

شفاعت چنت و دوزخ

شفاعت پیغمبروں اور علماء و صلحا کی گناہگاروں کے واسطے حق ہے مگر بعد اذن حق تعالیٰ کے اور جہان شفاعت کا منع آیا ہے وہاں وہی شفاعت مراد ہے جو رب العالمین کے اذن اور رضا کے بغیر ہو اور جنت و دوزخ حق نہیں اور دونوں پیدا ہو چکی ہیں اب بھی موجود ہیں آدم و حوا کا قصہ دلیل قاطع ہے اس پر فنا ہو گئی عیدہ رہی گی البتہ بقدر آن واحد کے اس قول کے صادق آنے کے لیے کل شی حال لک لا وجہ صور فنا کے وقت فنا ہو جائیگی۔ اور تعین مکان بہشت و دوزخ کی اندر سے نص کے ثابت نہیں ہے اور چونکہ آدمیوں کے نزدیک آسمان وزمین سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے اس لیے تمثیل کے طور پر کہا عرضہا السموات ولا زمین یعنی عرضہا مگر منہا السموات ولا زمین یعنی چوڑائی بہشت کی مثل چوڑائی آسمان وزمین کے ہے اور اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ عرض بہشت کا ہے وہی حدیث آسمان وزمین کا ہے کیونکہ اس صورت میں تداخل اجسام لازم آتا

وہ متعلق ہے اور جان شایع نے سونا چاندی یا موتی وغیرہ کی چیزیں جنت کے لیے بیان فرمائی ہیں
وہ ان معدنیات کی قسم سے نہیں ہیں اور سمجھنا منظور تھا اس عالم کے لوگوں کو پس جنت
کی جو چیزیں یہاں کے سونے یا چاندی یا موتی کی مشابہ کسی وصف میں تھیں انکے سمجھانے
کے واسطے ان کو سونے چاندی یا موتی سے تعبیر کیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سونا چاندی وغیرہ
معدنیات یا عناصر کی چیزیں ابد الابد تک قیام پذیر نہیں ہو سکتیں بیشی طرح کی نعمتوں سے
لطف و خرم رہیں گے اور وزخی انواع انواع عذاب سے معذب ہوا کرینگے۔

شرائط قیامت

حیات کی سب شرطیں اور آخرت کے احوال جنکی کو مصادق نے خود ہی ہے حق جن جیسے
 صاحب کا مغرب سے نکلتا کہ تو یہ کہ دروازے بند ہو جائے گا دن ہے اور دجال اور دابۃ الارض کا
 اور کرنا اور یا جو جوح کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی مدد کے لیے
 سامان سے اترنا اور تین خشت کا واقع ہونا ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ
 پر ہیں اور آسمانوں کا پھٹ جانا اور کاغذ کی طرح پھٹ جانا اور تاروں کا گر جانا اور اسرائیل کا
 اور جو نکلتا ایک بار واسطے فنا کے اور دوا بار واسطے زندہ ہونے کے اور باقی نہ رہنا سوا سے
 اور قہار کے یہ سب باتیں واقع ہونے والی ہیں۔

ایمان

ایمان حق تعالیٰ پر فرض ہے اور ادا رک فرضیت کے لیے عقل کافی ہے اور شرع انسانی مؤید و مددگار ہے اور ایمان تصدیق قلبی اور انقیاد و اقرار زبانی کو کہتے ہیں تصدیق بغیر انقیاد و اقرار کے غلبہ نہیں یعنی پیغمبر خدا اصلی ائمہ علیہ وسلم کو اور جو کچھ کہ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اُسکو مان سے سچ جانتا اور مان لینا اور اُن کی پیغمبری کو دل سے قبول کرنا اور زبان سے اُسکا اقرار کرنا اور اُسکی گواہی دینا ایمان کہلاتا ہے اور اعمال مابیت ایمان کا جز نہیں بلکہ مملکت ایمان سے ہیں اسی واسطے انکا تارک دائرۃ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور نیز اعمال میں کیف اور کماد و دون طرح کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے جیسے فرض کو ادا کرنا صاحبِ دل

مکتبہ ادرا
قائمہ
طبعیت
فضل
ابن
میں
مکتبہ
کتاب
فتح
لکھنؤ

اور اطمینان اور تمام آداب کی رعایت کے ساتھ افضل سے کیفیت میں نقل سے لیکر اس فرض سے بھی بدرجہ افضل ہے جو ناقص طور پر ادا ہو اور دو فرض ادا کرنا افضل ہے تعداد کی رو سے ایک فرض کے ادا کرنے سے اسی طرح تمام فرض ادا اس کے ساتھ ساری مستثنیات اور نقل ادا کرنا صرف فرض سے ہر طرح بہتر ہے اور ایمان میں کمی و زیادتی نہیں ہوتی اس لیے کہ اگر تصدیق نہیں ہے تو مؤمن نہیں ہے اور تصدیق عبارت ہے علم یقین سے اس میں گمان نہیں گھسنے پڑنے کی نہیں نہ یہ کہ جو شخص افعال کا زیادہ پابند ہے وہ زیادہ مؤمن ہے جو گناہگار ہے وہ کم مؤمن ہے کیونکہ جب اعمال جزو ایمان نہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ایک عمومی سی سمجھ کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے اور اعمال اعضا کے کام ہیں اس لیے نہ ان دونوں سے کوئی حقیقت مرکب ہو سکتی ہے نہ ان میں سے لیکر دوسرے کا جز ہو سکتا ہے اور متعلق ایمان میں کچھ تفاوت نہیں یعنی معتقدات کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں ایمان کے لیے جن مسائل پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے وہ سب کے لیے یکساں ہیں صحابہ اور تمام مسلمان اس لحاظ سے برابر ہیں کہ دونوں ایک ہی چیز یعنی توحید و نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ایمان و اسلام ایک چیز ہے دونوں میں تفرق نہیں اور اسلام و ایمان کے ایک ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا دونوں میں تلازم ہے جب ایک کسی پر صادق آئیگا تو دوسرا بھی بالضرور صادق آئیگا یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کی نسبت کہا جائے وہ مؤمن ہے اور مسلمان نہ ہو یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلمان ہے اور حقیقت میں وہ مؤمن نہ ہو۔ اور ایمان درمیان ایم و امید کے ہے اور وقت سکرات موت کے جب آخرت کے احوال نظر آتے ہوں اس وقت کا ایمان لانا مقبول نہیں کیونکہ ایمان بالغیب چاہیے اور یہ ایمان بالغیب نہیں اور یہ گمان چاہیے کہ میں ممکن ہوں اگر خداوند چاہے کہ میں اس گمان سے ایمان میں شک پایا جاتا ہے اور شک یقین میں روا نہیں اگرچہ یہ کلمہ ترک اور تائب کے واسطے اور جہان کام خدا سے تعالیٰ کی طرف حوالے کرنا ہوتا ہے وہاں بھی استعمال کرتے ہیں مگر ایمان کے ساتھ جبرگاہ بھی اسکا استعمال درست نہیں اس لیے کہ وہ ہمیشہ شک ہے ایمان بائع قسم پر ہے ایمان مطیع وہ ایمان ملائکہ کا ہے ایمان معصوم وہ انبیاء کا ایمان ہے

لے کر مکتوبہ السلام فی شرح تفسیر القرآن

ایمان مقبول وہ مومنوں کا ایمان ہے (۴) ایمان موقوف وہ بدعتیوں کا ایمان ہے (۵) ایمان مردود ایمان کا ایمان ہے۔ اور گناہ کبیرہ کرنا بندہ مؤمن کو اصل ایمان سے نہیں کاٹتا ہے یعنی گناہ کبیرہ ایمان کو کفر نہیں بناتا بلکہ فاسق اور عاصی بناتا ہے اس لیے کہ تصدیق باقی ہے اور گناہ کبیرہ کرنے والے میں ہمیشہ دو رخ ہیں نہ پہنچے اگرچہ بے توہرے ہوں اور جب تک خدا سے تعالیٰ چاہیگا بقدر مکافات ملے گا ہوں گے ان کو دوزخ میں رکھ کر پاک و صاف کر کے پھر اٹکے بہشت میں داخل کرے گا اپنے فضل سے یا جناب شفیع الذین کی شفاعت سے۔ اور مرتکب کبیرہ کی بخشش مشیت الہی پر ہے چاہے یا نہ کرے اور عذاب کرے اور چاہے وہ کبیرہ کو بے توہرے بطریق خرق عادت کے بخش دے اور صغیر پر عذاب کرے مگر حق تعالیٰ کفر و شرک کو نہیں بخشتا ہے اور یہ بات شرعاً و عقلاً دونوں طرح ثابت ہے عادت تعالیٰ اپنے وعدے کے بموجب مؤمن مطیع کو ایمان و طاعت پر یقیناً ثواب دے گا اور دوسرے سے عذر ثواب دینا مطیع کو باعذاب کرنا عاصی کا حق تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایک کبیرہ توہرے کی او دوسرے کبیرہ پر اصرار کیا تو وہ اسکی مقبول ہے اور جس نے جمع کیا تو اسے توبہ کی اسکو عذر ہے بھی توبہ کرنا ضرور ہے درغ احتمال عذاب باقی ہے۔ اور عذر کرنا حق تعالیٰ کا لوگوں کے حقوق کو بطور خرق عادت کے جائز ہے۔

نبوت

اسطہ ہونا انبیاء کا درمیان ممکنات اور واجب الوجود کے ضرور تھا کیونکہ ہدایت واجب اور نجاتی نہایت عادت کے کہ باہم متضاد ہیں بالواسطہ ہونا چاہیے اور جو واسطہ دونوں کا برنخ ہو وہ انبیاء علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے اصلاح معاش و معاد کے لیے محض انرا افضل جنس بشر سے انبیاء و رسل کو واسطہ پیغمبری عطا کیا کہ آدمیوں کو معرفت الہی سے کہ عقل کے معلوم کرنے سے عاجز ہے آگاہ و مطلع کریں اور احکام الہی سے بہ نسبت واجب و مندوب و حرام و مکروہ و مباح کے خبردار کریں اور سب پیغمبروں کی عہدوں کے ساتھ تائید کی اور مجازے دلیل ہیں انکی نبوت کے حق ہونے پر اور معجزہ ہمارا فرق عادت

اسطہ ہونا انبیاء کا درمیان ممکنات اور واجب الوجود کے ضرور تھا کیونکہ ہدایت واجب اور نجاتی نہایت عادت کے کہ باہم متضاد ہیں بالواسطہ ہونا چاہیے اور جو واسطہ دونوں کا برنخ ہو وہ انبیاء علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے اصلاح معاش و معاد کے لیے محض انرا افضل جنس بشر سے انبیاء و رسل کو واسطہ پیغمبری عطا کیا کہ آدمیوں کو معرفت الہی سے کہ عقل کے معلوم کرنے سے عاجز ہے آگاہ و مطلع کریں اور احکام الہی سے بہ نسبت واجب و مندوب و حرام و مکروہ و مباح کے خبردار کریں اور سب پیغمبروں کی عہدوں کے ساتھ تائید کی اور مجازے دلیل ہیں انکی نبوت کے حق ہونے پر اور معجزہ ہمارا فرق عادت

جواب ہے کہ اگرچہ ایمان بالغیب چاہیے اور یہ ایمان بالغیب نہیں اور یہ گمان چاہیے کہ میں ممکن ہوں اگر خداوند چاہے کہ میں اس گمان سے ایمان میں شک پایا جاتا ہے اور شک یقین میں روا نہیں اگرچہ یہ کلمہ ترک اور تائب کے واسطے اور جہان کام خدا سے تعالیٰ کی طرف حوالے کرنا ہوتا ہے وہاں بھی استعمال کرتے ہیں مگر ایمان کے ساتھ جبرگاہ بھی اسکا استعمال درست نہیں اس لیے کہ وہ ہمیشہ شک ہے ایمان بائع قسم پر ہے ایمان مطیع وہ ایمان ملائکہ کا ہے ایمان معصوم وہ انبیاء کا ایمان ہے

ایمان میں عداوت زیادتی ثواب کے لیے جاتے ہیں اور کسی دوسری وجہ کی تفضیل مثلاً کثرت علم
 نسب و شجاعت و مروءت وغیرہ جنگ و فتح میں تخیل سمجھتے ہیں یہاں مقصود نہیں پس جس کو کثرت
 کی وجہ سے تفضیل حاصل ہو اس کے لیے یہ بات منقصد کا موجب نہیں ہے کہ غیر شخص اس سے
 دوسری قسم کی صفت غری میں زیادہ ہو مثلاً کوئی صحابی کثرت روایت میں حضرت ابوبکر سے
 ہو تو اس فضل جزی سے اُن کے فضل کلی میں نقصان نہیں آتا کیونکہ اس مجمع الوجود ایک
 تفضیل دوسرے صحابی پر محال ہے اس لیے کہ تفضیل حضرت علی کی جہاد بیضی اور ستانی اور فن
 با شیمت خصوصاً زوجیت جنوں میں صدیق اکبر پر قطعی ہے پس مراد تفضیل سے یہی ہے کہ جس
 کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی ریاست امت کے معاملے اور دین کی محافظت اور فتنے و فساد
 مٹانے اور احکام شریعت کے جاری کرنے اور ملکوں میں اسلام پھیلانے اور حدود و تعزیرات قائم
 کرنے میں کہ یہ باتیں ثواب کی ہیں وہ افضل ہے اور خلفائے اربعہ کے بعد باقی عشرہ مبشرہ یعنی طلحہ
 و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عبیدہ بن جراح صحابہ ہیں
 ہیں بعد عشرہ مبشرہ کے اُن صحابہ کو تفضیل حاصل ہے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور بعد
 اُن صحابہ کو تفضیل ہے جو جنگ احد میں شریک ہوئے اور بعد اُن اہل بیت رضوان اللہ علیہم
 اور عشرہ مبشرہ اور نبی بنی فاطمہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں
 اسلام میں انکار تہ اعلیٰ ہے اور نبی بنی فاطمہ سردار ہیں سب بہشت کی عورتوں کی اور حسن و
 سردار ہیں جو ان اہل بہشت کے اور ابوطالب حالت کفر پر مزہ ہے اور جناب رسالت آپ
 اہل بیت گناہوں کے صدور سے محفوظ تھے معصوم نہ تھے عصمت انبیاء سے خصوصیت رکھتی تھی
 ان بزرگوں کا حال دوسرے مجتہدین کا سا ہے کہ اپنے چہاوات میں مصیب بھی ہوتے ہیں اور کئی
 اور جس طرح انبیاء سے زلات سرزد ہوتے ہیں ان سے بھی سرزد ہوتے ہیں اور وہ یہ
 کہ ایسے امور اُن سے بھول چوک کر واقع ہو جاتے ہیں جو اُن کے مراتب کے خلاف
 اسکی یہ ہے کہ جب حضرت صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا کی مرضی کے موافق پانچ فدک تقسیم کیا تو
 ناخوش ہو گئیں اور حضرت ابوبکر سے ترک کلام کر دیا اور برابر ترک کلام کے رہیں یہاں تک کہ
 وفات ہو گئی یہ نبی صابحہ کی طرف سے زلت واقع ہوئی جس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے

ان بزرگوں کا حال دوسرے مجتہدین کا سا ہے کہ اپنے چہاوات میں مصیب بھی ہوتے ہیں اور کئی اور جس طرح انبیاء سے زلات سرزد ہوتے ہیں ان سے بھی سرزد ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ ایسے امور اُن سے بھول چوک کر واقع ہو جاتے ہیں جو اُن کے مراتب کے خلاف اسکی یہ ہے کہ جب حضرت صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا کی مرضی کے موافق پانچ فدک تقسیم کیا تو ناخوش ہو گئیں اور حضرت ابوبکر سے ترک کلام کر دیا اور برابر ترک کلام کے رہیں یہاں تک کہ وفات ہو گئی یہ نبی صابحہ کی طرف سے زلت واقع ہوئی جس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے

خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہی بعد اُس کے با و شامت اور سرداری
 کی مدت ابوبکر کی مدت خلافت دو برس اور چار مہینے اور حضرت عمر کی مدت برس اور چھ مہینے
 عثمان کی بارہ برس چند روز کم اور حضرت علی کی چار برس اور نو مہینے ہے اس حساب سے
 خلافت چاروں خلفاء کی انیس برس و سات مہینے میں تمام ہوئی ہے اور پانچ مہینے جو باقی رہے
 ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام سے ہیں یہ بھی خلفائے امین سے ہوئے اور یہ خلافت راشدہ ہے
 کہ لوہے پر ہے اور رسول علیہ السلام کی نیابت ہے جب خلافت راشدہ کا زمانہ گزر چکا اور حکومت
 خلافت کا اور شروع ہو گیا تو حضرت امام حسن نے معاویہ سے جو برسرِ نزاع تھے صلح کر لی اور خلافت
 کو اُس کو ملنے کے لیے یہ صلح امام حسن کی مقبول تھی اور معاویہ اسلام کے پہلے بادشاہ تھے۔
 امام حسن کا خروج خلافت راشدہ کے دعوے کے ساتھ تھا بلکہ وہ رعایا کو بڑے بڑے بچہ و ظلم سے
 خلافت کے لیے گئے تھے تاکہ اُس کا تسلط جتنے نہ پائے کیونکہ ابھی تک اُس کا پورا پورا تسلط نہیں ہوا
 تھا اور اُن کی مدد دینہ و کوفہ نے بھی اُس سے برضا و رغبت بیعت نہ کی تھی اور حدیث میں جو آیا ہے
 کہ امام حسن نے قمریٰ نکرنا چاہی ہے اُس صورت میں ہے کہ اسکی سلطنت بلا مزاحمت و منازعت
 ہو اور خلفائے راشدین کے بعد سلاطین اسلام پر لفظ خلفا کا استعمال ہمارا ہے اور خلفائے
 کی خلافت کا ثبوت نہایت بدیہی ہے جبکہ مفہوم خلیفہ کا اور اُس کی شرطیں ذہن میں تصور کریں
 اور امام حسن کی سوانح عمری اور احوال نامہ کی نظر ڈالیں تو عقل بالہدایت حکم کرتی ہے کہ
 خلافت کی شرطیں ثابت ہیں اگر خلافت کے ثبوت کا خفا ان میں کچھ ہے تو وہ دوسرے معانی
 سے ہے جو مفہوم خلافت میں مان لیے گئے ہیں جیسے شیعہ عصمت اور وحی باطنی امام میں ہونا
 اور کہ وہ دین پرست مسلمان بھی تھے عاقل بھی تھے بالغ بھی تھے آزاد بھی تھے مرد بھی تھے اعضا
 و اعضاء سالم تھے اور ان کے لیے خلافت کا استعمال ہوتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہی بعد اُس کے با و شامت اور سرداری کی مدت ابوبکر کی مدت خلافت دو برس اور چار مہینے اور حضرت عمر کی مدت برس اور چھ مہینے عثمان کی بارہ برس چند روز کم اور حضرت علی کی چار برس اور نو مہینے ہے اس حساب سے خلافت چاروں خلفاء کی انیس برس و سات مہینے میں تمام ہوئی ہے اور پانچ مہینے جو باقی رہے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام سے ہیں یہ بھی خلفائے امین سے ہوئے اور یہ خلافت راشدہ ہے کہ لوہے پر ہے اور رسول علیہ السلام کی نیابت ہے جب خلافت راشدہ کا زمانہ گزر چکا اور حکومت خلافت کا اور شروع ہو گیا تو حضرت امام حسن نے معاویہ سے جو برسرِ نزاع تھے صلح کر لی اور خلافت کو اُس کو ملنے کے لیے یہ صلح امام حسن کی مقبول تھی اور معاویہ اسلام کے پہلے بادشاہ تھے۔ امام حسن کا خروج خلافت راشدہ کے دعوے کے ساتھ تھا بلکہ وہ رعایا کو بڑے بڑے بچہ و ظلم سے خلافت کے لیے گئے تھے تاکہ اُس کا تسلط جتنے نہ پائے کیونکہ ابھی تک اُس کا پورا پورا تسلط نہیں ہوا تھا اور اُن کی مدد دینہ و کوفہ نے بھی اُس سے برضا و رغبت بیعت نہ کی تھی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ امام حسن نے قمریٰ نکرنا چاہی ہے اُس صورت میں ہے کہ اسکی سلطنت بلا مزاحمت و منازعت ہو اور خلفائے راشدین کے بعد سلاطین اسلام پر لفظ خلفا کا استعمال ہمارا ہے اور خلفائے کی خلافت کا ثبوت نہایت بدیہی ہے جبکہ مفہوم خلیفہ کا اور اُس کی شرطیں ذہن میں تصور کریں اور امام حسن کی سوانح عمری اور احوال نامہ کی نظر ڈالیں تو عقل بالہدایت حکم کرتی ہے کہ خلافت کی شرطیں ثابت ہیں اگر خلافت کے ثبوت کا خفا ان میں کچھ ہے تو وہ دوسرے معانی سے ہے جو مفہوم خلافت میں مان لیے گئے ہیں جیسے شیعہ عصمت اور وحی باطنی امام میں ہونا اور کہ وہ دین پرست مسلمان بھی تھے عاقل بھی تھے بالغ بھی تھے آزاد بھی تھے مرد بھی تھے اعضا و اعضاء سالم تھے اور ان کے لیے خلافت کا استعمال ہوتا ہے

بھی ان کے درست تھے قریش بھی نئے مجتہد بھی تھے اور انھوں نے کافروں سے جہاد میں
جاوڑوم و عمر کو انھوں نے قہر کیا ہے اور خلافت کے لیے اسی قدر کافی ہے اور جس قدر
نے ان پر افزا کیا ہے اور عیب لگائے ہیں اس کا مرجع امر خلافت مذہب سے جیسے سوائے ان
اور مسلمان صحیح نہیں جانتے ہیں۔

اصحاب پر طعن کرنا چاہیے

اگرچہ بڑے بڑے صحابہ کرام گناہوں کے صدور سے محفوظ تھے مگر یہ نہ تھا کہ تمام صحابہ میں
کوئی بھی قابل طعن نہ ہو اس لیے کہ بعض صحابہ سے شراب خوری ثابت ہوئی ہے اور جناب سرور
نے اپنے حد جاری کی ہے اور شیخ بن اثاثر اور حسان بن ثابت سے بی بی عائشہ صحت نہ آتا ہے
اور اپنے حد جاری کی گئی اور اعراضی نے ذناب کیا اور سنگسار کئے گئے مگر تاخیر و رہے کہ جو ہم
خیر البشر کے ان کی خطائیں قابل گرت نہیں دیکھو اللہ پاک نے حضرت آدم کے حق میں کہا
وَقَدْ خَلَقْنَاكَ مِنْ نَارٍ فَتَوَلَّى بَنِي آدَمَ لَمْ يَنْبَغِ لَكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ
شان میں کہا وَتَوَلَّى بَنِي آدَمَ لَمْ يَنْبَغِ لَكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ
گمراہ کہنا کفر ہے اور حضرت یونس کے حق میں لفظ عَذَابٌ أَلِيمٌ استعمال کرنا ناجائز اس وجہ سے
کو سنا سب ہے کہ صحابہ کے حق میں کلمہ خیر کے سوا کچھ کہیں اگر کچھ بر خلاف خیر و خوبی کے مسنون
چشم پوشی کریں کیونکہ صحابہ و مجتہدین رسول کے برابر کلمے ہیں اگر دلائل قطعی کی مخالفت ہے تو
جیسے بی بی عائشہ پر زنا کی صحت کرنا اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس میں
ان کی بریت بیان کر دی ہے اور اگر اولہ قطعی کا خلاف ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے پس کسی صحابی
لعنت کرنا چاہیے نہایت کار کسی صحابی کا خلیفہ برحق سے بغاوت اور اس پر خروج ہوگا تو
کبیرہ ہے اور مرکب کبیرہ قابل لعن نہیں قرابت داران رسول نے اپنے دشمنوں کی تکفیر
کی جہا ورون کو کرنا چاہیے اور نفرت جو انکو مخالفین سے تھی یہ بوجہ نزاع اور جنگ و جدل
پیدا ہوئی تھی مگر ایمان و اسلام میں ان کے کسی طرح کا کلام نہ تھا اللہ تعالیٰ نے لعنت
فمنعزل کام سے اپنے بندوں کو معاف رکھا ہے ایسے کہ اگر کوئی عمر بھر ایسے پر لعنت کرے تو اس
تجارت کو سوال نہ ہوگا کہ تو نے لعنت کیوں نہیں کی اور لعنت کرنے کی صورت میں تو سوال کا اندیشہ

لے دیکھو کیا یہ ساری باتیں صحیح ہیں یا نہیں

وہاں یا بحر سخی گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں تو یہ سے کفر بھی معفو رہے تو گناہ کبیرہ بدرجہ اولیٰ
ہو سکتا ہے دیکھو وحشی نے حمزہ عم رسول علیہ السلام کو قتل کیا اور جب وہ مسلمان ہو گیا تو وہ
میں لعنت نہ لگنا معاف ہو گیا پس گناہ کبیرہ مسلمان کو بخون سے زبان زد کرنا چاہیے کیا عجیب
نہ لگے اسے تو بقیہ توبہ دی اور حسن خاطر نصیب کیا ہو۔

تکفیر اہل قبلہ

اہل قبلہ کو جو مسلمانوں کے قبلے کی طاعت نادر ہے ہیں اور قرآن و حدیث کے ساتھ تمسک
ہیں اور شہادتین کی تصدیق و اقرار کرتے ہیں کافر کہنا نہ چاہیے جب تک کہ کوئی قول و فعل
ان سے مسلمان نہ بنایا جائے جیسے معاذ کا یا خدا سے تعالیٰ کے وجود کا یا نبی کا یا اور ضروریات
الاسلام کا انکار کرنا اور کفر کا التزام کفر ہے اسکا لزوم کفر نہیں۔ اگر مدلول نص کو مدلول نص اعتقاد
کے لیے تاویل نہ کیا کرے اور کہے کہ ہر چند نص وارد ہے مگر میں اس بات کو قبول نہیں کرتا یہ کفر کا
مذہب ہے اور اگر نص کو تاویل کرے اگرچہ وہ تاویل حقیقت میں صحیح ہو مدلول ظاہر کو نہ مانے تو یہ
کفر ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب کسی حکم مخصوص کا جو نص قطعی ثابت ہے تاویل باطل کے
تاکید کر کے ہیں تو کفر لازم نہیں آتا سو ہی حال شیعہ کا ہے کہ وہ دین محمدی کو حق جان کر
ان لائے ہیں اور انھوں نے اس جہاں سے جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر عوام ہے اجماع سمجھ کر
ان میں کیا ہے بلکہ ایک شیعہ ان کے دل میں پیدا ہو گیا ہے جس سے اجماع کے منکر ہیں اور وہ
ہے کہ علی رضی نے بسبب تفتیہ کے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور حقیقت میں ان کے
حق برحق ہونے کے متفق نہ تھے پس اصل اجماع منعقد نہیں ہوا تھا اگرچہ شیعہ باطل ہے مگر
ان کے عندیہ میں تو صحیح ہے اس لیے تکفیر سے روکنا ہے پس اس طرح کی باتیں بدعت ہیں
اور تاویل سے صادر ہوئی ہیں اہل ایمان سے عدم تکفیر خواہج کا بھی سبب ظاہر ہوتا ہے اور یہ جو
طرح صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے یسرقون من الدین کما یسرق السہر
من الدنیا یعنی دین سے ایسے محل جائینگے جیسے جبرقار دین سے اس سے مقصود مکمل جانا امام
دین کی اطاعت سے ہے اور حقیقت میں اسلام سے نکل جانا مرد نہیں اور عموماً صحابہ و فضو

شیخین کو بڑا کتنا کفر نہیں فسق ہے اس لیے کہ مسلمان کو بڑا کتنا فسق ہے اور صحابہ اور دوسرے مسلمان اگر حکم میں برابر ہیں باغض و بغیر اگر کوئی مسلمان خلفائے راشدین میں سے کسی کو قتل کر ڈالے تو بھی وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ بڑا کتنا قتل سے کتر ہے بان معاصی کا حلال جانتا کفر ہے جس طرح ترک صلوة کفر نہیں بلکہ ترک کو حلال جانتا کفر ہے۔ تکفیر شیعہ ہمارے ائمہ متقدمین کی رائے سنیں یہ افراد متاخرین میں پھیل گئی ہے۔ امر شیعہ اور قتل متحی بہ و مرجع ہے کہ جو خبیث منکر ضروریات میں اور کافر میں شرکت ان کے ساتھ مثل شرکت اسلام کے جائز نہیں اور جو ایسے منون گو صحابہ کو بڑا کہتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں اور یہ جو امام ابو حنیفہ و امام شافعی سے مروی ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز ناجائز ہے سو یہ بات ان کے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل سنت کو ان کی اقتداء سے روکا ہے کیونکہ ان کی بدعت سے نذر پکڑا تو ان کے ایمان میں شبہ پیدا ہوا پس اہل سنت کو حکم دیا کہ ان کے پیچھے نماز خراب ہو گئی

کرامات اولیا

کرامات اولیاء اللہ کی حق ہے اور کرامت ایسے نعل خارق عادت کو کہتے ہیں جو نہ وسوسے
نبوت کے ساتھ مقرون ہو اور نہ کفار کے مقابلے میں واقع ہو اور جس شخص سے کرامت صادر ہو وہ
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو اور طراقت بشری اور نشانی انکی یہ ہے کہ زہاد و تقویٰ
اختیار کرے اور یا حق میں ہمیشہ مشغول رہے خلاف طریقت و سنت نبوی کے کوئی کام نہ کرے
وہما و اسکا خدا پر ہوا ماسوی اللہ سے باطل قطع خلق کیا ہو اور عشق و محبت نے اس کے ظاہر و باطن میں
سراست کیا ہو بالجملہ ولی کے واسطے طاعت پر مواظبت شرط ہے اسی مواظبت کو عرف میں اتہانت
کہتے ہیں پس اگر میں پرستقیم ہو گا اور اُس سے کوئی خرق عادت صادر ہو تو وہ کرامت نہیں بلکہ
استدراج اور مکر اللہ ہے اور حق تعالیٰ جب چاہتا ہے ولی سے کوئی بات کرامت کی کر دیتا ہے
ہر وقت اُس سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی اور یہی معنی ہیں خرق عادت کے اگر ہر وقت اُس سے
کرامت ہو کر قتی تو عادت ہو جاتی خرق عادت نام نہ رہتا اور خرق عادت کی بہت سی قسمیں ہیں
جیسے کسی پوشیدہ بات کا ظاہر کرنا اور ظاہر کا پوشیدہ کر دینا اور دعا کا قبول ہو جانا اور سائنات
میبہ کا قیام سے عرصے میں طے کر لینا اور عالم جنوں پر مطلع ہونا اور اثن کی خبر بیان کرنا

۱۔ وقت میں مختلف مقاموں میں ظاہر ہونا اور حیوانات و نباتات و جمادات کا کلام سننا
۲۔ کھانے پینے کی چیزوں کا حاجت کے وقت بلا سبب بہم پہنچنا دینا اور پانی نہ پلانا اور مہمان
۳۔ اور ایسی طاقت کا ظاہر کرنا جو قوت بشری سے ماہر ہو۔ اور کرامات اولیائے مکملہ نبی کے واسطے سب سے شمار
۴۔ ہوتی ہیں کیونکہ پیرو لوگوں سے ایسے امور کا ظاہر ہونا اس نبی کی صداقت کے لیے دلیل ہیں جیسے

ولی نبی کے رتبے کو نہیں پہنچتا

دلی نبی کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ سے قرب اور اُن کے نزدیک فضل و کرامت میں نہیں پہنچتا۔
 دلی کے لیے پیغمبر ایمان لانا فرض ہے اور ولی مامون العاقبت نہیں اور پیغمبر غوثِ قائم سے
 دلی ہے اور معصوم ہے اور ولی کا نفس بالذات معصوم نہیں البتہ محافظت کرنے سے بُرے
 امون سے بچتا رہتا ہے اور پیغمبر کے پاس وحی آتی ہے فرشتہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور لوگوں کے
 اس پیغام پہنچانے کے لیے امور بے بخلاف دلی کے بلکہ اس پر تو دلیل کی بھی ضرورت نہیں
 ہے بلکہ اولیاء کو مرتبہ ولایت اللہ کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے اور انبیاء کی اطاعت بھی میں
 اللہ کی اطاعت ہے چنانچہ قرآن میں خدا اللہ فرمانا ہے مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔

تکالیف شرعی عاقل و بالغ سے ساقط نہیں ہوتیں

۱۰ آدمی اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ احکام دینی اور تکالیف شرعی اس سے ساقط ہو جائیں بشرطیکہ
اصل و بالغ ہو خواہ کوئی نبی یا ولی ہو یا مؤسس صلح ہو یا کوئی اور ہو کسی سے بے غدر شرعی
حکم شرعی معاف نہیں جس طرح اور سب پر فرض واجب ہیں اسی طرح ولی نبی پر بھی کیونکہ
مقد خطا است تکلیف شرعی ملین وارد ہیں سب عام ہیں کسی کی اس میں خصوصیت نہیں۔

نصوص شرعی ظاہر پر محمول ہیں

ت قرآن ارا حایت کا ظاہر محمول ہونا ضرور ہے کیونکہ سب ظاہر قرآن و حدیث کے ساتھ
اعتدال ہیں مگر جس کا کہ ظاہر سے پھینکا ہوا اثر ثابت ہوا ہو اسکی تاویل چاہیے اس کے ہوا جائز نہیں

[illegible]

ساح

شیعہ باطنیہ کہتے ہیں کہ کتاب و سنت میں وضو اور تیمم اور نماز اور روزہ اور زکوہ اور حج اور عمرہ اور قربان اور قیامت وغیرہ کی نسبت جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ظاہر پر محمول نہیں سب کے لئے ہے جن اور جو معنی لغت سے مفہوم ہوتے ہیں وہ شائع کی مراد نہیں مثلاً حج سے مراد امام کے پاس پہنچنا ہے اور روزے سے مذہب کا مخفی رکھنا اور نماز سے مراد امام کی فرمان برداری وغیرہ۔ مصباح الہدایت میں لکھا ہے کہ صوفیہ کے ساتھ جھوٹی مشابہت رکھنے والی ایک جماعت ہے۔

باطنیہ اور مباحیہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کا کام شرعی کی پابندی عوام کے لیے ہے جو کچھ ظاہری باتوں کے سوا کچھ نہیں سمجھتے ہر کیسوں اور حقائق و دقائق سے نا بلکہ ہیں۔ خواص اور اشراف طریقت کی سمجھ مانی ہے ان کے لیے رسوم ظاہری کی تہذیب ضرور نہیں ایسے لے انھوں نے کہا ہے کہ قرآن و احادیث کے معانی یہ نہیں ہیں جو الفاظ کی ظاہر و لالت سے سمجھے جاتے ہیں بلکہ قرآن کو اور اللہ کے رسول اور اولیاء اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مثلاً اَلْیَوْمَ اَتَمَمْنَا الصَّلَاةَ لَکَ یہ معنی ہے کہ نماز پڑھو بلکہ نماز مناجات ہے اللہ تعالیٰ سے حضور نبی کے ساتھ اور یہ قیام و قعود محض بیجا ہے اور روزے کی اصل یہ ہے کہ نفس کو اسکی خواہشوں کے پورا کرنے سے روکے اور زکوٰۃ کی اصل یہ ہے کہ مال کی محبت یک قلم دل سے نکال ڈالے اور حج کی اصل سیرت اللہ تعالیٰ کی طرف اور سنا سب کی اصل سیرت اللہ میں اور اس میں خیال جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب ملکہ اللہ باطنی اصل شریع کی اہم ہیں بلکہ ان سے دراصل نبی علیہ السلام کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور مدارشہادۃ احکام ظاہری اور تکالیف خارجی پر ہے اگر باطنی طریقوں اور تلقین کا اعتبار کیا جائے تو یہ باتیں بیکار ہوتی جاتی ہیں سب کا وار و مدار شیون قلبی پر اگر ٹھہرتا ہے اور اس سے شریعت باطل کرنا ہے دوسرے جب قرآن کے معانی اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ اور علمائے طریقت باطنیہ کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا تو پھر تمام خلق کے لیے قرآن کا بھیجنا انوار اور بیکار ٹھہرتا ہے حالانکہ قرآن کے نزول سے مقصود ہدایت ہے یا نہ جو حقائق اور دقائق قرآن متفہم ہیں اسے سلوک سمجھتے ہیں حق ہیں لیکن وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے بلکہ انکو مانکر پھر اور دقائق انکا لے کر ظاہری مرادات سے منطبق ہونے میں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے کیونکہ قرآن کے لیے ظہور و بطن احادیث صحاح سے ثابت ہے۔

اور جو کچھ مذہب کا مخفی رکھنا اور نماز سے مراد امام کی فرمان برداری وغیرہ۔ مصباح الہدایت میں لکھا ہے کہ صوفیہ کے ساتھ جھوٹی مشابہت رکھنے والی ایک جماعت ہے۔

شیعہ باطنیہ کہتے ہیں کہ کتاب و سنت میں وضو اور تیمم اور نماز اور روزہ اور زکوہ اور حج اور عمرہ اور قربان اور قیامت وغیرہ کی نسبت جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ظاہر پر محمول نہیں سب کے لئے ہے جن اور جو معنی لغت سے مفہوم ہوتے ہیں وہ شائع کی مراد نہیں مثلاً حج سے مراد امام کے پاس پہنچنا ہے اور روزے سے مذہب کا مخفی رکھنا اور نماز سے مراد امام کی فرمان برداری وغیرہ۔ مصباح الہدایت میں لکھا ہے کہ صوفیہ کے ساتھ جھوٹی مشابہت رکھنے والی ایک جماعت ہے۔

۱) مجرم کو سزا دیتے ہیں تو اس کو اول جرم کی اطلاع دینا ضرور ہے کہ فلان جرم فلان وقت کرتے کیا تھا اس کے عوض یہ سزا دی جاتی ہے لیکن کوئی انسان اس بات کا علم نہیں رکھتا کہ مجھ کو جو تکلیف لاحق ہے فلان جرم کی وجہ سے جو اس جسم کے حاصل کرنے سے پیشتر کسی اور سے تعلق رکھنے کی حالت میں سرزد ہوا تھا پھر ایسی ہے جس سزا سے کیا فائدہ ہے (۲) اگر شرعاً تبدیل ابدان ہو کر انسان اپنے اعمال کی سزا پاتا ہے تو بلا کیے شروع ہستی میں انسان کو نسا علی کیا جس کی وجہ سے جسم انسانی حاصل ہوا اور گامے گھوڑے ادھت اور باہمی سے کو نسا علی کیا جس سے ابتدا میں یہ جسم غایب ہر ایک نوع حیوانات جدا جدا مخلوق ہے اور دارا اصل ہے اور آخرت والا جو ہے (۳) اللہ تعالیٰ مجرمین کی سزا دیتا ہے یا ایک گناہ کی سزا دیتا ہے یا کیا تبت سزا کا شہم پھیرے جائیں اور نہ جہلا لیں نشانیاں اپنے رب کی (ایضاً) رَبَّنَا آتِنَا لَنَا ذُرِّيَّتًا نَّكَحًا وَصَالِحِينَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا ذُرِّيَّتًا نَّكَحًا وَصَالِحِينَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا ذُرِّيَّتًا نَّكَحًا وَصَالِحِينَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا ذُرِّيَّتًا نَّكَحًا وَصَالِحِينَ

مردون کے لئے دعا و صدقہ

مردون کی دعا و مردون کے واسطے اور صدقہ دینے میں مردون کی طرف سے مردون کو نفع ہے اور خدا سے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور حاجتوں کو پورا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے سبب پیدا کیا ہے بعض اسباب ظاہر ہیں بعض چھپے ہیں اسباب کا تاثیر کا ایک اندازہ ہے جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازے سے کم زیادہ کر دے جب چاہے اس کی تاثیر کو کم کر دے اور کبھی لنگری سے مرتا ہے اور کبھی گونی سے بچتا ہے اندازے کو تقدیر کہتے ہیں جو تقدیر میں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق کہتے ہیں اور جو نہیں بدلتی اس کو سبب کہتے ہیں میں اللہ نے دعا کرنے اور صدقہ دینے کو تقدیر کے رد کرنے کا سبب بنا دیا کہ یہ بھی مقدر کیا ہے کہ جب بندہ دعا کرے اور صدقہ دے تو نفع پہونچے گا بلا اس کی دفع ہوگی اور اسباب عالم باوجود تضا و قدر انہی کے ہیں حکم رکھتے ہیں جیسے کہ اوپر یہ طبعی شفا کے لیے جو بندوں

اللہ تعالیٰ نے مرد و نوح میں داخل ہونے کے لیے تقدیر معلق کے تغیر سے اللہ کے علم میں تغیر نہیں ہوتا بلکہ پسند تعلق کے تغیر ہوتا ہے۔

امامت

امامت عامہ ہے اہل اسلام اور ذمیون وغیرہ کے دین و دنیا کے کاموں کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے رسول علیہ السلام کی طرف سے یعنی علم دین کا جاری کرنا اور ارکان اسلام کا قائم رکھنا اور نیک کاموں کے لیے حکم فرمانا اور برے کاموں سے منع کرنا اور کافروں پر کفر اور فاسق مقرر کرنا اور شرعی سزائیں جاری رکھنا وغیرہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو معلق لبرکات سے انجام پاتے ہیں اسی طرح شخص بھی جو منصب امامت کے ساتھ نامزد ہو جائے امام دیکھا پس اگر کوئی بادشاہ نہ ہو اور اس کا حکم نہ مانا جائے وہ ہرگز امام نہ ہو گا ہم کتنا ہی اس مسئلہ میں کربن اور جانین کہ یہ فاطمی ہے اور معصوم بھی ہے اور طاعت بھی اچھی واجب ہے اگر کوئی کافر بزدل و شمشیر ملک پر قبضہ حاصل کرے اور شرع کے احکام کو اٹھائے اور تمام رعایا سے اس کی اطاعت یثا رہے اور دین اسلام کے کام میں مصروف ہو وہ امام کہلائے گا اور جو امام علیہ السلام نے والا تسبیح ہاتھ میں رکھنے والا ہمیشہ کتب علیہ کا مطالعہ کرنے والا طلبہ کو پڑھانے والا اور علم میں کتابیں تحفین کرنے والا وفاق کا حل کرنے والا اور خون ریزی اور کفار کا مال بھیفہ کرنے والا اور اس کے عہد میں بعض آدمی بعض پر ظلم کریں اور قوی ضعیف کو ستائیں اور کلموں کو مفسدوں کے ہاتھ سے آبرو پجانی بھل کر ہو تو ایسے امام کی احتیاج مسلمانوں کو نہیں ہے کہ جو کچھ امامت و سلطنت کے لئے ضروری ہے وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا اور امامت کے لئے اس کے تین طریقے ہیں نص - اختیار و دعوت پہلے دونوں طریقے ایسے ہیں کہ ان کی نسبت اختلاف میں اختلاف ہے امامیہ میں کے ابطال پر متفق ہیں اور اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع اور زید یہ کہتے ہیں کہ دعوت امامت کا طریقہ ہے - جمہور کی یہ رائے ہے کہ امامت مسلمانوں کی حقیقت مسائل فقہیہ میں سے ہے اس لیے کہ امام کا مقرر کرنا دلیل سمعی سے واجب ہے پس یہ حکم مکتف سے متعلق ہے جو فقہ کا موضوع ہے مگر گروہ ناجی اور فرقہ سے ہلکا کا امامت مسلمانوں کے غرض سے علم کلام میں لے آئے ہیں لیکن اس باب میں حق وہ ہے

لے دیکھو نجات النور

کیونکہ ضروری چیزوں کا جاننا امام کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ تمام کاروبار اور
 کے اجراء کا مدار سلطان پر ہے اور جیکر اسکو اتنا علم نہ ہوگا جس قدر سے حق و باطل میں تمیز
 قونا محال تمام معاملات کو ضبط کر دینگا خاکسار جبکہ خود احکام شرعی کو جاری کر گیا اور نفس
 کاموں کو انجام دیتا ہو تب بھی اس قدر واقفیت ضروری ہے کہ علمائین سے کوئی عاقل
 پیر ہر گز صاحب عدالت احکام شرعی کے جاری کرنے کے لیے مقرر کرے اگر خود اتنا تمیز نہ کرے
 تو کسی اچھے عالم سے ایسے عالم کے حال کو دریافت کر لے۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی میں مذکور ہے
 کہ بعض کے نزدیک امام کا مصلح ہونا شرط ہے اور اکثر کا مذہب یہ ہے کہ شرط نہیں بلکہ
 اطاعت سب پر فرض ہے جو کوئی اسکی اطاعت نہ کرے گا وہ گناہگار ہے یا فراموشی امت کو نقص
 نہیں پہونچا سکتی ہے پھر اگر قلب حاصل نہ ہو تو یہ نافرمانی رعایا کے حقوق میں شمار ہوگی لیکن عدالت
 مشروطہ میں حالت اختیاری میں ہیں دیدہ و دلستہ فاسق کو یا غیر قرشی کو اگر امام کریں تو
 گناہگار ہوں امت اسکی منعقد ہو جائیگی اور پھر اسے خروج جائز ہوگا اگر تسلط کر کے فاسق
 قرشی بادشاہ بن جائیگا تو وہ خود گناہگار ہوگا تو گون پر اطاعت اسکی فرض ہوگی اور خروج
 حرام ہوگا اور شرط ہونا اسلام کا سا قط نہیں ہوتا ہے ایسے کہ لفظ الولاء مر جملہ غیر مسلم کو شامل
 اور شرط ہونا ذکر اور حریت اور سلامتی اعضا اور اجتناب کا مثل عدالت کے ہے پس اگر عورت
 یا ناقص الاعضاء یا غیر مجتہد مسلط ہو جائے تو اطاعت اسکی واجب ہوگی پس ظاہر ہوا کہ اسلام کے سوا
 میں کوئی اور بات جیسا نبی یا شرم یا اولاد علی ہونا یا افضل زمانہ ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں جو
 شیعہ نے لگائی ہیں اور امام فسق و فجور سے معزول نہیں ہونا بلکہ مستحق عزل ہو جاتا ہے پس اس
 مسلمانوں کو بچا ہے کہ اس امام کو برطرف کریں بان اسکو حتی المقدور اس گناہ سے باز رکھیں اور
 نیک بخت ہونے کی دعا کریں کیونکہ برطرف کر لے بین فتنہ عظیم کا در ہے۔

متفرقات

انحضرت کی امت سب امتوں سے بہتر ہے اور ان کی شریعت سب شریعتوں کی جامع ہے اور ان کا
 سب دینوں کا ناخ ہے اور نسخ احکام آنحضرت کے بعد شرعاً جائز نہیں۔ اور نیک کام کا حکم کر
 نافرمانی سے منع کرتا واجب ہے اور شرط اسکی یہ ہے کہ فساد پیدا ہونے کا خوف نہ ہو اور قبول کی

اور انہما افضل ہیں تمام ملکہ سے اور اولیاء و زہاد کو فضیلت ہے عوام ملکہ پر سوا سے
 کے کہ رسول جن اس لیے کہ حق تعالیٰ نے جنت انسان کے لیے پیدا کی ہے اور
 حق تعالیٰ کا ذریت حضرت آدم کو پشت آدم علیہ السلام سے اور توحید پر ان سے بیٹا لینا
 اور بیٹا لینا پیغمبروں سے واسطے تبلیغ کے اور نیز واسطے تصدیق بعض کے بعض سے
 اور نوح و قلم اور جو کچھ اس میں مصلوبہ حق ہے اور مجتہد کسی خطا بھی کرتا ہے اور اس
 میں حد ہے اور حق و صواب پر رہی ہوتا ہے اور اعتقاد کرنا چاہیے مع موزہ کا محض و سفر میں
 اور کس شہاد روز حلال جاننا گناہ کا صغیر ہو یا کبیرہ اور اسکا سبک جانتا کفر ہے اور شریعت
 کو منہ کرنا اور اسکی امامت کرنا کفر ہے اور کفر کے کلمے سے نزل کرنا کفر ہے اگرچہ اس پر اعتقاد نہ ہو
 اور اسکی امامت کرنا کفر ہے اور کفر کا سبک جانتا کفر نہیں تو سبک جانتا کفر کا بطریق
 کفر ہے اور خدا کی رحمت سے نا امید ہونا کفر ہے اور خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا کفر ہے
 کفر ہے ہندی میں بوزہ کہتے ہیں بشرطیکہ موب کے لیے نہ استعمال کی جائے حرام نہیں ہے۔
 ہے کہ خمر یا کھجور کو تنہا یا موز کے ساتھ یا جو۔ شہدہ گیہون۔ جو۔ ہ۔ باجرہ وغیرہ غلے کو
 میں کر کے رکھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں تھوڑی سی تیزی آجائے اور اگر اتنا
 کہ جو ش کھا کر شکر و کیف ہو جائے تو حرام ہے یعنی بریل طبعی و یقینی اسکا ترک فرض ہے۔

مذہب اسلام کے متفرقات
 ۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۲۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۳۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۴۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۵۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۶۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۷۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۸۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۰۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۱۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۲۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۳۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۴۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۵۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۶۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۷۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۸۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۹۹۔ جہنم میں قدر عظیم
 ۱۰۰۔ جہنم میں قدر عظیم

مذہب ثلاثہ کے بعض اختلاف فی عقائد میں تطبیق

اب خیال کرو کہ اعتقاد میں اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے ابتدا میں اشعریہ و ماتریدیہ
 میں باہم کسی قدر تباہی و تنازع تھا ہر ایک دوسرے کے عقیدے میں قبیح کرتا تھا لیکن
 وہ اختلاف راجع طرف توفیق و تطبیق کے ہو گیا قنادی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں
 کہ اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل سنت و جماعت کو دو چیزیں عطا کی ہیں ایک ذہن رساکو بہ
 بات کی کثرت کو پہونچ جانے ہیں اور الفاظ پر نہیں اکتفتے و دوسرے انصاف اور قلت کلام
 وجہ سے ہر ایک کے کلام کو بھلائی پر حل کرتے ہیں اور حتی المقدور تضلیل و تکفیر کسی کی نہیں کرتے
 (۱) ماتریدیہ صفت تکوین کے قائل ہیں اور اسے صفت حقیقی قدیم جلتے ہیں اور اشعریہ
 تکوین کو اعتباری کہتے ہیں صفت حقیقی نہیں مانتے اور خیال کرتے ہیں کہ تعلقات قدرت
 سے یہ صفت حادث ہوتی ہے جس طرح تمام صفات کے تعلقات حادث ہیں اسی طرح یہ بھی حادث
 پس علمائے اشعریہ علمائے ماتریدیہ کے کلام کو جو صفت تکوین کے قدم کے قائل ہیں اُس صفت
 مبدیہ پر حل کرتے ہیں یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ جن صفات سے تکوین حادث ہوئی ہے اور وہ قدرت
 اور وہ ہے وہ قدیم ہیں اور اس وجہ سے تکفیر و تضلیل نہیں کرتے (۲) اسی طرح اشاعرہ اور
 کہتے ہیں کہ کلام الہی غیر مخلوق ہے اور مراد اس سے کلام نفسی ہے نہ الفاظ اسلیکے کہ الفاظ کو
 اصوات غیر قارہ ہیں انکا حدوث بدیہی بظاہر ہی بات کا انکار نہایت نہیں اور خیال کرتے ہیں کہ الفاظ کو
 اصوات غیر قارہ ہیں لیکن عہدیم القار ہونا وجود لفظی میں ہے اور یہاں بھی الفاظ کا وجود دو
 کہ وہ سامعین کی قوت تخیلہ میں ہے اور یہ وجود و بطریق حمد و لامثال کے لیا قرار رکھتا ہے مثلاً
 کی گلستان کو اعتبار اسی وجود کے کہہ سکتے ہیں کہ مدت ۹۴ برس سے موجود ہے یعنی ہاضم
 کے ساتھ کثرت مرشد سے راجع و جل الخیر میں پہلے سعدی کے تخیلہ میں وجود حاصل کیا پھر دوسرے

مذہب ثلاثہ کے بعض اختلاف فی عقائد میں تطبیق

دلیل منہم علی الحق وان کان
 اصل الخلاف بین الشیخین
 لا شکی فی شہادۃ الامام الخیر
 الشافعی و بین الامام الخیر
 لہذا اللہ صدق ما علی الامام الخیر
 من اصول الدین لکننا لم نجد علی
 تخیلہ و لا تخیلہ و لا تخیلہ و لا تخیلہ
 علی طریقہ و لا تخیلہ و لا تخیلہ
 علی طریقہ و لا تخیلہ و لا تخیلہ
 علی طریقہ و لا تخیلہ و لا تخیلہ

تخیلہ میں وجود پائاسی طرح ہمارے وقت تک اسکو وجود حاصل ہوتا رہا پس کلام
 الہی کا علم الہی میں کلام نفسی قدیم نام ہے پھر خیال کرتے ہیں کہ کسی طرح بدیہی کا انکار لازم
 نہیں بلکہ اس عموم نص کو کہ کلام الہی غیر مخلوق ہے ظاہر ہے پھر نا اور کلام نفسی پر محمول کرنا
 اور اس سے بید ہے مگر اشعریہ اور ماتریدیہ نے جان لیا کہ خیالہ کا کلام سب سے
 الہی تکفیر و تضلیل مکی (۳) اشعریہ کہتے ہیں کہ خیال میں حسن و قبح باعتبار اس معنی کے
 ہے کہ خیال کی ذات کو حسن و قبح واجب ہے و در شرع میں نسخ جائز نہوتا اس لئے
 کہ خیال کی ذات یا ذاتی ہوتی ہے اُس میں اختلاف اور مختلف نہیں پیدا ہونا اور ماتریدیہ کہتے ہیں
 کہ خیال کے لئے و در شرع سے بیشتر کوئی حکم وجوب یا حرمت کا نہیں بلکہ شرع نے وجوب
 و حرمت کو خیال میں بیان کیا ہے مگر نفس فعل میں ایک چیز ہوتی ہے کہ وہ وجوب کو جاتی ہے
 و حرمت کو اس میں موجود کی مناجات ہے اور فعل ہی میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے جو اُس
 کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے جیسے زنا کہ اسکی وجہ سے اسباب میں خلط و ارجح ہوتا ہے اور
 و حرمت کی حرمت کو چاہتی ہے اور شارع حکیم ہے اسکا کوئی حکم مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں
 کوئی حکم اسکا نفی اور عبث نہیں جس چیز میں اسنے جو بات دیکھی اُسی کے مطابق اسنے حکم دیا
 و حرمت کو چاہتی تھی اُس فعل کو اسنے حرام کیا اور جو قابل وجوب تھی اُسے واجب کیا ان
 خیال کا حسن و قبح ہماری فکر ناقص میں نہیں آسکتا اور ہماری ناقص قوتوں سے مدد
 نہیں ہو سکتا اسلیے اشاعرہ نے حسن و قبح ذاتی کا انکار کیا تاکہ عوام ناقص قوتوں پر بھروسہ
 نہ کر سکیں ایمان سے بے شک نہ جائیں پس اشعریہ تکفیر و تضلیل نہیں کرتے (۴) اسی طرح
 اشاعرہ صفت حق تعالیٰ کو ذات حق تعالیٰ پر زائد مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قدما سے متعلقہ یعنی
 ذات متعددہ کا ثابت کرنا کفر ہے اور ایک ذات کی قدامت ثابت کر کے اُس ذات قدیم کی
 قدامت کو بالبیع قدیم ماننا کفر نہیں ہے وہ ذات تو بالاسقلال قدیم ہوئی اور اسکی صفات
 و احوال قدیم تھیں اور علمائے ماتریدیہ نے قدما سے متعدد اور توصیفات متعدد سے احتراز کر کے کہا
 کہ صفات الہی ذات الہی کی نہ عین ہیں نہ غیر اسلیے کہ اگر عین کہتے ہیں تو صفات کی نفی لازم آتی ہے
 و اگر غیر کہتے ہیں تو غایت کا ہے اور اگر زائد مانتے ہیں تو مخالفین کی طرف سے

طعن و تشنیع کی بوجہ متعدد ہمدردی کے ثابت کرنے پر جوتی اس لیے عینیت اور غیریت کی نفی کی اور اشاعرہ نے سمجھا کہ غیریت شقاق کی نفی مراد ہے جیسا کہ مسلک جہا ہے اور صفات کا انکار مد نظر نہیں اور اسی وجہ سے عینیت کی نفی کی ہے حالانکہ عینیت کی نفی حقیقت کی نفی ہے اور کسی چیز سے اسکی حقیقت کو نفی کرنا سراسر سفسطہ ہے (۵) اسی طرح ماتریدی کہتے ہیں کہ نیک کبھی بد ہو جاتا ہے اور بد کبھی نیک بن جاتا ہے اور علمائے اشعرہ کہتے ہیں کہ نیک وہ ہے جو ان کے پیٹ ہی میں نیک ہو گیا اور بد وہ ہے جو ان کے پیٹ ہی میں بد یعنی نیک اور بدی یہ دونوں انسان کے نصیب میں پیدائش سے پہلے ہی مقرر ہو جاتی ہیں فرقوں نے ایک دوسرے کے اغراض پر غور کر کے تکفیر و تضلیل سے زبان کو روکا ایسے کہ ایک نے انجام پر نظر کی اور دوسرے نے وسط کا بھی لحاظ کیا اور تبدیل سعادت و شقاوت کے ہوئے غرضکہ ماتریدیہ اور اشاعرہ میں خلافت لفظی ہے نہ معنوی ہر ایک کی منشا حیدر ہے حال ہے ان کے اختلاف کا ایمان میں کہ جمہور محدثین شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ ایمان تصدیق اور اور عمل تینوں کو قرار دیتے ہیں اور عمل کو ایمان کا کامل کرنے والا سمجھتے ہیں اور خفیہ کے نزدیک ایمان فقط تصدیق کا نام ہے اور اقرار تصدیق کا ظاہر کرنے والا ہے اسی وجہ سے وہ فرماتے ایمان پر بھروسہ نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں انا مومن انشاء اللہ اور خفیہ کو اپنے ایمان پر اسی لئے کہتے ہیں انا مومن حقاً اس لیے کہ کمال ایمان میں کہ مراد عمل سے ہے شبہ ہے کہ یا نہیں یا در نفس ایمان میں کہ صرف تصدیق ہے کسی طرح کا شبہ نہیں (۶) اسی طرح امام ابو اور ان کے ساتھ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ایمان مخلوق نہیں بلکہ علمائے مجاز اسے تو کہا کہ جو مخلوق کہے وہ کا فر ہے (۷) اس سے کلام انہی کا مخلوق ہونا لازم آتا ہے اور محاسبی ابن کلاب اور عبد العزیز اور امام ابو حنیفہ اور علمائے سمرقند یعنی ماتریدیہ کہتے ہیں کہ وہ مخلوق کیونکہ ایمان دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے اور یہ بندوں کے فعل ہیں اور بندے کے سارے افعال مخلوق ہیں تو ایمان بھی مخلوق ہوا اشعری نے حنبلیہ کے قول کی یون توجیب کی کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق ہے تو مراد ان کی وہ ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ مومن اللہ کے اسمائے حسنی میں سے ہے اور اللہ کا ایمان یہ ہے جو

ہم قدیم کے ساتھ ازل میں اپنی وحدانیت کی تصدیق کی تھی اور اسکی خبر ہی تھی کہ اللہ کا یہ قول اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مین ہی ہوں کہ میں ہی ہوں نہ میں سوا میرے اور یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کی تصدیق حادث ہے بلکہ کہ اللہ مخلوق نہیں جبکہ ساتھ حادث قائم ہو سکے اور جو کہتے ہیں کہ ایمان مخلوق ہے اس کی مراد بندوں کا ایمان ہے ابن ابی الشریف کہتے ہیں کہ اس میں خلاف کرنا فضول ہے بلکہ کہ ایمان کے ساتھ تکلیف دی گئی وہ دل کا فعل ہے اور اس کے مخلوق ہونے میں ہم نہیں اور جس ایمان پر اسم انہی دلالت کرتا ہے اس کے قدیم ہونے میں اہل سنت کو شک نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے جو قدیم ہیں۔

ابن مالک نے ماتریدیہ و اشاعرہ کے خلافیات میں ایک تنقل رسالہ لکھا ہے جس میں چالیس فریادوں کے ساتھ چالیس ایسے مسئلے ذکر کئے ہیں جن میں ان دونوں مذہب کے علماء میں خلافت ہے اور اس محل کے یہ مناسب ہے اس لیے میں بھی بطور انتخاب کے ان مسائل کو دکھاتا ہوں۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعرہ کی رائے
۱۔ ذات اور ذات ہاکی	ذات باری اپنے وجودی عین ہے	وجود مقتضائے ذات ہے یعنی
۲۔ عینیت ہے	اور عینیت سے مراد یہ ہے کہ وجود قائم بذاتہ ہے یعنی کسی غیر سے منتزعا نہیں ہے۔	ذات باری تعالیٰ وجود کی مقتضی ہے اس صورت میں غیریت ہوتی۔
۳۔ واجب الوجودی ہے	واجب ذات الکی پر ذات نہیں ہے اور واجب الوجودی ہے اور واجب الوجودی۔	اعتباری ہے تو عدمی ہوا۔
۴۔ واجب الوجود ہے	وجود واجب الوجود کی ذات ہر ذات نہیں۔	واجب الوجود ہے۔
۵۔ واجب الوجود ہے	واجب الوجود ہے ذات پر ذات نہیں۔	صفت وجودی ہے ذات پر ذات نہیں۔
۶۔ واجب الوجود ہے	واجب الوجود ہے ذات پر ذات نہیں۔	واجب الوجود ہے ذات پر ذات نہیں۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدہ کی رائے	علمائے اخضرہ کی رائے
صفت قدرت کی تفسیر	قدت اللہ تعالیٰ کی صفت الہی ہوا کے ارادے کے موافق مطلق ہوتی ہے یعنی اسے آثار و تکون کا صدور ہوتا ہے۔	ایک صفت مؤخرہ ہے جب قدر درجہ خلق ہوتی ہے تو انہیں افر کرتی ہے۔
کی صفت ارادہ میں محبت و فیاضیت	صفت ارادہ میں محبت نہیں اور ارادہ مستلزم رضا کو نہیں۔	محبت ارادے کے معنی میں ہے اور اسی رضا یعنی عینوں کی چیز ہیں۔
صفت سمیع و بصر	صفت سمیع اس چیز سے متعلق ہوتی ہے جو سموع ہو سکے اور بصر بھی اسی سے متعلق ہوتی ہے جسکا دکھنا صحیح ہوا اور ان دونوں کا تعلق موجودات سے ہوتا ہے۔	صفت سمیع و بصر دونوں صفتیں متعلق ہوتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہر موجود سے یہ دونوں صفتیں متعلق ہوتی ہیں اور تمام صفات میں اپنی ذات اور تمام صفات وجودیہ کو سنسنا اور دیکھتا ہے اسی طرح ہمیشہ اپنی ساری صفات وجودیہ کو اور تمام کائنات کو دیکھتا سنتا دیکھتا خواہ وہ اموال کے قبیل ہوں یا غیر اموال کے۔
صفت کلام	قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ سے شروع ہوا ہے بغیر کیفیت کے یعنی نہ آواز ہے نہ حروف۔	اللہ کا کلام امر واحد ہے اور کیفیت وحدت میں اختلاف کیا ہے بلکہ اشاعرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وحدت شخصی اور بعض کہتے ہیں کہ وحدت نوعی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نوع واحد میں مختلف ہوتا ہے اور وہ خبر ہے۔
کلام نفسی سننے کے قابل ہے یا نہیں۔	نہیں سنا جاسکتا۔	سموع ہونا جائز ہے مگر طبعی کلام کلام نفسی ہی سنا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت الہی ہوا کے ارادے کے موافق مطلق ہوتی ہے یعنی اسے آثار و تکون کا صدور ہوتا ہے۔

مسئلہ خلافتی	علمائے ماتریدہ کی رائے	علمائے اشعرہ کی رائے
صفت قدرت کی تفسیر	قدت اللہ تعالیٰ کی صفت الہی ہوا کے ارادے کے موافق مطلق ہوتی ہے یعنی اسے آثار و تکون کا صدور ہوتا ہے۔	تکون اللہ کی صفت حقیقی نہیں اعتباری چیز ہے۔
کی صفت ارادہ میں محبت و فیاضیت	صفت ارادہ میں محبت نہیں اور ارادہ مستلزم رضا کو نہیں۔	وجود اشیا کا اللہ کے کلام الہی سے متعلق ہے اور اگر تکون اس پر دلالت کرتا ہے۔
صفت سمیع و بصر	صفت سمیع اس چیز سے متعلق ہوتی ہے جو سموع ہو سکے اور بصر بھی اسی سے متعلق ہوتی ہے جسکا دکھنا صحیح ہوا اور ان دونوں کا تعلق موجودات سے ہوتا ہے۔	اسم عین معنی ہے خارج میں مفہوم میں اسم عین معنی ہوتا ہے جیسے اللہ اس لیے کہ وہ علم ہے ذات الہی کا بغیر اس کے کہ اس میں کسی شے کا اعتبار کیا جائے اور کبھی اس سے کاغیر ہوتا ہے جیسے خالق اور رازق کہ یہ ایسے اسمین کہ دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ انکو غیر کی طرف نسبت ہے اور ظاہر ہے کہ
صفت کلام	قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ سے شروع ہوا ہے بغیر کیفیت کے یعنی نہ آواز ہے نہ حروف۔	اللہ کا کلام امر واحد ہے اور کیفیت وحدت میں اختلاف کیا ہے بلکہ اشاعرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وحدت شخصی اور بعض کہتے ہیں کہ وحدت نوعی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نوع واحد میں مختلف ہوتا ہے اور وہ خبر ہے۔
کلام نفسی سننے کے قابل ہے یا نہیں۔	نہیں سنا جاسکتا۔	سموع ہونا جائز ہے مگر طبعی کلام کلام نفسی ہی سنا تھا۔

تکون اللہ کی صفت حقیقی نہیں اعتباری چیز ہے۔

مسئلہ خلافت	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
	پہلی ذات سے غیر ہے اور کہیں ایسا ہوتا ہے کہ وہ مسمیٰ کا جین ہوتا نہ غیر ہوتا ہے جیسے قدر و عظیم کہ صفات پر دلالت کرتے ہیں جو اشیاء ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اشعار و مذہب ہے کہ صفات حقیقی جزوات الہی ساتھ قائم ہیں نہ ذات کی ہیں جن پس ہی حال ہوگا اس ذات کا جس کے ساتھ ان صفات کا بھی کیا ہوگا غیر شک ثابت ہوگا کہ اسم خارج ذہن مسمیٰ غیر ہے نہ مفہوم جن۔	پہلی ذات سے غیر ہے اور کہیں ایسا ہوتا ہے کہ وہ مسمیٰ کا جین ہوتا نہ غیر ہوتا ہے جیسے قدر و عظیم کہ صفات پر دلالت کرتے ہیں جو اشیاء ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اشعار و مذہب ہے کہ صفات حقیقی جزوات الہی ساتھ قائم ہیں نہ ذات کی ہیں جن پس ہی حال ہوگا اس ذات کا جس کے ساتھ ان صفات کا بھی کیا ہوگا غیر شک ثابت ہوگا کہ اسم خارج ذہن مسمیٰ غیر ہے نہ مفہوم جن۔
بیان قضا و قدر	قضا عبارت ہے اس فعل سے جس میں مضبوطی زیادہ ہو پس قضا صفات فعلیہ میں سے ہوگی اور تقدیر کہنے میں مخلوق کا اندازہ کرنے کو اس طور سے کہ مرتب ہو اس انداز سے پر حسن و قبح اور نفع و ضرر اور عذاب و ثواب و جزائی و مسکاتی ہونا اس مخلوق کا اور مطلق قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ قضا سے مراد اللہ کا حکم اجمالی ہے اور قدر سے مراد حکم تفصیلی اور یہ ظاہر ایسا ایک اندازہ معین کر کے۔	قضا عبارت ہے اس فعل سے جس میں مضبوطی زیادہ ہو پس قضا صفات فعلیہ میں سے ہوگی اور تقدیر کہنے میں مخلوق کا اندازہ کرنے کو اس طور سے کہ مرتب ہو اس انداز سے پر حسن و قبح اور نفع و ضرر اور عذاب و ثواب و جزائی و مسکاتی ہونا اس مخلوق کا اور مطلق قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ قضا سے مراد اللہ کا حکم اجمالی ہے اور قدر سے مراد حکم تفصیلی اور یہ ظاہر ایسا ایک اندازہ معین کر کے۔

مسئلہ خلافت	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
	معلوم ہوتا ہے کہ قضا سے مراد قول کن ہے اور قدر سے مراد معین کرنا ہے کا اس علم کے مطابق جو اللہ کو انکی پیدائش کے بارے میں حاصل ہے۔	معلوم ہوتا ہے کہ قضا سے مراد قول کن ہے اور قدر سے مراد معین کرنا ہے کا اس علم کے مطابق جو اللہ کو انکی پیدائش کے بارے میں حاصل ہے۔
	پانچون با قدر منہ وغیرہ جو ایسی صفات اللہ کی نسبت ثابت ہیں حق ہیں لیکن اصل اُن کی معلوم ہے اور وصف مجہول ہے اور وصف پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے اصل کا باطل کرنا جائز نہیں۔	پانچون با قدر منہ وغیرہ جو ایسی صفات اللہ کی نسبت ثابت ہیں حق ہیں لیکن اصل اُن کی معلوم ہے اور وصف مجہول ہے اور وصف پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے اصل کا باطل کرنا جائز نہیں۔
	توفیق آسان کرنا اور مدد دینا ہے۔ جو چیز انسان کی قدرت سے باہر ہو یہ جائز نہیں رکھیں کہ انسان اُس کے ساتھ مکلف ہو سکتا ہے۔	توفیق آسان کرنا اور مدد دینا ہے۔ جو چیز انسان کی قدرت سے باہر ہو یہ جائز نہیں رکھیں کہ انسان اُس کے ساتھ مکلف ہو سکتا ہے۔
	اللہ تعالیٰ کے افعال پر حکمت کا مرتب ہونا لازم ہے اور لزوم سے یہ مراد ہے کہ حکمت کا انعکاس افعال سے جائز نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کے کام حکمت سے خالی نہیں اُس کے کاموں میں حکمت کا ہونا کچھ اُس پر واجب نہیں۔	اللہ تعالیٰ کے افعال پر حکمت کا مرتب ہونا لازم ہے اور لزوم سے یہ مراد ہے کہ حکمت کا انعکاس افعال سے جائز نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کے کام حکمت سے خالی نہیں اُس کے کاموں میں حکمت کا ہونا کچھ اُس پر واجب نہیں۔

مسئلہ خلائی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
حکمت صفت ازلی اللہ تعالیٰ کی ہے یا نہیں۔ تخلیف و عید کا صفت الہی جائز ہے یا نہیں۔	حکمت کے معنی عمل اور احکام عمل کا مضبوط کرنہ ہے اور حکمت اس معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے۔ عذاب عدل ہے اللہ کو اختیار ہے ماضی کو عذاب دے اور وہ مجاہد اسکا کو عاف کر دے اس لیے کہ وہ تخلیف و ناقصان میں شمار ہوتا ہے۔	حکمت بمعنی مذکور اللہ تعالیٰ کی ازلی نہیں۔ عذاب عدل ہے اللہ کو اختیار ہے ماضی کو عذاب دے اور وہ مجاہد اسکا کو عاف کر دے اس لیے کہ وہ تخلیف و ناقصان میں شمار ہوتا ہے۔	حکمت بمعنی مذکور اللہ تعالیٰ کی ازلی نہیں۔ عذاب عدل ہے اللہ کو اختیار ہے ماضی کو عذاب دے اور وہ مجاہد اسکا کو عاف کر دے اس لیے کہ وہ تخلیف و ناقصان میں شمار ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اور اگر کرتے تو کیا قبیح کے ساتھ اسکا کام موصوف ہو سکتا ہے۔	اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اگر ایسا کرے گا تو قبیح ہوگا عقل اس بات کو جائز نہیں کہتی کہ اللہ مومن کو ہمیشہ دوزخ میں ڈالے رکھے اور کافر کو جنت میں بھیج دے۔	اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اگر ایسا کرے گا تو قبیح ہوگا عقل اس بات کو جائز نہیں کہتی کہ اللہ مومن کو ہمیشہ دوزخ میں ڈالے رکھے اور کافر کو جنت میں بھیج دے۔	اللہ تعالیٰ قبیح کام نہیں کرتا اگر ایسا کرے گا تو قبیح ہوگا عقل اس بات کو جائز نہیں کہتی کہ اللہ مومن کو ہمیشہ دوزخ میں ڈالے رکھے اور کافر کو جنت میں بھیج دے۔
کفار کی جنت عقلاً جائز ہے یا نہیں۔	کفار کو جنت عطا کرنا جائز ہے۔	کفار کو جنت عطا کرنا جائز ہے۔	کفار کو جنت عطا کرنا جائز ہے۔
حسنت و قبیح یا اشعری۔	اشیا میں حسن و قبح شرع سے نہیں ہوتا بلکہ یہ باطن ان میں فی نفسہ موجود ہوتا ہے نہ عقل ان کو اور ان کو لیتی ہے ہاں شرع ان کو ظاہر کر دیتی ہے۔	اشیا میں حسن و قبح شرع سے نہیں ہوتا بلکہ یہ باطن ان میں فی نفسہ موجود ہوتا ہے نہ عقل ان کو اور ان کو لیتی ہے ہاں شرع ان کو ظاہر کر دیتی ہے۔	اشیا میں حسن و قبح شرع سے نہیں ہوتا بلکہ یہ باطن ان میں فی نفسہ موجود ہوتا ہے نہ عقل ان کو اور ان کو لیتی ہے ہاں شرع ان کو ظاہر کر دیتی ہے۔

فی نفسہ بُرائی ہے نہ بھلائی ہے شرع
نے ان کو بُرا بھلا کر دیا ہے۔ قبل ورد
شرع کے کوئی چیز بُری ہوتی ہے نہ
بھلی اگر شرع ایسا کرتی کہ جن چیزوں کو
اب اس نے ہمارے واسطے اچھا ثابت
کیا ہے انہیں بُرا قرار دیتی تو قضیہ
بالعکس ہو جاتا کہ بُری چیزیں اب بھی
اور اچھی بُری ہو جاتیں۔

انہی کی بشت سے قبل نہ ایمان واجب
ہے نہ کفر حرام ہے پس شاعر کے
نزدیک ایمان عقل سے واجب نہیں
ہوتا اور نہ کفر کی حرمت عقل سے ثابت
ہوتی ہے سارے احکام جو ایمان سے
مخلوق ہیں وہ سمیع سے حاصل ہوتے ہیں۔

جو گویا بی پر قادر ہو اسی کے ایمان
احکام اسلام کے لیے تصدیق کے ساتھ
شرط ہے اور بقول اسکا رکن ہے اور
حقیقت ایمان میں داخل ہے لیکن ایسا
جز ہے کہ عنایت و تعجیل بھی کسی قدر
رکھتا ہے پس حالت اختیار میں خیریت
کا پہلو معتبر ہوتا ہے اسی لیے اگر اتوار کی

اگر اللہ انبیاء کو نہ مبعوث کرتا تب بھی
عقلوں کے قدیم سے اللہ کے وجود اور
وجوب اور حیات و قدرت وغیرہ کی
معرفت واجب ہوتی اور اس بات کی
کہ وہ عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔

ایمان اقرار اور تصدیق ہے یعنی اقرار جبر ہے
احکام اسلام کے لیے تصدیق کے ساتھ
شرط ہے اور بقول اسکا رکن ہے اور
حقیقت ایمان میں داخل ہے لیکن ایسا
جز ہے کہ عنایت و تعجیل بھی کسی قدر
رکھتا ہے پس حالت اختیار میں خیریت
کا پہلو معتبر ہوتا ہے اسی لیے اگر اتوار کی

[illegible]

ضمیمہ فرمائے ظاہریہ و کلابیہ وغیرہ کے بیان میں

فرقہ ظاہریہ اس فرقہ کے پیشوا داؤد بن علی بن خلف بن جواد ظاہری کہلاتے ہیں۔ ان کو اہل علم نے کوہ علم کہا ہے اور ابن حزم۔ ابن تیمیہ۔ سائین قیوم۔ محمد فیروز آبادی۔ سادو شکر۔ کو بھی فرقہ ظاہریہ کے اراکین میں سے شمار کیا ہے۔ داؤد اسحاق اور ابو ثور کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی کو نہایت مانتے تھے۔ دوکتا ہیں بھی ان کے فضائل میں تا بیعت کی ہون ریاست کی بنداد میں ان پر ختم ہو گئی اور ان کی اصل صفیان سے ہے۔ کوٹہ میں پیدا ہوئے تھے۔ بین نشو و نما پانی تھی وہیں فوت ہوئے اسحاق بن راہویہ کی باتوں پر بہت رو کرتے ہیں۔ فرقہ ظاہریہ کا یہ نام اس لیے مقرر ہوا ہے کہ یہ لوگ قرآن و احادیث کے ظاہر احکام پر عمل کرتے ہیں۔ ظاہر میں ان سے سمجھا جاتا ہے اسی کو مانتے ہیں تاویل کے باطل منکر ہیں۔ داؤد شریعت قیاس کو ناجائز نہاتے ہیں اور جب قیاس کرنے کی طرف مائل ہوئے اور اخذ ضرورت کی تو اسکا نام دلیل رکھا۔ ان کے بہت سے مسائل کا اندازہ بہتے اختلاف کیا ہے مثلاً داؤد کا قول ہے کہ سونے چاندی کے برتن سے صحت پینا منع ہے اور ان میں کھانا رکھ کر کھانا یا اور کھانا میں ان کو لانا جائز ہے اس لیے کہ بخاری و مسلم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے **بَشْرِيْ فِيْ اَيْتِهِ الْفَضْلُ وَ اَنْمَا يَجْزِيْ فِيْ بَطْنِهِ نَكَارٌ جَهَنَّمُ** جو شخص چاندی کے برتن سے کوئی چیز پیتا ہے تو اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ جلائی جائیگی اور ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے **مَنْ شَرِبَ فِيْ اَنْعَاقٍ وَ حَبَّ ذَرْبُهُ اَوْ رَمَا فِيْهِ شَيْئٌ مِنْ ذُلَالَةٍ اَنْمَا يَجْزِيْ فِيْ بَطْنِهِ نَكَارٌ جَهَنَّمُ** جو شخص کرسوئے یا چاندی کے برتن سے پیوے یا اس برتن سے پیوے جس میں کچھ سونا یا چاندی لگی ہو تو اسکو دوزخ کی آگ جلائی جائیگی امام داؤد ظاہری سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ہجری میں انتقال کیا۔ فرقہ ظاہریہ کے نزدیک اساجاع کی اہلیت صحابہ سے مخصوص ہے۔

فرقہ کلابیہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو عبد اللہ بن سعید کے متبع ہیں انکی کینست ابو محمد اور عرف ابن خطاب (بضم کاف و تشدید لام) تھا غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ اسکا مذہب یہ ہے۔

فرقہ ظاہریہ کے اراکین میں سے ہیں

فرقہ کلابی یہی تھا جس نے قدیم ہونے کا دعویٰ کیا اور اسکی صفات میں ذات برائے نہ غیروہ ذات ہیں۔ ان میں جو آیا ہے اگر علی علیہ السلام لکھنا شاکستونی یہاں استوی سے مراد ہے کہ بیڑھا نہیں اپنے حال کو شہ سے عرش ہے حالانکہ اس کے لیے کوئی جگہ نہیں اور قرآن کے لیے حروف نہیں اور امام حسن بن حسن بن فخر الاسلام بزدوی نے کہا ہے کہ فرقہ کلابیہ بھی اہل سنت میں داخل ہے اور ماترید یہ میں اصول کے اندر تین چار سئلون کا خلاف ہے ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسی فنی ہو جاتا ہے اور فنی کبھی سعید۔ کلابیہ اور اشعری کی اس مسئلے میں رائے متحد ہے۔ وہ یہ کہ سعادت و شقاوت نہیں بدلتی ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کلابیہ کے نزدیک کاسم اللہ کلام میں ہے اور نہ غیر ہے اور یہ ماترید یہ کے مذہب مشہور کے خلاف ہے ان ماترید یہ کے اراکین کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ذات الہی کی نہ میں ہیں نہ غیر طغات شافعیہ میں بیان کیا ہے کہ کلاب اہل علی درجے کے متکلمین ہیں سے تھے اور ان کا شمار اہل سنت میں ہے ابو الحسن اشعری نے ان کے طریق پر چلے اور دوسرے حادث مجاہد کے لے

حارث مجاہدی

امام حارث بن اسد مجاہدی نے امام شافعی کی محبت پائی تھی اور تصوف و حدیث اور کلام میں اہل ان کے امام تھے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اول ول عقائد سلف کی تائید کی کلامیہ اور برہانین فلسفہ سے انہیں کی طرف اکثر متکلمین صفاتیہ منسوب ہیں ان کا عقائد کے طبقہ اولیٰ میں ہے ہندو میں سنہ ہجری میں راہی خاک عدم ہوئے لغات الانس و جنات کے کہ حارث مجاہدی نے چالیس برس تک اس سختی کے ساتھ مراقبہ کیا کہ دن رات دوزخ و جہنم کی چیز سے نہ لگی شیخ ابو الحسن اشعری نے جب مذہب حارث کو چھوڑا تو ان کے اور ان کے قوانین پر مسائل صفات و قدر میں کلام کیا اور علم عقائد و کلام میں انکی رائے کی اقتدائی کی

فرقہ غیر اہل سنت و جماعت

فرقہ شیعہ۔ خوارج۔ مہر جیہ۔ بخاریہ۔ جہریہ۔ قدریہ۔ مشہور۔

فرقہ ظاہریہ کے اراکین میں سے ہیں

پھر ان میں سے بعض کا ترکیب بعض سے جو کرہ مرتے سے کئی فریق ہو گئے ہیں مگر ان کی فرقہ بندی کوئی ایسا طریق مقرر نہیں ہے جو کسی قانون مخصوص یا قاعدہ معین کے مطابق ہو بلکہ ان کی تصنیفیں بھی ایسی نہیں جن میں فرقوں کے بیان میں ایک روش پر متفق ہوں سب نے مذہب میں ایک طرح کی پابندی نہیں کی ہے جس طرح جس مذہب کو پایا ہے بلا کسی قانون اصول کے گھڑا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص کسی مذہب میں کسی ایک مسئلے کی دو متضاد تفسیریں تو اسے صاحب مذہب نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسے شخص کو بھی ملحد صاحب مذہب مانا جائے گا تو مذہب دائرہ حصر و شمار سے باہر ہو جائیگا مثلاً کوئی شخص احکام جو امر میں کسی ایک مسئلے کے متضاد ہے تو وہ صاحبان مذہب کی گنتی میں نہیں آسکتا پس اب ضرور ہے کہ کوئی مذہب مسائل اصول و قواعد کے مقرر ہونا چاہیے تاکہ وہ اختلاف ان مسائل کا مذہب ٹھہرے صاحب و تحمل نے اپنی رائے سے حصر اس ضابطے کا چار قواعد میں کیا ہے۔ یہ قواعد بڑے اصول ہیں پہلا قاعدہ مسئلہ صفات و توحید صفات ہے اس میں کئی چیزیں شامل ہیں (۱) صفات قدیم الہی جن کا ایک جماعت نے اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے لیے ایسی صفات ثابت ہیں اور دوسری جماعت نے انکے ثبوت سے انکار کیا ہے (۲) بیان صفات ذات صفات فعل (۳) اللہ پر کیا چیز واجب ہے اور کیا چیز اسپر جائز نہیں اور کون چیز اسپر ناجائز اس مسئلہ پر اہل سنت و جماعہ و کرامیہ و معتزلہ کے درمیان اختلاف ہے۔

دوسرا قاعدہ مسئلہ قدر و عدل ہے اس میں مسائل فضا و قدر و جبر و اختیار و ارادہ و غیر اور مقدار و معلوم داخل ہیں کہ ایک جماعت کے نزدیک یہ چیزیں ثابت ہیں اور دوسری جماعت کے نزدیک ثابت نہیں اس مسئلہ میں قدریہ و جبریہ و جبر و عامل سنت کے درمیان اختلاف ہے تیسرا قاعدہ مسئلہ وعد و وعید اور اسرار و احکام ہے یہ مسائل ایمان اور توبہ اور وعید اور تکفیر و تضلیل پر کہ ایک جماعت کے نزدیک یہ باتیں ثابت ہیں اور دوسری جماعت کے نزدیک ثابت نہیں اس میں مرجیہ اور وعید یعنی خوارج اور معتزلہ اور کرامیہ اور اہل سنت میں اختلاف ہے چوتھا قاعدہ مسئلہ سمع (نقل) و عقل و رسالت و امامت ہے یہ قاعدہ شمس کی مسائل جیسے حسن و قبح اور صلح و طعن (یعنی جو چیز ہندے کے لیے اچھی ہے وہاں پر واجب ہے اور

مذہب اہل سنت و جماعہ امامت کے شرائط اور امامت کا ایک جماعت کے نزدیک مخصوص ہونا اور دوسری جماعت کا نقص سے انکار کرنا اور اس بات کا قائل ہونا کہ امامت کا اعتقاد اجتماع سے ہوتا ہے اور امامت کے منتقل ہونے کی کیفیت ان لوگوں کے نزدیک جو نفس کے قائل ہیں امامت کے منتقل ہونے کی کیفیت ان کے نزدیک جبر اجتماع کے مقرر ہیں ان مسائل خلافت شیعہ اور معتزلہ اور معتزلہ اور کرامیہ اور اہل سنت میں ہے۔

پنجم کہ اصحاب مذہب کی ترتیب بیان کرنے کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ مذہب کا اصول بیان کریں دوسرے یہ کہ اصحاب مذہب کے اصول بیان کریں ہر مسئلہ میں مذہب ایک فرقہ کا بیان کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اصحاب مذہب کے اصول بیان کریں ہر مسئلہ میں ان کے مذاہب کو ذکر کرتے ہیں اس پچھلے طریق سے اقسام مذہب اچھی طرح ہوتا ہے۔

معتزلہ

معتزلہ ہے کہ جب حسن بھری کو یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی جو کہ کئی سے کہے کہ تکبیرہ نہ بالکل مؤمن ہے اور نہ بالکل کافر ہے بلکہ وہ ایک منزل میں ہے انہیں منزل ایمان و کفر کے تو انھوں نے کہا اھو لا کفر (۱) انھوں نے کہا کہ کفارہ کش ہو گئے اور جماعہ اسلام سے توبہ و فرقہ معتزلہ کہلانے لگا کیونکہ علمائے سلف نے اس کلیہ پر اتفاق کیا ہے کہ مکلف یا مؤمن ہے یا کافر پس قول بالواسطہ سراسر جماعہ کے مخالف ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب واصل نے اپنے استاد حسن کے ساتھ علائقہ ایک مسئلہ میں مخالفت کی تو حسن نے کہا اھو لا کفر (۲) ابن نمکتہ نے کہا ہے کہ یہ نام بعد حسن کے نکلا ہے اس طرح پر کہ جب حسن کے اور ان کی جگہ قتادہ بیٹھے تو عمرو بن عبید اور اسکے اصحاب نے ان سے کنارہ کشی کی اور ان کے ان لوگوں کا نام معتزلہ رکھ دیا اور اس تمام گروہ کا رئیس و پیشوا واصل ہے اس شخص نے احادیث و اخبار کو حسن بھری سے سیکھا تھا اور قواعد اعتزالہ کو عبد اللہ بن محمد سے حاصل کیا تھا اسکی نشست اکثر اس بازار میں ہوا کرتی تھی جہاں عورتیں سوت کھاتی تھیں انھیں تاکہ پاس عورتوں کو بچان کر کچھ انکو صدقہ خیرات دیا کرے اسے اسکا لقب تھا کہ ان کیونکہ غزال نے اسے بھیجی تھی تشدید کے ساتھ سوت بیچنے والے کو کہتے ہیں ورنہ خود

یعنی نیز ان شرائط مذکورہ بالا کے محال ہے۔ اشیاء میں جن وقوع ان کے نزدیک عقلی ہے جیسا کہ اسے
ماثر یہ کہ ہے مگر فرق یہ ہے کہ مثر یہ کہ کے نزدیک حسن وقوع عقلی اس بات کو نہیں چاہتا کہ
بندے کے لیے اس میں حکم الہی صادر ہو اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حسن وقوع عقلی ہے اللہ تعالیٰ کی
طرف سے حکم کا موجب ہے اس لیے کہ اس کے موافق اور حاکم نہیں ہے اگر بالفرض نہ شرع ہو بلکہ
نہ رسول مبعوث ہوتے اور اللہ تعالیٰ افعال ایجاد کرتا تب بھی یہ احکام اسی طرح واجب ہوتے جس طرح
شرع نے اب واجب کئے ہیں مگر جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ معتزلہ کے نزدیک حاکم عقل ہے نہ
خدا تعالیٰ یہ بیان ان کا صحیح نہیں معتزلہ مسلمان تھے اور کوئی مسلمان ایسی بات کہنے کی جرات
نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ عقل بعض احکام الہی کے پہچاننے کا آلہ ہے برابر ہے کہ انکی نسبت
شرع دارد ہو یا نہ ہو اور یہی ان کا برخلاف ہے شرع مسلم الثبوت میں بحر العلوم نے اسی طرح
لکھا ہے اور بعض نے متاخرین حنفیہ اور معتزلہ کے مذہب کے فرق کو اس عبارت میں بیان کیا ہے
کہ حنفیہ کے نزدیک عقل ایک آلہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بذریعہ شرع کے کہ وہ کھولنے والی ہے فعل کے
حسن وقوع پر اطلاع دیتا ہے ابجا ب عقل کا کام نہیں بلکہ یہ کام اللہ کا ہے اور معتزلہ کے نزدیک
عقل واجب کرنے والی ہے پس جب عقل نے حسن وقوع کو دریافت کر لیا تو مقتضائے حسن وقوع اللہ تعالیٰ
اور بندوں پر واجب ہو گیا اور جو چیز عقل میں نہیں آ سکتی وہ واجب نہیں اسی وجہ سے معتزلہ عقائد
کے متعلق ہر اس چیز کو نہیں مانتے جو عقل سے بدرجہ نبو کے مثلاً رویت الہی اور عذاب قبر اور
میزان اور صراط وغیرہ کے منکر ہیں۔ اور معتزلہ کا قول ہے کہ بندہ اپنے افعال اختیار کا خالق ہے
اور بعض افعال اس سے بطریق مباشرت کے پیدا ہوتے ہیں اور بعض بطریق تولید کے معنی تو یہ
کے ہیں کہ قائل کے ایک فعل سے دوسرا فعل واجب ہو جائے جیسے انگلی کا ہلنا واجب کر دینا
چھلنے کے لیے کہ اگرچہ اس دوسرے کام کا بندہ مصلحتاً نہیں کرتا مگر وجدان کا بھی وہی ہوتا ہے
ہاں اس قدر ہے کہ ایک اور فعل کا توسط ضرور ہوتا ہے اور چونکہ ان کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا
خالق ہے اس لیے جزا ان افعال کی حقیقت خدا پر حق بندہ کا ہے۔ اور امر غیر اللہ کے ارادے سے
ہوتا ہے اور کفر و عصیان بندے سے با اختیار خود ہوتا ہے بین خدا کے ارادے اور مشیت کو اس میں
دخل نہیں بلکہ وہ بر مخلوق سے ارادہ اسلام و طاعت کا کرتا ہے چنانچہ حکم کرتا ہے اسلام و طاعت

اور گناہ و کفر سے ممانعت کرتا ہے تو انکی نسبت ارادہ بھی نہیں کرتا اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ استطاعت
اصل قدرت فعل سے قبل ہوتی ہے یہی اسے مثر یہ کہ کی ہے اور بعض معتزلہ مثل بخاری اور محمد بن
حسن اور ابو عیسیٰ و زقاق وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قدرت فعل کے ساتھ ہوتی ہے جو اسے
الاعراض کی ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ تکلیف عدم کے ساتھ بھی متعلق ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ مقتول
کی موت قاتل کے قتل سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح مسموم کی موت زہر دینے والے کے قتل سے
اس کی موت بندے کے افعال میں سے ہے خدا کا فعل نہیں اگر قاتل اسے قتل کرتا یا زہر دینے والا
مسموم کو یا جو وقت اس کی موت کا خدا تعالیٰ نے مقدر کیا تھا موت تک جیتا قاتل نے
مقتول الہی کو بدل ڈالا اسی لیے اس کا یہ فعل شرعاً و عقلاً ممنوع ہوتا ہے اور کسی کے نزدیک مقتول
کے لئے دواجل ہیں ایک قاتل دوسرے موت اگر وہ قاتل کے ہاتھ سے مارا نہ جاتا تو اپنے دوسرے ہاتھ
میں موت کے وقت تک جیتا اگرچہ عموماً معتزلہ اس کے قاتل ہیں کہ مقتول اپنے دوسرے ہاتھ سے
اس کے لیے مقرر کر دیا ہے نہیں مثر یہ کہ فرق دونوں راہوں میں یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک تو قاتل و
موت دونوں پر لفظ موت کا اطلاق درست ہے اور کہیں کہتا ہے کہ قاتل کو موت کہنا چاہیے موت
اسی ہے جو اپنے دوسرے ہاتھ سے طلب یہ ہے کہ اللہ کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا
نام قاتل۔ اور ان کے نزدیک تکلیف الاطلاق کے ساتھ بندے کا مکلف ہونا عقل بھی تجویز نہیں کرتی
اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حرام رزق نہیں کیونکہ رزق وہ ملوک ہے جس کو مالک کھائے اور شایع نے
اس میں تصرف کر دینا حکم بھی دیدیا ہوا اس صورت میں شراب اور سویر جو کسی مسلمان کے مالک ہوں
وہ ان میں ہو سکتے اس لیے کہ شایع نے ان میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اس سے یہ
کلام آتا ہے کہ جس شخص نے عمر بھر حرام چیز کھائی تو اسے رزق الہی نہیں کھایا وہ اپنے طور پر پاپاں رہا
حالانکہ ہر ماں خدا کو اللہ ہی رزق پہنچاتا ہے اور ہدایت و ضلالت انسان بطریق مباشرت کے
پیدا کرتا ہے اور ہر کامیابی انکی اس مباشرت سے بطور تولید کے پیدا ہوتی ہے خدا سے تعالیٰ
کے پیدا کرنے کو ان میں دخل نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ان سے خلق ہے اور اصلاح
و اطاعت اور ثواب و عذاب اور آلام کا عموماً یہ پانچ چیزیں حق تعالیٰ پر واجب ہیں ہر دور بخل
اور کم آنا ہے اس لیے کہ جب اس کے اختیار میں یہ ساری باتیں ہیں اور ان کے واسطے کوئی مانع بھی

شہادت ہو اور ان کی رائے یہ ہے کہ ایمان باطن سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام ظاہر سے چلتا ہے
 ان کے نزدیک فاسق مسلم ہے نہ مؤمن۔ شرح عمدۃ الصنفی مصنفہ علامہ کسار سیہن ہے کہ کافر
 معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص رکاز دین یعنی توحید و نبوت و نماز و روزہ وغیرہ کا اعتقاد
 تقلید کے رکھے تو ایسا شخص نہ مؤمن ہے نہ کافر اور ابو ہاشم کے نزدیک کافر ہے جس کی رائے
 یہ ہے کہ جب دلیل عقلی سے اعتقاد و نبوت کو پہنچے اس وقت مؤمن تسلیم کرنا چاہیے اور معتزلہ پیشانی
 لینے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا نہ آدم سے نہ نوح سے نہ
 سے نہ موسیٰ سے نہ عیسیٰ سے نہ محمد سے نہ جبریل سے نہ میکائیل سے نہ اسرافیل سے علیہم السلام
 اور نہ حاملان عرش سے اور نہ انکی طرف دیکھے گا جیسا کہ شیطان اور یہود و نصاریٰ سے بات
 کرتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عقل نہیں تجویز کرتی کہ انبیاء سے علماء کبار سرزد ہوں اور انبیاء
 کسی ایک کی فضیلت کے دوسرے پر قائل نہیں سب کو برابر جانتے ہیں اور کرامات اولیا کا انکار
 کیا ہے اس وجہ سے کہ اولیا سے خرق عادت کے وقوع میں مجبزی کے ساتھ اشتباہ ہوگا
 اس صورت میں نبی اور غیر نبی میں تمیز کرنا مشکل ہے مگر ابو الحسن بصری معتزلی اور اس
 شاگرد محمود غوارزمی کرامات اولیا کے قائل ہیں۔ اور معراج کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ اسکا
 خبر آج سے ہے اور خبر واحد علی کو واجب کرتی ہے نہ اعتقاد کو مگر بیت المقدس تک جاتے
 منکر نہیں اور معتزلہ انبیاء میں باہمی تفصیل کے قائل نہیں سب کو برابر اور ہم رتبہ جانتے ہیں
 آنحضرت کی فضیلت انبیاء پر نہیں مانتے اور ان کے نزدیک مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی نہیں
 جیسا کہ عامہ متکلمین اشاعہ کی رائے ہے۔ اور انکا عقو نام یہ قول ہے کہ ملائکہ علوی افضل ہیں
 اور امامت میں یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں افضا ہے بعض کہتے
 اختیار ہے اور انکے نزدیک امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے بعض کے نزدیک یہ وجہ
 دلیل عقلی سے ثابت ہے اور عامہ معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ دلیل شرعی سے ثابت ہے اور
 معصوم ہونا واجب نہیں اور نہ اسکا قرضی ہونا مشروط ہے اور ان کے نزدیک عبادت کا
 سوا قائل کے غیر کو نہیں پوچھنا خواہ عبادت مانی ہو یا بدعتی خواہ مرکب ہو مال اور بدن
 فضا و قدر نہیں بدل سکتے پس دعا لغو ہے کچھ اس سے فائدہ نہیں ہو سکتا جس سے

وہی ہے کہ ان کے نزدیک فاسق مسلم ہے نہ مؤمن۔ شرح عمدۃ الصنفی مصنفہ علامہ کسار سیہن ہے کہ کافر معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص رکاز دین یعنی توحید و نبوت و نماز و روزہ وغیرہ کا اعتقاد تقلید کے رکھے تو ایسا شخص نہ مؤمن ہے نہ کافر اور ابو ہاشم کے نزدیک کافر ہے جس کی رائے یہ ہے کہ جب دلیل عقلی سے اعتقاد و نبوت کو پہنچے اس وقت مؤمن تسلیم کرنا چاہیے اور معتزلہ پیشانی لینے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا نہ آدم سے نہ نوح سے نہ موسیٰ سے نہ عیسیٰ سے نہ محمد سے نہ جبریل سے نہ میکائیل سے نہ اسرافیل سے علیہم السلام اور نہ حاملان عرش سے اور نہ انکی طرف دیکھے گا جیسا کہ شیطان اور یہود و نصاریٰ سے بات کرتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عقل نہیں تجویز کرتی کہ انبیاء سے علماء کبار سرزد ہوں اور انبیاء کسی ایک کی فضیلت کے دوسرے پر قائل نہیں سب کو برابر جانتے ہیں اور کرامات اولیا کا انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ اولیا سے خرق عادت کے وقوع میں مجبزی کے ساتھ اشتباہ ہوگا اس صورت میں نبی اور غیر نبی میں تمیز کرنا مشکل ہے مگر ابو الحسن بصری معتزلی اور اس شاگرد محمود غوارزمی کرامات اولیا کے قائل ہیں۔ اور معراج کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ اسکا خبر آج سے ہے اور خبر واحد علی کو واجب کرتی ہے نہ اعتقاد کو مگر بیت المقدس تک جاتے منکر نہیں اور معتزلہ انبیاء میں باہمی تفصیل کے قائل نہیں سب کو برابر اور ہم رتبہ جانتے ہیں آنحضرت کی فضیلت انبیاء پر نہیں مانتے اور ان کے نزدیک مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی نہیں جیسا کہ عامہ متکلمین اشاعہ کی رائے ہے۔ اور انکا عقو نام یہ قول ہے کہ ملائکہ علوی افضل ہیں اور امامت میں یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں افضا ہے بعض کہتے اختیار ہے اور انکے نزدیک امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے بعض کے نزدیک یہ وجہ دلیل عقلی سے ثابت ہے اور عامہ معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ دلیل شرعی سے ثابت ہے اور معصوم ہونا واجب نہیں اور نہ اسکا قرضی ہونا مشروط ہے اور ان کے نزدیک عبادت کا سوا قائل کے غیر کو نہیں پوچھنا خواہ عبادت مانی ہو یا بدعتی خواہ مرکب ہو مال اور بدن فضا و قدر نہیں بدل سکتے پس دعا لغو ہے کچھ اس سے فائدہ نہیں ہو سکتا جس سے

مانی ہے اگر وہ معتزلہ کے مطابق ہے تو اسکی خواستگاری فعل جہت ہے اور اگر مخالفت ہوگی
 موجود ہونا ناممکن ہے اسی سبب سے ان کے مردے استغفار اور صدقات سے کہنات کا
 مسئلہ میں محروم رہتے ہیں اور سارے معتزلہ سوا کے کبھی اور ابو المنذر اور ابو الحسن بصری کے
 ہیں کہ معدوم بھی ایک شے ہے اور عالم واقع میں ثابت ہے مگر اسی قدر ہے کہ اسکو وجود
 ملے اگر وجود مل جائے تو وہ موجود ہو جائے اس مرتبے کو انکی اصطلاح میں ثبوت اور تقرر کا
 کہتے ہیں اور دلیل انکی یہ ہے کہ ممکن اپنے وجود کے قبل یا تو واجب ہوگا یا ممتنع اور ان دونوں
 میں وجود کے وقت انقلاب لازم آتا ہے پس یہ غلط ہے تو یہی رہا کہ ممکن اپنے وجود سے پیشتر بھی
 ہوگا اور امکان کی ایسی صفت ہے جس کے لیے موصوف کا ہونا ضرور ہے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ
 ہے یا موجود ہے اگر موجود ہوگا تو پھر وجود اسکو حاصل ہونا تفصیل حاصل ہے اسلیے یہ باطل ہے
 لی یہ رہا کہ وہ ثابت ہوگا ہی مدعا ہے یعنی ممکن اپنے عدم کے وقت میں ثابت ہے اور موجود
 ہے اور منشا اس قول کا یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک وجود میں اور ثابت میں فرق ہے
 ہی ثابت ہوتی ہے اور اسکو وجود عارض نہیں ہوتا ہی مرتبہ تقرر کا ہے اسی کو معدوم ثابت
 ہیں مگر موجود نہیں کہہ سکتے موجود جب کہیں گے کہ اسکو وجود مل جائے اور اس قسم کے معدوم میں
 ممکن کی قید اسواسطے لگا دیتے ہیں کہ جو معدوم ایسا ہو بلکہ ممتنع ہو اسکو تقرر کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا
 وفاق اتفاق کچھ چیزیں ہیں درمونیہ بھی ایمان ثابتہ کے عالم کی پیدائش سے قبل قائل ہیں۔ اور
 مادہ و ماترید یہ دو حائلہ کہتے ہیں کہ معدوم کچھ بھی نہیں ممتنع ہو یا ممکن کیونکہ ان کے نزدیک وجود
 و انقضائے حقیقت یا امامیت میں ذرا فرق نہیں درج ہے جب وجود ہوگا تو امامیت بھی ہوگی وریات
 مستعمل ہے کہ ایک چیز سے عالم عدم میں وجود متفک ہو اور پھر اسکو کسی قسم کا ثبوت ہوگا اسکو
 عالم عدم میں تقرر حاصل ہوگا تو وہ ایک ہی وقت میں موجود بھی ہوگی اور معدوم بھی ہوگی
 بالکل خلافت قیاس ہے اسلیے کہ وجود کے کوئی اور حصہ ہی نہیں سواے ثبوت اور تحقق اور
 تقرر کے معدوم بھی کہنا اور اسکے واسطے ثبوت بھی ڈھونڈنا جو بلاشبہ حرکات و سکنات کو
 چاہتا ہے بالکل غلط ہے اور معدوم ثابت کے ابطال کی بڑی ضرورت اسلیے ہے کہ اہل سنت
 اس بات کے مقرر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز انہیں اور معدومات کے ثبوت کی

حضرت میں یہ جائز ہو جائیگا کہ بعض معدومات ثابت سے تو قدرت کو تعلق حاصل ہو ورنہ بعض کے ساتھ کسی خصوصیت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ علی العموم معدومات ثابت و مقدوریت کو لازم سے نکل جائیگے ایسے کہ جس کو عدم میں ثبوت حاصل ہوگا وہ اذلی ہوگی پس قدرت انہی ذات کے ساتھ کس طرح متعلق ہو سکتی ہے پھر اگر قدرت کا تعلق ان سے مانا جائیگا تو اسی وجہ سے عطا کیا پس خدائے تعالیٰ ممکنات کا خالق اصلی اور موجود نہیں بن سکتا اور نہ انکو چیز کی ایجاد پر قدرت ہو سکتی ہے اور یہ کفر صریح ہے۔ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ان چار مالتوں اہل قبلہ کا خون مباح و حلال ہے (۱) جب کبھی وہ کافر کا پک کرے (۲) کوئی بدعت اس سے حادث ہو (۳) سلطان سے بغاوت کرے (۴) فرائض کو ترک کرے اور ترک کو حلال جاسا معتزلہ اہل سنت کے ساتھ پانچ باتوں میں بحث رکھتے ہیں (۱) مسئلہ صفات (۲) مسئلہ (۳) مسئلہ معدوم و معدوم (۴) مسئلہ ایجاد و افعال (۵) مسئلہ مشیت۔

ابن حزم نے علل و نقل میں کہا ہے کہ معتزلہ کا عہد کلام و دعا و دعا و دعا اور تقدیر میں ہے پس جو کہ
یہ کہے کہ قرآن طبع مخلوق ہے اور تقدیر کو ثابت کرے بیٹے یہ کہے کہ ہندسے کے سارے افعال اللہ کا
قضا و قدر سے ہیں اور آخرت میں اللہ کے دیدار ہونے کا اقرار کرنا ہو اور جو صفات اللہ
قرآن و حدیث میں مذکور ہے انھیں ثابت کرے اور صاحب کیرہ کو دائرۃ ایمان سے خارج
نکرسے وہ معتزلی نہیں اگرچہ تمام عقائد میں معتزلہ کے ساتھ موافقت رکھتا ہو۔ یہ بیان مجتہد معتزلہ
عقائد کا ہے۔ بعض بعض باتوں میں ان میں آپس میں اختلاف ہے۔ ابوہریرہ خلاف ہے۔ دستار
مسکون میں اپنے اصحاب کا خلاف کیا ہے اور ابوہریرہ بن مبارقاہ نے تیسرے مسکون میں معتزلہ کے ساتھ
مخالفت کی ہے اور شہر بن معمر نے چوتھے مسکون میں اپنے اصحاب کا خلاف کیا ہے اور عمر بن عبدالمطلب
چار مسکون میں اپنے اصحاب سے مخالفت کی ہے اور ابو موسیٰ مزہر نے تین مسکون میں اپنے اصحاب
سے خلاف کیا ہے اور شام بن عمرو غوطی نے سات مسکون میں اپنے اصحاب سے مخالفت کی ہے
اور عمرو بن بحر یا خطی نے پانچ مسکون میں اپنے اصحاب سے خلاف کیا ہے اور شام بن اشرف نمیری نے
چھ مسکون میں اپنے اصحاب سے خلاف کیا ہے۔

ابو اسیم بن ابی عمرو خاڑ اور اسکے متبع حضرت کعب بن لہٰی اور محمد بن عبد الوہاب جیانی اور

اور ان کے متبع مقلد بہرہ مشہور ہیں۔ دس مسنون کے اندر مقلد مبتدو و بدو ہیں اختلاف کا
اور ان کے پیروں میں مسئلہ حال اور مسئلہ متعلق و اصل میں اختلاف ہے۔ اور احمد بن حنبل نے اپنے
مذہب پر تین ہجرتیں زیادہ کی ہیں (۱) تناسخ کا قول (۲) آیات اور اخبار جس قدر
اس کے باب میں وارد ہیں انھیں روایت نقل فعال پر عمل کیا (۳) قیامت کو سوچ محاسب ہو گئے
مقلد سے فرئے ہو گئے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ اکثر مقلد نقلیات
مذہب حنفی کے تھے جب اپنے الزام عائد ہوتا تھا کہ فقہ میں روایت و درایت تو امام صاحب کی
ہو پھر ان کے عقائد جو ان کی کتاب فقہ اکبر میں صحیح ہیں کیوں نہیں مانتے تب انھوں نے یہ حیلہ
بنا لیا کہ امام صاحب نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی ہے اور فقہ اکبر محمد بن یوسف سعادت
مندی کی تصنیف ہے لہ

والصلیہ یہ ابی حذیفہ واصل بن عطا کے متبع ہیں اس فرقہ کو کبھی حسن بصری کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ ابن عساکر کا اعتزال چار قواعد پر چکر کھاتا ہے ایک نفی صفات اتھی دوسرے منکر سے مرکب کبیرہ درمیان منزل کفر و ایمان کے ہے چوتھے مرکب کبیرہ ہمیشہ و درجہ میں ہے۔ ایک قول اسکا یہ بھی ہے کہ اصحاب جہل و مصفین اور قاتلان حضرت عثمان اور جانیانِ اہل بیت سے ایک گروہ غیر معین منجلی ہے پس حضرت علی اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم میں علی کے بعد سے اہلیت شہادت کی زمین رہی تھی ان کا قول متروک ہے حضرت عثمان کا مرکب کبیرہ کا سا ہونا جائز تھا اور واصل حضرت علی کو حضرت ابوبکر و عمر و یوسفیت و انصاف کی امامت کا قائل تھا اور کتا تھا کہ انفراد امامت کا آدیون کے اختلاف اور غلطی کے میں زمین ہوتا ہے امت جس وقت کہ جمیع ہو کر ظلم و فساد ترک کرے تب کمین وہ محتاج نہ کہنے والے امام کی ہوتی ہے پھر جبکہ نافرمان و فاجر ہو کر اپنے والی کو قتل کر ڈالے تو پھر

الحق في حقيقته
البحار في غلظ صوره وشططا فضيم
فحمد بن يوسف المكي كتاب في حقيقه
المعجزه وحججه الخوارزمي ان هذا الكتاب
من ارباب ما وما عقل من بعض سبله
ابراهيم بن محمد بن اسحق
لهذا كتاب

التفتيح
 انه ليس له
 من علم كلام
 قضيت و
 غرضهم
 ذلك في
 ان يكون
 فقد كالجواب
 لانه قد
 بان قواعدا
 اهل السنة
 والجماعة و
 صوابهم
 كقولهم في
 وذلك
 الكتاب
 لا يخدم
 الخاضع
 غلط صريح
 منه

ابو ذریل در فلاسفہ میں یہ ہے کہ فلاسفہ تمام صفات کی نفی کرتے ہیں اور ابو ذریل ایسی صفات
 کرتے ہیں جو اسکی ذات کی عین ہیں یا ایسی ذات ثابت کرتا ہے جو صفات کی عین ہے اور
 میں کوئی فرق نہیں بتاتا ایک ہی کتا ہے اور ابو ذریل نے اللہ تعالیٰ کو ایک ایسے ارادہ
 کا ربہ ٹھہرایا تھا جس کے لیے کوئی عمل نہیں ہے اور اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کو اس ارادے کے
 متصف جانتا تھا اور یہ قول پہلے اسی نے نکالا ہے پھر جو قال اس بات کا جو اس کو اس عقیدہ
 میں ابو ذریل کا متبع سمجھا جاتا ہے اور کہا کہ بعض کلام انہی کے لیے عمل نہیں ہے جیسے قول کہ
 بعض کے واسطے عمل ہے جیسے امر و نہی اور خبر و دعا اسکی یہ ہے کہ جب ایجاد ممکنات لفظ کن سے
 تو اس کے واسطے عمل کہاں سے نکلے گا پس اس کے عقیدے کی رو سے امر کنوین اور امر تکلیف میں
 یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی معدوم کو یہ حکم دینا کہ سوچو و جو جاہد ہے اور بندوں کو کسی کام کے کہ
 حکم دینا یا کسی کام کے کرنے سے منع فرمانا یا غلغلہ ہے پہلی مثال امر کنوین کی اور دوسری امر
 کی اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابو ذریل کے نزدیک کلام انہی عرض ہے اور پھر اسکی دو قسمیں
 (۱) بعض عرض بے عمل کے بھی قائم ہو سکتا ہے (۲) بعض عرض ایسا ہے کہ وہ عمل کے ساتھ
 ہوتا ہے پہلی صورت کی مثال لفظ کن (یعنی جو) ہے کہ وہ کسی موجود ممکن کے ساتھ قائم نہیں
 اس واسطے کہ سارے ممکنات کا حدوث اسی کلمے کی بدولت ہوا ہے اور یہ اپنے وجود میں کل ممکنات
 سے مقدم ہوگا اور دوسری قسم کی مثال امر و نہی ہیں کہ تکلیفین کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کہ
 عمل ہیں اور ابو ذریل نے کہا ہے کہ اللہ کے مقدرات منتہی ہیں اب وہ کسی شے کے حادث کہ
 اور کسی شے کے فنا کرنے پر کسی کے مارتے پر نہ کسی کے جلانے پر قدرت رکھتا ہے اہل جنت و
 کی حرکات منقطع ہو کر سکون دائمی ہو جائیگا اور اس سکون میں لذت اہل جنت کے واسطے اور
 اہل دوزخ کے لیے جمع ہو جائیگے جو کہ مذہب جمہور میں صفوان کا بھی ہے کہ جنت و دوزخ قتلہ

اور ابو ذریل نے کہا ہے کہ اللہ کے مقدرات منتہی ہیں اب وہ کسی شے کے حادث کہ اور کسی شے کے فنا کرنے پر کسی کے مارتے پر نہ کسی کے جلانے پر قدرت رکھتا ہے اہل جنت و کی حرکات منقطع ہو کر سکون دائمی ہو جائیگا اور اس سکون میں لذت اہل جنت کے واسطے اور اہل دوزخ کے لیے جمع ہو جائیگے جو کہ مذہب جمہور میں صفوان کا بھی ہے کہ جنت و دوزخ قتلہ

ابو ذریل نے کہا ہے کہ اللہ کے مقدرات منتہی ہیں اب وہ کسی شے کے حادث کہ اور کسی شے کے فنا کرنے پر کسی کے مارتے پر نہ کسی کے جلانے پر قدرت رکھتا ہے اہل جنت و کی حرکات منقطع ہو کر سکون دائمی ہو جائیگا اور اس سکون میں لذت اہل جنت کے واسطے اور اہل دوزخ کے لیے جمع ہو جائیگے جو کہ مذہب جمہور میں صفوان کا بھی ہے کہ جنت و دوزخ قتلہ

ابو ذریل نے کہا ہے کہ اللہ کے مقدرات منتہی ہیں اب وہ کسی شے کے حادث کہ اور کسی شے کے فنا کرنے پر کسی کے مارتے پر نہ کسی کے جلانے پر قدرت رکھتا ہے اہل جنت و کی حرکات منقطع ہو کر سکون دائمی ہو جائیگا اور اس سکون میں لذت اہل جنت کے واسطے اور اہل دوزخ کے لیے جمع ہو جائیگے جو کہ مذہب جمہور میں صفوان کا بھی ہے کہ جنت و دوزخ قتلہ

ابو ذریل نے کہا ہے کہ اللہ کے مقدرات منتہی ہیں اب وہ کسی شے کے حادث کہ اور کسی شے کے فنا کرنے پر کسی کے مارتے پر نہ کسی کے جلانے پر قدرت رکھتا ہے اہل جنت و کی حرکات منقطع ہو کر سکون دائمی ہو جائیگا اور اس سکون میں لذت اہل جنت کے واسطے اور اہل دوزخ کے لیے جمع ہو جائیگے جو کہ مذہب جمہور میں صفوان کا بھی ہے کہ جنت و دوزخ قتلہ

کمران اعراض کے اسباب غیر کے فعل سے واقع ہوتے ہیں اور تولید کا قول معتزلہ میں اسی سے
پھیلا ہے اور قدرت و استطاعت سلامتی بدن و اعضا کی طرف مصروف ہے اور اس میں فراہ کرتا تھا
اور غلا سفط طبعین کی طرف میل رکھتا تھا اور کتا تھا اللہ تعالیٰ تہذیب اطفال پر قادر ہے لیکن
جب ایسا کر بیگا تو ظالم ہوگا پس اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ عجب اٹھانے کے لیے اسکی یہ رائے ہے
کہ جب وہ کسی بچے کو عذاب دے تو کچھ لینا چاہیے کہ وہ بچہ عاقل بالغ ہو کر عذاب کا ستم ہوگا غرض
اسکے نزدیک اللہ تعالیٰ پر قادر ہے مگر یہ وہ ظلم کرے تو یوں تاویل کر کے اسے عادل ماننا چاہیے
اور اللہ کا ارادہ مجملہ اس کے افعال کے ہے پھر ارادہ و طرح پر ہے ایک صفت فعل مہر
صفت ذات اور لطیف مخزون کا قائل تھا مگر کتا تھا اللہ سے اس لطیف کو اسلئے نہیں پیدا کیا کہ
اللہ پر پھر ثواب دینا واجب ہو جاتا اور پہلی توبہ متوقف ہے دوسری توبہ پر اور توبہ نفع نہیں کرتی مگر
بیکہ پھر وہ کام نہ کرے اگر پھر وہی کام کیا تو پہلی توبہ نافع نہیں ہوتی ہے۔

فہم عزواریہ یہ متبع ہیں ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح معروف بہ زاریہ بشر بن عتقر کے شخص زاریہ تھا
اسکو مذہب المعتزلہ کہتے تھے چند مسائل میں متفرق تھے جیسے کہ اللہ ظلم و کذب پر قادر ہے اس سے کچھ
اس کی ربوبیت میں بڑھ نہیں لگتا ہے جیسا کہ بیگا تو ظالم اور کاذب قرار پائیگا یہ اعتقاد رکھتا
تھا کہ قرآن پر قدرت ہو سکتی ہے قرآن کی فصاحت و بلاغت لوگوں کو عاجز نہیں کرتی ہے بلکہ وہ
اس سے بہتر کلام لا سکتے ہیں اور قرآن کے مخلوق ہونے کے باب میں اسکو بڑا اصرار تھا اور جو قرآن کے
قدیم کتے انھیں کافر جانتا تھا یہی قول اسکا اصل معتزلہ ہے مسئلہ خلق قرآن میں اس کے زمانے میں
بہت سے تشدد و سلت پر جاری ہوئے اس لیے کہ وہ قائل قدم قرآن کے تھے کتا تھا کہ جو کوئی دیکھتا
اللہ کا انکھن سے بلا کیت کتا ہے وہ کافر ہے اور اسی طرح جو شخص سلطان سے مابست رکھتا ہے
یا خلق اعمال کا مقرب ہے وہ بھی کافر ہے نہ اسکو کسی مسلمان کی وراثت پہونچ سکتی ہے اور
نہ کوئی اور مسلمان اسکا وارث قرار پا سکتا بلکہ ہر ایک کا فعل مفاد علوی ہے بطور الیہ کہ سزہ ہر ایک پر ہوگی
وہم ہر شام میہ یہ متبع ہشام بن عمرو غوطی کے ہیں شفا سے قاضی حیا من کے حاشیے میں لکھا ہے
کہ لفظ غوطی میں فا اور اسکے بعد وا و ساکن ہے بعض نے وا کے فتح سے لکھا ہے اور واؤ کے بعد
حکے غوطی و بعض کہتے ہیں کہ فاکی جگہ یا سے موحده مضموم اور اسکے بعد وا و ساکن اور واؤ کے بعد کا حلقہ و لکے ہیں

بہت ہے بعض کتابوں میں غوطی غین نقطہ دار سے لکھا ہے شخص قدیمین بڑا میا لہ رکھتا تھا
کس فعل کو بھی اللہ کی طرف منسوب نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ اس بات کا بھی منکر تھا کہ اللہ نے
مومنوں کے دلوں میں الفت دی ہے اور وہ مومنوں کے واسطے ایمان کو درست رکھتا ہے اور اسے
کافروں کو گمراہ کیا ہے اور جو آیات قرآن پاک کی اس باب میں آئی ہیں ان کا مخالفت تھا
اللہ تعالیٰ نے کتب الکوئیل کہنے سے منع کرنا تھا اسلئے کہ کوئیل کا رجبہ موکل سے کم ہوتا ہے حالانکہ کوئیل
اس سے اسی میں حقیقت کے معنی میں ہے لکھا قال اللہ تعالیٰ و مَا أَنتَ بِمُؤَكِّلٍ لِّمَنْ يَّؤْتِيكَ الْوَسْطَىٰ ثُمَّ يَأْتِيكَ الْوَسْطَىٰ ثُمَّ يَأْتِيكَ الْوَسْطَىٰ ثُمَّ يَأْتِيكَ الْوَسْطَىٰ ثُمَّ يَأْتِيكَ الْوَسْطَىٰ
یعنی ہے اور اس بات کا بھی قائل تھا کہ عراض اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کا
خالق ہو اور ان سے رسول کی رسالت پر دلالت ہو سکتی ہے بلکہ اجسام دلالت کرتے ہیں اور اس سے
یہ لازم آتا ہے کہ مردے کا زندہ کروینا اور عضا کا سانپ بن جانا تاویل صدق و دعوی نبوت کی نہیں ہو سکتی
اس بات کا منکر تھا کہ ابو موسیٰ علیہ السلام کے واسطے پھٹ گیا اور انکا عضا سانپ بن گیا یا حضرت
عیسیٰ کے مردوں کو زندہ کیا ہو یا چاند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شق ہو گیا ہو اس طرح
کہ بہت سے امور متواتر کا منکر تھا جیسے معذور ہونا حضرت عثمان کا اور مقتول ہونا ان کا خلیفہ سے
کوتا تھا کچھ لوگ اس کے ناقل ہیں سو یہ وہ لوگ ہیں جو عاقل کے شاک کی تھے وہ گھس پڑے اور
انھوں نے حضرت عثمان کو مار ڈالا علویہ میں کہ قائل کون تھا ایک قول اسکا یہ بھی تھا کہ طلحہ و زہیر
و حضرت علی بن ابی طالب، نگ جل میں کچھ دھڑے کو نہیں نکلتے بلکہ شورے کے لیے باہر آئے
تھے مگر دونوں فریق کے جانداروں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اسکا بھی قائل تھا کہ شیطان
انسان میں داخل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ تو باہر سے دوسرا آتا ہے اس سوسہ کو اللہ ان آدم کے دل میں
ہو پنا دینا ہے اور اسکا یہ قول تھا کہ قرآن حرام و حلال پر دلالت نہیں کرتا اور کتا تھا کہ اگر ایک
آدمی نے اچھی طرح سے وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کی یہ نیت قرب خدا کے اور عزم کیا کہ نماز
تمام کرے پھر رکوع و سجدہ بجالایا اور ان سب ارکان میں غصص رہا مگر اللہ کو معلوم ہے کہ وہ اس
نماز کو آخر میں قطع کر دیا تو پہلی تہا سکی معصیت ہوئی اور اتفاقاً ماست کا آدمیوں میں اختلاف
اور بحث کے زمانے میں نہیں ہوتا ہے اور امت جس وقت کہ جمع ہو کر ظلم و فساد و ترک کرے جب کہ میں
وہ محتاج سیاست کرنے والے امام کی ہوتی ہے پھر جبکہ مافران و قاجر ہو کر اپنے والی کو قتل کر ڈالے

اثبات صانع عالم اور اسکی صفات کا ثبوت اور نبوت کا ثبوت اس قسم کی باتوں کا علم ضروری ہے
 باقی سب نظریہ جاذبہ مدح و مذمہ بھی تھا اور لطیفہ گو تھا خلفائے ہندو کی مصاحبت میں رہتا تھا
 علی محمد بن عبد الملک معروف بہ ابن زیات وزیر متوکل کے پاس رہا کرتا تھا جب ابن زیات
 متوکل کے حکم سے مارا گیا تو جاذبہ مدح بھی قید ہوا پھر رہا ہو گیا اسکی تصانیف سے بہت سی کتابیں بین
 جیسے کتاب البیان و کتاب التبیان اس میں نظم و نثر کی جمع کیا ہے اور کتاب الحیوان و کتاب الفلاک
 اور ایک کتاب اسلامی فرقوں کے ذکر میں لیکن افسوس یہ ہے کہ اول درجہ کا بد شکل تھا اور
 اسکی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں جس کو دیکھ کر لوگ سہم جاتے تھے آخر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا
 ۹۰ سال کی عمر میں بمقام بصرہ ۲۵ جمادی الثانی ۳۵۰ ہجری فوت ہوا ایام مرض میں اکثر یہ شعر پڑھتا تھا
 اتر جوان تکلون فان شیعہ کما قد کنت اعام الشیاب دجیا تو عالم شباب میں تھا کیا پیری
 میں بھی ویسا ہی ہونے کی امید کرتا ہے لعل کذبت لک نفسا لبس ثوب بخلق کالجود و من انبیاء
 میرے نفس نے اب مجھ کو فریب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پڑا کپڑائے کے برابر نہیں ہوتا۔
 محمد بن عبد الحمید کعبیہ یہ متبع ہیں ابوالقاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود بنی معدی کہ جس نے علم خیاط
 سے حاصل کیا تھا اسکا مذہب بعینہ اسکا مذہب تھا فیصلہ چند مسائل میں معتزلہ ہندو سے ممتاز
 بنا تھا کہ خدا کا فعل اس کے ارادے کے فی الواقع ہوتا ہے پس جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ انکا خالق ہے اور مصلحت
 جان لیتا ہے اور جس وقت بولتے ہیں کہ وہ غیروں کے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو مطلب اسکا
 یہ ہوتا ہے کہ وہ غیروں کے افعال کا حکم کرنے والا ہے اور قائل اس بات کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی
 ذات کو دیکھتا ہے نہ غیر کو بلکہ اس کے بصیرت علم ہی کی طرف توجہ ہے نہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے
 کہ وہ جانتا ہے کہ خدا کا قتل موت نہیں موت وہی ہے جو اپنے دوسرے سے مرے مطلب یہ ہے کہ اللہ
 کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا نام قتل شاید یہ مسلک کسی نے قرآن کی اس آیت سے
 حاصل کیا ہے مَا جَعَلَ لَآرْسُولٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاَنْتَ تَتَذَكَّرُ
 اَلَمْ تَكُنْ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ نَوَاطِلَ رَسُوْلٍ هُوَ اَسَاسٌ مِنْ اَسَاسِ الْوَسْطِیِّ
 مرگنا یا مارا گیا تو تم اپنے پاؤں پھر جاؤ گے۔ موت اور قتل میں جو تکرار و تکرار ہوتی ہے

وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ انکا خالق ہے اور مصلحت جان لیتا ہے اور جس وقت بولتے ہیں کہ وہ غیروں کے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو مطلب اسکا یہ ہوتا ہے کہ وہ غیروں کے افعال کا حکم کرنے والا ہے اور قائل اس بات کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے نہ غیر کو بلکہ اس کے بصیرت علم ہی کی طرف توجہ ہے نہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا کا قتل موت نہیں موت وہی ہے جو اپنے دوسرے سے مرے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا نام قتل شاید یہ مسلک کسی نے قرآن کی اس آیت سے حاصل کیا ہے مَا جَعَلَ لَآرْسُولٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاَنْتَ تَتَذَكَّرُ اَلَمْ تَكُنْ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ نَوَاطِلَ رَسُوْلٍ هُوَ اَسَاسٌ مِنْ اَسَاسِ الْوَسْطِیِّ

موت اور قتل میں جو تکرار و تکرار ہوتی ہے تو اس لیے کہ جس نے یہ خیال کیا کہ موت کا اطلاق اس اجل پر
 ہوتا ہے جو قتل کے ذریعہ سے حاصل ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد قتل کو بطریق فرد و فرد کر
 دیا ہے خصوصیت کا ارادہ کیا ہے یعنی اگر تم مر جاؤ گے خدا صبر دلا جائے تو تم کیا عزت و جاؤ گے رسول زندہ
 ہے اور یہ دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو۔
 نور و ہم جنبا یہ ہر گروہ محمد بن عبد الوہاب جہانی کی طرف منسوب ہے جو شیعہ ہجری میں بدو
 جہان پیدا ہوا تھا غرض ان میں جہاں ایک شہر کا نام تھا جہانی کی کنیت ابو علی ہے اسکا نسب
 حضرت عثمان کے غلام حمران سے جانتا ہے جہانی نے علم کلام ابو یوسف یعقوب بن عبد اللہ الشعمام
 شعمامی سے جو بصرہ میں رئیس معتزلہ تھا پڑھا تھا فیصلہ متاخرین معتزلہ سے تھا اور شیخ ابوالحسن اشعری
 شافعی سے تھا شافعی معتزلہ میں اس کے متولے مشہور ہیں جیسے کہ خدا کا نام تو قیاسی ہیں کہ رسولان
 امون کے جنکی شریع نے اہانت دی اور نام اپنی طرف سے وضع کر کے اس ذات پاک پر اطلاق کرنا
 و جاہت کر کے کہنا تھا کہ اللہ کا نام مطیع العبد ہے جبکہ اللہ وہ کام کرے جسکا ارادہ بندے نے اس سے
 کیا ہے اور اللہ عورتوں کا حل رکھتا ہے ان میں کچھ پیدا کرتا ہے اس لیے کہ ہم ماورین لفظی کے قرار
 دیتے ہیں کی علت وہی ہے اللہ کا کلام مرکب ہے حروف و اصوات سے کہ وہ کسی جسم میں پیدا
 کر دیتا ہے اور ایسے کلام کا قائل وہی ہے جسے اسے پیدا کیا وہ جسم جس میں قائم ہوا اور حلول کرے
 اور کلام اسکا عرض ہے بہت سے مکاتون میں اور ایک مکان میں بعد دوسرے مکان کے پایا
 ہوتا ہے نیز اس کے مکان اول سے منہدم ہوجانے پھر وہ دوسرے مکان میں حاصل ہوتا ہے
 اور جہانی نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے پڑھنے کے وقت ایک کلام اپنے نفس کے لیے عمل
 فرماتے ہیں پیدا کر دیتا ہے اور امانت کے معاملے میں اہل سنت کے ساتھ موافق ہے کہ خدا
 امانت اختیار پر ہے اور فضیلت حضرت علیؑ میں حضرت ابوبکرؓ اور فضیلت حضرت ابوبکرؓ میں حضرت
 علیؑ پر متوقف تھا تاہم بولن کہ خدا کا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ عثمانؓ سے بہتر ہیں کہ خدا اگر یہ پیش
 کش ہے کہ ان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیب فقال اللهم اعننی ما حب خلقک الیک
 و اکل ممی هذا الطوبی فہاء علی فاعل معہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پڑھنا ہوا
 ہوا ہوا کہ خدا اس وقت آپ نے دعا کی کہ خدام الامیر کے پاس اسکو بخیرے نزدیک تمام

اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ انکا خالق ہے اور مصلحت جان لیتا ہے اور جس وقت بولتے ہیں کہ وہ غیروں کے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو مطلب اسکا یہ ہوتا ہے کہ وہ غیروں کے افعال کا حکم کرنے والا ہے اور قائل اس بات کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے نہ غیر کو بلکہ اس کے بصیرت علم ہی کی طرف توجہ ہے نہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا کا قتل موت نہیں موت وہی ہے جو اپنے دوسرے سے مرے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فعل کا نام موت ہے اور بندے کے فعل کا نام قتل شاید یہ مسلک کسی نے قرآن کی اس آیت سے حاصل کیا ہے مَا جَعَلَ لَآرْسُولٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاَنْتَ تَتَذَكَّرُ اَلَمْ تَكُنْ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ نَوَاطِلَ رَسُوْلٍ هُوَ اَسَاسٌ مِنْ اَسَاسِ الْوَسْطِیِّ

فیصلہ کر لیں لیکن جناب امیر کی بے غرضی اور فیاضی دلی نے اس خلیفہ انگریز کے قبول کرنے کی اجازت دی۔ عبدالرحمن بن عوف اس نزاع کے طے کرنے کے لیے مقرر ہوئے انھوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں تمھاری بیعت کرتا ہوں کتاب خدا اور سنت رسول اور طریقہ حضرت ابو بکر و عمر پر حضرت علی نے جواب دین کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اور میرے اجتہاد پر عبدالرحمن نے انکو چھوڑ کر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہی ہوا کہ حضرت عثمان نے قبول کر لیا پھر سب صحابہ نے ان سے بیعت کر لی حضرت علی نے صد بوجھ بھیل کہا اور تنہا بے تقدیر راضی ہو گئے حضرت عثمان خاندان بنو امیہ سے تھے اور ان کی خلافت ایک تاریخی سلسلے کا دیباچہ تھی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان شامی تھے نہ اموی اس لیے ان کے عہد تک بنو امیہ و ہاشم بنی امیہ کے ہاتھ میں خلافت بنی کچھ حصہ نہیں رکھتے تھے حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں تمام بڑے بڑے ملکی احمد سے بنی امیہ کے ہاتھ میں دیدے معاویہ پہلے بھی شام کے گورنر تھے لیکن اس عہد میں انکا اقتدار اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ ملک شام کے فرمان روا مستقل رکھے جاتے تھے حضرت عثمان کی خلافت تقریباً ۱۵ برس رہی اور اگرچہ اخیر میں اسی خاندان کی رعایت پر لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور جمعہ کے دن ۱۶ ذی الحجہ ۳۵ سنہ ہجری کو بلوایون کے ہاتھ سے ان کی شہادت تک لویت ہوئی اور شبہ کی رات میں ہی دفن ہوئے حضرت علی سے طلحہ بن زبیر سید بن زید بن ابی اسامہ بن زید سہل بن حنیف ابو ایوب انصاری محمد بن مسلمہ زید بن ثابت اور خزیمہ بن ثابت وغیرہ صحابہ نے بیعت کر لی نہ ہری کہتے ہیں کہ یہ کہتے تعجب کی بات ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علی کی تو بیعت کی اور زبیر بن معاویہ کی بیعت کر لی اور بن لوگون نے حضرت علی سے بیعت کی شام کو چلے گئے وہ عشاء غیمہ کھانے گئے طلحہ اور زبیر بھی بیعت کر لینے کے بعد شب کے وقت مدینے سے نکل کر کے چلے گئے اور حضرت عائشہ ان دنوں مدینے میں نہ تھیں تھے سے حج کر کے واپس آ رہی تھیں ان کو حضرت عثمان کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہیں انجام کار دیکھنے کے واسطے ٹھہر گئیں اور طلحہ و زبیر کے کہنے سے مکہ کو لوٹ گئیں اور مروان بھی حضرت عثمان کا جامہ خون آلود دیکھ کر مکہ کو چلا گیا حضرت علی نے حضرت عثمان کے وقت کے ملکی عہدہ داروں کو معزول کرنا شروع کر دیا سہل بن حنیف کو ساریہ

۱۲ دیکھو شمشیر و مقاصد ۱۲ دیکھو تذکرہ ائمہ اربعہ و احوال اہل بیت علیہم السلام جلد ۱ ص ۱۲

احول و شوق کا گورنر مقرر کیا وہ دہان مخالفت ہو گئے اور بوجہ رشتہ داری حضرت عثمان کے اُنکے خون کا دعویٰ کرنے لگے اور حضرت علی کو کھلا بھیجا کہ تم قاتلان حضرت عثمان کو میرے سپرد کر دو اور وہ اس بیعت نہیں سمجھتے تھے اور ایک دن وہ کہنے لگے قتله اللہ وانا معہ یعنی حضرت عثمان کو خدا نے قتل کیا اور میں اُسکے ساتھ ہوں اور اُس وقت اس قول کو بڑی ضرورت تھی اگر جناب امیر بلوایہام کے ایسا نہ کہہ دیتے تو حضرت عثمان کے قاتل بلوایہ تھے اور فساد مچا دیتے اور سازش سے سارا لشکر بگڑ جاتا بلکہ جناب امیر بھی شہید ہو جاتے تو کچھ عجب نہ تھا مگر دشمنوں نے ان کے اس قول کو اپنی دلیل بنا لیا۔ طلحہ اور زبیر اور بنی عائشہ اور حضرت عثمان کے وقت کے حکام جنکو جناب امیر نے معزول کر دیا تھا سب شوق ہو کر جناب امیر کی مخالفت کے لیے بندوبست کرنے لگے اور بھرے کی جانب بڑھے جب موضع حوب میں پہنچے تو کہتے بھوکنے لگے بی بی عائشہ اس وقت پیشان ہوئیں اور کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری ایک عورت حضرت علی سے بغیر حق کے جنگ کرے گی اور جب حوب میں پہنچیں گی تو کتے شور کرنے لگیں گے خیال رکھو اسے عائشہ کہ وہ تمہاری ہنوپھر بی بی صاحبہ نے چاہا کہ لوٹ جائیں زبیر نے روکا اور کہا کہ شاید تمھاری وجہ سے اللہ تعالیٰ اس فساد کو دفع کر دے آخر بی بی صاحبہ کو لے گئے اور بھرے پر قبضہ کر لیا اور سہل بن حنیف کو وہاں پر حضرت علی کی طرف سے قتل تھے نکال دیا حضرت علی نے امام حسن اور عمار بن یاسر کو کوہ کو بھیجا یہ وہاں سے نوخوار جنگجو آدمیوں کی جماعت فراہم کر کے لائے اگرچہ بی بی صاحبہ و طلحہ و زبیر حضرت علی کی جان کے دشمن نہ تھے صرف حضرت عثمان کے قاتلون سے قصاص ہا بہتے تھے مگر چونکہ اس قدر جمعیت کا خلیفہ کے مقابلے میں کھڑا ہونا خلافت کی بدرجی کا باعث تھا اس لیے جناب امیر نے بی بی صاحبہ وغیرہ کا کچھ پاس نہ کیا اور سستہ میں ان سے جنگ کے لیے بھرے کو روانہ ہوئے مقام علیا پر جو بھرے سے دو فرسخ پر ہے جماعت کے دن ۲۰ جمادی الاخریٰ کو طرفین میں جنگ شروع ہوئی زبیر ابن عوام جن کے قاتل کے حق میں پیغمبر خدا نے وعدہ فرمایا تھا معزولی و لشکر حضرت علی سے لڑے شایع ہو گیا ہمارے امیر ابن عبدالبر سے روایت کرتا ہے کہ اسی آئنا میں حضرت علی نے انکو آواز دی

اور یاد دلایا کہ پیغمبر ﷺ اسلام نے تم سے کہا تھا کہ علیؑ کو دوست رکھتے ہو تم نے جواب دیا تھا یا ان پر رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم علیؑ پر فروع کرو گے اور ظالم ہو گے جب
انھیں یہ بات یاد آئی تو لڑائی ہو کر علیؑ کی طرف کو چھڑ کر دیا عمر بن جرموز مجاہدین سے
رستے میں موقع پا کر انکو مار ڈالا اور جناب امیر کو اگر بشارت دی کہ لو میں نے ذمہ کا کام تمام کر دیا
جناب علیؑ نے کہا کہ تمھو کو میں اسکی عوض میں دوزخ کی بشارت دیتا ہوں اُس نے عرض کیا کہ لڑو
خزائی کی بات ہے کہ تم سے لڑنے والا بھی دوزخی اور جو تمھاری طرف سے لڑے وہ بھی دوزخی نہیں
اور تلوار شکم میں مار کر خود کشی کر لی اور مروان بن حکم کو چونکہ ظلم کے ساتھ کینہ تھا اسیلئے اُس نے
ظلم کے تہرہ مار دیا کہ ان کی جان بون گئی اس جنگ کو جنگ بھگل کہتے ہیں کیونکہ اس میں
بی بی عائشہ اس شتر پر جبکہ اسکر نام تھا سوار تھیں انکو ایک شخص نے حضرت علیؑ کے حکم سے مار ڈالا
حضرت علیؑ نے بی بی عائشہ کے پاس پہنچ کر فرمایا غفر اللہ لک بی بی صاحبہ نے جواب دیا وہ لڑا
حضرت علیؑ نے انکو نظم و تکریم کے ساتھ مدینہ کو روانہ کر دیا اور بصرے کی انصری عبداللہ بن عباس کے
حوالے کر کے خود کوئے کو تشریف لے گئے بی بی صاحبہ پھر عمر بھر متاسف رہیں اور جنگ جمل کو یاد
کر لیتیں تو اتنا روتیں کہ دھڑلہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا اس لیے کہ فروع میں جلدی کی تالی نیک
اور پہلے تحقیق نہ فرمایا شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کو ناکشین کہتے ہیں نکث الفت
میں عہد توڑنے اور پھر جانے کے معنی میں ہے اور ان لوگوں نے بھی جناب امیرؑ کے عہد اور رحلت
کو توڑا تھا اور بصرے کی طرف چلے گئے تھے ناکشین کے سر غنہ ظلم اور ذمہ تھے۔ خلافت حضرت عثمان
کی وسیع مدت میں نبی امیہ کا خاندان ملکی و مالی دونوں حیثیت سے طاقتور ہو گیا تھا جبکہ افر
تھا کہ حضرت علیؑ کی اطاعت معاویہ نے نہ کی مہسری کا دعویٰ کیا اور اگرچہ ذاتی نقائل اور
مذہبی تقدس میں انکو حضرت علیؑ سے کچھ نسبت نہ تھی تاہم ایک مدت تک وہ مساویانہ طاقت
کے ساتھ جناب امیرؑ کے حریمت رہے اور تمام شامیوں نے انکی رفاقت کی ان سب کو قاسطین
کہتے ہیں نکث میں قسط کے معنی جو رد ظلم میں شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ قاسطین معاویہ اور
ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ سے مخالفت کی اور طریق حق کو کہ حضرت علیؑ کی
بیعت تھی چھوڑ دیا غرض کہ جناب امیرؑ اور قاسطین کی جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا

مسلمانوں میں سے جو کفار و منافقین کی بیعت خلافت سے انکار کیا آپ نے
 ان سے اپنے حق کا دعویٰ کیا انھوں نے نہ مانا یہ لوگ مارقین بھی کہلاتے ہیں مارتہ کی
 وہاں سے خوارج میں مدغم ہو گئی جناب امیر کے طرفداروں اور مخلصوں کا کہ معاہر و تابعین تھے
 اور ان کی سمیت میں رہتے تھے اور ان کی خلافت کے معین تھے اور ان کی طرف سے جان بازیان
 کرتے تھے لہذا شیخ مقرر ہوا انھیں سے شیخ اولیٰ اور شیخ مخلصین عبارت ہے
 ان سب کا عقیدہ یہ تھا کہ جناب امیر اپنے عہد میں امام برحق ہیں بعد شہادت حضرت عثمان کے
 انھوں نے اس کا منصب ہے تمام مسلمانوں پر ان کی اطاعت فرض ہے اور اپنے وقت کے سارے
 آدمیوں سے افضل ہیں اور معاویہ اور ان کے لشکر کو باغی اور خطا وار جانتے تھے مگر طلحہ اور زبیر
 کو یہ لوگ برا نہیں جانتے تھے اس لیے کہ انھوں نے جو تانوع جناب امیر کے ساتھ کیا اور اس وجہ سے
 نہ تھا کہ وہ انکو مستحق خلافت نہ جانتے تھے بلکہ قاتلان حضرت عثمانؓ نے جب ان کو بھی دھمکا یا تو
 خوف جان کی وجہ سے مدینہ سے چلے گئے اور ان سے قصاص لینے میں جلدی کرتے تھے ان کو
 خطا سے اجتنابی واقع ہوئی اس لیے کہ ایک شبہ کے ساتھ متسلک تھے اگرچہ طرف خفائی کی دلیل
 صحیح تھی اور وہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ جانتے تھے کہ قصاص فدا النورین حق ہے اور
 حضرت علیؓ اس کے لینے پر قادر ہیں مگر نہیں لینے بلکہ منع کرتے ہیں پس قاتلان حضرت عثمانؓ کی طلب
 میں جلدی کی اور اتنا تامل نہیں کیا کہ حضرت علیؓ کی مرضی معلوم ہو جاتی اس وجہ سے مخالفت
 ان کی طرف سے وقوع میں آئی ورنہ وہ تمام اہل عصر سے جناب امیر کو افضل مانتے تھے اور ان کے
 اوصاف بیان کرتے تھے اور آخر کار انھوں نے جناب امیر سے مصاحبت کر کے ان کی اطاعت
 کر لی اسی واسطے یہ لوگ گمراہ قرار نہیں دئے گئے جناب امیر انکو اچھا جانتے تھے بلکہ قبول حضرت اس
 مخالفت کو ان کی خطا سے اجتہادی پر حل کرتے تھے۔

اور یہ شیعہ جناب امیرؒ کی اُن باتوں کو جو اُنھوں نے قلعہ اور صحابہ کی طرح و صفت اور فضائل میں بیان کی ہیں جیسے کہ جناب امیرؒ عادیہ کے ایک خط کے جواب میں شیخین کے حق میں فرماتے ہیں

مجلس عالی
تاریخ نگاران
و کرامات
یابی بود
خلع و
خطه دار
نمودار
دیگر بود
سینه
کلی
آبغوشی
معرفت
ملکوت
سلطان
برگشته
کی تعقیب
چنانکه چنانچه
مجلس

من الاشياء من كانت
عالمها قاطبا قيل فلا ت
والاصل في حقها فلا ت
لا تسمى على ان من قولها
والفظة لا تدل على اصلها
والا فليس في قولها
منها من يقول ان
الاشياء من الاشياء
وقال من الاشياء
له

عصری ان حکام کا نام لا اسلام اعظمیہ وان المصائب بحالہ و فی الاسلام شدیدی حکام
 و جزاھا باحسن و اعلمہ (ترجمہ) قسم اپنی جان کی منسوب ان دونوں کا اسلام میں پرانے
 اور واقعہ وفات ان دونوں کا البتہ زخم سخت ہے اللہ تعالیٰ رحمت کرے اور جزا سے خیر دے
 ان کو جو بعض بہترین کافروں کے کہ ان دونوں نے کیے ظاہر ہی پر محمول کرتے تھے اور یہاں کاری
 پر مبنی نہیں سمجھتے اور جو کچھ شرع محمدی کے احکام صحابہ کے ذریعہ سے انکشافات ہوئے اسے قبول
 کیا اور عمل درآمد کیا ان لوگوں نے ابن سبا وغیرہ کی باتوں کو نہیں مانا اور سارے صحابہ کا ادب
 کرتے رہے البتہ دو تین برس کے بعد بعض لوگ ابن سبا کے تصور سے وسوسوں میں آ گئے اور
 جناب امیر کو تمام اصحاب پر تفضیل دینے لگے مگر ان شیعوہ تفضیلیہ نے سوائے تفضیل جناب
 امیر کے اور ساری باتوں میں شیعوہ مخلصین کے ساتھ اتفاق رکھا اور اقوال صحابہ کی پیروی کرتے رہے
 اور جو کچھ صحابہ کے ذریعہ سے سنت رسول اللہ مروی ہوئی اس کے مستند و عامل رہے ان کا مذہب یہ تھا
 کہ جناب امیر اور ان کی اولاد احق بالخلافت ہیں جب تک یہ بزرگ کسی اور کو نہ نصب فرمائی خوشی سے
 ندمین وہ اسکا سخت نہیں ہو سکتا چنانچہ خلفائے ثلاثہ کو یہ ظہیفہ مانتے تھے اور ان کی خلافت کو
 درست مانتے تھے اسلئے کہ جناب امیر نے انھیں اپنی خوشی سے خلیفہ کر دیا تھا اور جب یہ خوا
 خلافت اختیار کریں تو دوسرے کو خلافت نہ لینا چاہیے اور جناب امیر بعد رسول اللہ کے افضل الناس
 ہیں اور یہ لوگ صحابہ کو برا نہیں کہتے تھے نہ ظالم و غاصب بتاتے تھے بلکہ خیر و خوبی کے ساتھ یاد
 کرتے تھے ان میں سے یہ اشخاص مشاہیر ہیں ابو الاسود دعلی و امیہ و ابو سعید بخاری بن عمر
 عدوانی کہ علم و قزات و تفسیر و نحو و لغات عرب کا بڑا ماہر تھا اور سالم بن حفصہ جو امام محمد باقر اور امام
 جعفر صادق سے حدیث کی روایت کرتا ہے اور عبدالرزاق محدث اور ابو یوسف یعقوب بن
 اسحاق معروف بابن سبکت مولف کتاب المصالح المصلح مگر جب ابن سبا کی بڑھت بہت پھیل چکی
 تو اسکی تلقین کے اثر سے دو قسم کے لوگ بہت پیدا ہو گئے ایک شیعوہ تہمیر الحیہ جنھیں
 شیعوہ سنیہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ سارے صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق بتاتے گئے
 اور بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی لڑائی و تنازع جناب امیر کے ساتھ ان کے مذہب اور دفعہ کا
 موکد ہو گیا اور چونکہ یہ تمام جھگڑے حضرت عثمان کے قتل کی وجہ سے واقع ہوئے تھے اس لئے

سید بن طاہر

اسی میں وطن کرنے گئے اور حضرت عثمان کی خلافت کی بنیاد و بنین کی خلافت پر تھی اور
 ان کے والد ابی عبد الرحمن بن عوف وغیرہ صحابہ تھے سب کو یہ لوگ برا کہنے لگے یہ لوگ گویا ابن سبا
 کے توسط قسم کے شاگرد و تلمیذ یافتہ تھے۔ دوسرے شیعوہ عملا قہ یہ ابن سبا کے شاگرد رشید اور
 ان کے خاص اصحاب تھے اسکی تلقین کی بدولت جناب امیر کی الوہیت کے قائل ہو گئے اور جب بعض
 لوگ ان کو ان کے الزام دے گئے کہ جناب امیر میں بشریت کے آثار موجود ہیں تو اس لئے بعض
 عملا قہ الوہیت کے قول کو چھوڑ کر اس بات کے قائل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب امیر میں حلول
 کیا ہے جب جناب امیر کو یہ خبر پہنچی تو انکار فرمایا اور ایک جماعت عملا قہ شیعوہ کو ان میں عملا دیا
 ان سے سارے اصناف عملا قہ شیعوہ پیدا ہوئے ہیں اور جبکہ تہذیب و غلاۃ و زیدیہ و اسماعیلیہ
 و غیرہ نے اپنا لقب شیعوہ اختیار کر لیا اور جب حضرت علی بن ابی طالب و بعض حضرات ابوبکر
 و حضرت عمر و حضرت عثمان و بی بی عائشہ میں مع دیگر صحابہ کے بڑا غلو و مباذ کیا اور علی و
 اصناف و میں طرح طرح کے فسادات و بدعات پھیلا دیے تو شیعوہ مخلصین و شیعوہ تفضیلیہ نے اپنا
 لقب اہل سنت و جماعت رکھ لیا اسی واسطے اگلے وقتوں کی کتب تاریخ میں ان لوگوں
 کے حق میں بھی شیعوہ کا لفظ استعمال ہوا ہے تاریخ و اقدی و اسنیج اب میں اس طرح کی باتیں
 بہت ہیں اور خید و جبرائیل و غیرہ بھی شیعوہ مخلصین و شیعوہ تفضیلیہ کو شیعوہ حضرت علی سے نہیں شمار
 کرتے اس لئے کہ ان کے نزدیک محبت حضرت علی کی مختصر ہے صحابہ و ازواج رسول کے بڑے
 کہنے ہیں اور ان کے نزدیک ایمان و اسلام میں فرق ہے اسی لئے اپنی جانوں کو مؤمن کہنا
 کرتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو مسلمان بولتے ہیں کہتے ہیں مؤمن وہ ہے جو شرائع کو اس کے حقائق
 اور تاویل کے ساتھ جاننا تھا اور مسلمان وہ ہے جو شرائع کو بغیر علم تاویل و تفسیر کے جانے اور معتزلہ
 بھی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے لہ
 تمام شیعوہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امامت عقل سے ثابت ہے اور امامت نص ہے اور اس
 معصوم میں عقلی اور سو و خطا سے مگر زیدیہ کو اس میں خلافت ہے اور امامت مفصول کی
 تاویل کے ہوئے تاہا نر ہے اور حضرت علی تمام صحابہ سے افضل ہیں اور حضرت علی اللہ علیہ السلام نے
 اس کردی تھی کہ حضرت علی محمد کے بعد امام ہیں اور انکا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکھنؤ، ۱۳۰۰ھ

حق الوداع سے پھر سے توفیر فرم کے مقام پر کہ ایک جگہ لکھے اور دینے کے درمیان میں ہے سب صحابہ
جمع کر کے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بارخدا یا میں جس شخص کا مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے
اور خداوند اور دست رکھو اسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن اسکو جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور اس
اور شاہ کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ حضرت جب اس مقام پر پہنچے تو آیت نازل ہوئی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بَلِّغُوا مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكُم مِّنَ الْقُرْآنِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ فَصَلُّوا بِلِقَاءِ رَبِّكُم مَّا كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ
يَتَّقُونَ مِّنَ الْغَائِبِ بَلِّغُوا مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكُم مِّنَ الْقُرْآنِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
یہ کیا تو کچھ بھی نہ ہو پنا یا اور تجھ لوگوں سے بچا بیگا پھر جب آنحضرتؐ اس خطبہ سے فارغ
ہو چکے تو یہ آیت نازل ہوئی اَلَيْسَ لَكُم مِّنْ شَيْءٍ فَهَمَّ بِكُم مِّنْ شَيْءٍ فَهَمَّ بِكُم مِّنْ شَيْءٍ
کامل کر چکا دین تھا اور قہر اپنی نعمت پوری کر چکا پس آیت اول جناب میر کی شان میں
نازل ہوئی جسکے مطابق آنحضرتؐ کی مولا ہونے کی بشارت دی اور نعمت کا تمام کرنا وہی جناب
امیر کی مولا ہونے کا اظہار ہے اور یہ صریح دلیل ہے کہ وہ افضل ہیں اور خلافت کے لیے سب سے
زیادہ حقدار ہیں اور مولا کے معنی اس جگہ اولی بالاماست ہیں اور یہ نص صریح ہے انکی خلافت پر
صاحب حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرتے وقت واقعہ غدیر کو یاد رکھتے تھے اور انھیں اپنے بھائی کی منکشف جمی
لیکن انھوں نے اسکی تعمیل نہ کی اور جو ظلم و عناد اور سکا برس کے امر حق سے چشم پوشی کی اور
امیر المومنین علیؑ نے جو اسوقت اسکے ساتھ اعدال کیا اور خلافت کے مدعی ہوئے تو یہ سبب
تقیہ کے تھا اور صحابہ حضرت علیؑ سے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے اور تمام صحابہ سے تبرک کرتے ہیں
سوائے چند کے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کو جائز ہے کہ وہ حالت تقیہ میں کہے کہ میں امام نہیں ہوں
اور اجماع کے منکر ہیں انکے نزدیک اجسام قیامت سے پہلے بھی دنیا میں لوٹ آتے ہیں مگر ہمیں
غلاۃ حشر اجساد اور حساب کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک امام کو دنیا اور دین کی ساری باتوں کا
علم حاصل ہونا ہے یہاں تک کہ وہ سنگرزوں اور زرخٹوں کے چٹون کو بھی جانتا ہے اور ان
سے مثل انبیاء کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے یہ کہتے ہیں کہ جسے حضرت علیؑ سے
جنگ کی وہ کافر ہے ان کے نزدیک جماعت مسنون نہیں اور مسیح موزوں پر جائز نہیں اور بی بی
فاطمہؑ بی بی عائشہؑ سے افضل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام میں بغیر معادن کے نبوت کی

قدرت واقعی اور کہتے ہیں لفظ واحد سے تین ملائین واقع نہیں ہو سکتیں اور نماز قراویج کی
مطلوبت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک نماز میں سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا
مطلوب نہیں اور انظار میں جلدی کرنا ناجائز ہے اور نماز مغرب غروب آفتاب کے
بعد اس وقت تک نہ پڑھنا چاہیے جب تک کو اکب نہ چک جائیں مگر اساعیلیہ کے
دیکھ افطار اور نماز مغرب میں جلدی کرنا واجب ہے اور تمام شیعہ کرامات اولیا کے
منکر ہیں اور اپنے ائمہ کی کرامات کو معجزات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ شرح مسلم الثبوت میں
مرا علوم لکھتے ہیں کہ انکا اعتقاد یہ ہے کہ گناہ بندے کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں
و حسنات اللہ کی قدرت سے اس لیے کہ بڑی کاپید کرنا بھیج ہے پس ان کے نزدیک
و مخالف ہیں ایک خالق خیر و مرافق شر شیعہ کے بعض فرقے رحمت کے قائل ہیں
اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) رحمت بعد موت کے ہوتی ہے پس بعض فرقوں کا تو یہ ہے
کہ انکا امام بعد موت کے دنیا میں پھر آئیگا (۲) رحمت بد طبیعت کے ہوتی ہے چنانچہ بعض
فرقے اس کے قائل ہیں کہ امام مرا نہیں غائب ہو گیا ہے پھر اگر زمین کو عدل سے
بھر دینا بعض فرقے بعض اماموں کی موت میں توقف کرتے ہیں۔ غرض کہ شیعہ میں ہر جگہ
ان اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے بہت سے فرقے بن گئے ہیں کہ ایک فرقہ دوسرے
فرقے کی تکفیر کرتا ہے اصول ان میں سے پانچ فرقے ہیں غلاۃ کیسا نیمیہ۔ اسماعیلیہ
ذید یہ اور امامیہ۔ اور شیعہ کے ہر فرقے میں داعی لوگ ہوتے ہیں کہ اس مذہب
کی طرف اشخاص کو علم یا مال یا زبان یا اختیار کے فریاد سے بلا تے ہیں انکو اصطلاح میں
دعاة کہتے ہیں جو داعی کی جمع ہے انھیں دعاۃ کے نام سے فرقے منسوب ہوتے ہیں

غلاۃ

اگرچہ کیسا نیمیہ و امامیہ دایمہ میں سے بھی بہت سے فرقے غلو کہتے ہیں مگر ہم بیان غلاۃ ان فرقوں سے مراد
کے ہیں جن میں یہ اعتقاد مشرک ہے کہ انبیاء و ائمہ خدا ہیں یا خدائے انبیا اور ائمہ میں حامل کیا گیا ہے
تھو ہو گیا ہے تھو اثنا عشری میں لکھتے ہیں کہ انبیا و ائمہ میں ان میں سے کیسا نیمیہ میں اور
بعض امامیہ اور ذید یہ کے فرقوں میں سے کوئی ایسا نہیں مٹا گیا جو ان غلاۃ کی طرح خود شیعہ

اور انکی اولاد کی الوہیت یا ان بن حلوں الوہیت یا اتحاد کا قائل ہوا اور کشف اللہ
عن غشاق الاسمین ذکر کیا ہے کہ غلاۃ کا قول یہ ہے کہ نص نبوی کے مطابق حضرت علی
امام ہیں پھر امام حسن بعد ان کے امام حسین پھر بعد امام حسین کے حکم شوریٰ ہے بعض نے
کہا ہے کہ نص نہیں آئی مگر امامت حضرت علی پر فقط اور ان کے نزدیک امام کا مقرر کرنا اشیاء
واجب ہے اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلائل کرتی ہے اور امام کا تقررات کی
تعلیم کرنے اغذیہ وادویہ اور سموم اور حرمت اور مناعات کے احوال بتانے اور آفات
و مصائب سے بچانے کے لیے ہے ابو بکر یا قلانی شاگرد ابو الحسن اشعری نے مل دخل میں
کہا ہے لا خلاف بین الائمہ فی تکفیر غلاۃ الروافض و ہم الذین ذموا
ان الله قد حل فی الانبیاء نعم فی الائمۃ یعنی ائمہ میں اتفاق ہے اس بات پر کہ
غلاۃ روافض کافر ہیں اور وہ وہ ہیں کہ یہ زعم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں حلول کیلئے
پھر ائمہ میں حلول کیا ہے بھارا لا غوار کی دشواریں جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ
امام جعفر صادق نے غلاۃ اور مفسوئہ پر بحث کی ہے اور شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ قی
اشنا عشری کہتے ہیں کہ غلاۃ اور مفسوئہ کافر ہیں یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور ترسا اور
آتش پرست اور قدریہ اور حروریہ اور جہرہ اور سب اہل بدعت مذاہب باطلہ سے بدتر
ہیں ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ میں نے جناب امام رضا سے پوچھا کہ غلامی کیسے ہیں
فرمایا کہ کافر ہیں اور مفسوئہ مشرک ہیں جو شخص ان سے مجالست اور ہم نشینی اور مخالفت
کر لگایا ان کے ساتھ کھانا پیسے گایا انکے ساتھ مناکحت یعنی باہم و گرجا ح کرے گا
یا کسی طرح کی ان سے رعایت کر لگایا بہ نسبت انکے صلہ علی میں لائیگا یا ان کو انانیت دار
قرار دیگا یا ان کی امانت اپنے پاس رکھیکگا یا ان کے کلام اور بات کی تصدیق کر لگایا یا ان کی
امانت کو لگایا اگر چہ کلمے کے ساتھ ہو یا بعض کلمے کے ساتھ تو وہ شخص غلایت و دوستی
خدا سے خود مل اور دلایت و دوستی رسول خدا اور اس جناب کے اہل بیت سے باہر
ہو جائے گا۔ اور غلاۃ کہی فرستے ہیں۔

پہلا سبب یہ نتیجہ ابن عبد اللہ بن دہب بن سبام معروف بابن السواد کے

نص نبوی تھا مجاز سے اہل اسلام کے شہرون میں جایا کرتا تھا ارادہ اُسکا یہ تھا کہ
اسلام ان کو گمراہ کر دے جب یہ بات نہ بنی اور یہ کام نہ کر سکا تو بظاہر اسلام لا کر اسلام
اسلام ان کے ساتھ کرو فریب سے پیش آیا سلسلہ ہجری میں بصرے گیا وہاں پہونچکر
کچھ مسائل لوگوں سے کہنے لگا لیکن مراحت کرتا تھا ایک جماعت اُسکی طرف مائل ہو گئی
اور اس کی باتوں میں آنے لگی۔ عبد اللہ بن عامر حاکم بصرہ نے اُسکو بصرے سے نکلوا دیا
و ان سے کوفے میں آیا پھر کوفے سے جگر مصر پہونچا وہاں آکر ٹھہرا لوگوں میں بیٹھ کر یہ
بات کہی بڑا تعجب ہے اُس شخص سے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
پھر دنیا میں آئیں گے اور اُسکی تکذیب کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئیں گے رحبت کے
بارے میں لوگوں سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے اس بات کو قبول کیا
اور بدعت شستہ ہجری سے پھیلنے لگی پس مذہب رحبت کا وہی موجود ہے بعد اس کے
اس نے یہ بات کہی کہ نہ بنی کا ایک وصی ہوا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامت
حضرت علی کی وصیت کر گئے ہیں کہ وہ بعد حضرت کے اُنکے وصی ہیں اور نص نبوی کے
مطابق خلیفہ است ہیں اور میں رکھو کہ حضرت عثمان نے خلافت ناحق لیلی اب تم لوگ
کلمے ہو کر اپنے امرا پر طعن کرو اور اظہار امر معروف و نہی منکر کر کے لوگوں کو اپنی طرف
مائل کرو پھر اُس نے اپنی طرف سے داعی جا بہ جائیجے اور جان جان کے لوگ اُسکی طرف
مائل تھے اُنھنے خط و کتابت جاری کی اُن لوگوں نے مخفی دعوت کرنا خلق کا اُسکی
دعوت کی طرف شروع کیا اور ایک عام ناراضی حضرت عثمان کے عمال اور اُنکی خلافت
کی طرف سے لوگوں میں پھیل گئی اور ساری زمین اسلام ابن سبا کی داسے و عقیدے
سے بھر گئی چار دن طرف علاقہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا روزانہ اسکی متواتر خبریں
مدینہ میں پہونچنے لگیں مدینہ میں بھی لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں امیر المؤمنین
عثمان اور ان کے عمال پر زبان طعن دراز ہو گئی صحابہ کرام سے زید بن ثابت۔ ابو سعید
سعدی کعب بن مالک۔ اور حسان بن ثابت لوگوں کو طعن و تشنیع سے روکتے تھے
لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ اس وقت اہل مدینہ مجتمع ہو کر امیر المؤمنین عثمان کے

پاس آئے اور واقعات سے ان کو مطلع کیا لیکن ان کو اس سے ناواقف پایا حضرت عثمان نے کہا تم لوگ مسلمانوں کے رئیس و رابر باب راے ہو اس میں تمہاری کیا رائے ہے صحابہ نے کہا چند معتد آدمیوں کو اسلامی ممالک کی طرف خبر لانے کے لیے روانہ کرو چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف اور اسامہ بن زید بصرہ کی طرف اور عبداللہ بن عمر شام کی طرف اور ابن کے علاوہ اور لوگ بھی مختلف ممالک اسلام کی طرف روانہ ہو گئے ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ جتنے تو عمال و اہل ان ملک کی کوئی بڑی دیکھی اور نہ عوام و خواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا لیکن عمار بن یاسر نے مصر کی جانب روانہ کئے گئے تھے واپسی میں تاخیر کی اور ان کو ابن سبا اور اس کے ہمراہیوں خالد بن ولید، سودان بن حمران، سکونی، کنانہ بن بشر نے اپنی طرف مائل کیا اپنا ہم صفیر بنالیا۔ مخوفین و مخالفین حضرت عثمانؓ کو بار بار نقص بیعت حضرت عثمانؓ خط و کتابت کرنے لگے اور ہدیریدہ خط پہلے کر لیا کہ ایک مقررہ یوم ہر مدینے میں جمع ہو جائے چنانچہ ملک مصر سے ایک ہزار یا سات سو یا پانچ سو آدمی اور ایک ایک جماعت اور کوفہ سے بہ تعداد مذکورہ مدینے میں آئی اور حضرت عثمانؓ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا اور ہر پار کے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا اور چالیس یا پچاس دن تک انکو محصور کر کے پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مروان کو عسکری منشی گری سے موت دینا چاہیے اور عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کیجیے حضرت عثمانؓ نے قبول کیا حضرت علیؓ نے لوگوں کو سمجھا کر بٹا دیا اور بات رفت و گذشت ہو گئی اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا حاکم مقرر کر کے اٹھ کر بھیجا رہے ہیں انکو ایک خط مہری حضرت عثمانؓ کا عبداللہ کے نام ملا جس میں یہ مضمون تھا کہ محمد بن ابی رضی اللہ عنہ جو کچھ کہیں اسکی تعمیل مت کرنا اور کسی جیل سے انکو مار ڈالنا محمد اس خط کو لیکر مدینے کو لوٹ آئے اور حضرت عثمانؓ سے اسکا حال پوچھا انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ مہر اگرچہ سیری ہے اور میرے ہی منشی کا خط ہے مگر میں نے یہ خط نہیں لکھوایا تو ان لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے سپرد کر دو یہ بات حضرت عثمانؓ نے نامنظور کی اس لیے

ان کے دل انکی جانب سے پھر گئے اور حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا تاریخ عظمیٰ کو فی ہین لکھا کہ معاویہ نے حضرت عثمانؓ پر جنگ کی اور ہم جانب سے انکے مکان میں گھس پڑے اور انکو بکڑے دوڑ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور ان کی گردن میں زخم ہو گیا جس سے خون جاری ہو گیا پھر کنانہ بن بشر آیا اور ایک وار عمود کا حضرت عثمانؓ کے سر پر کیا اور سیدان بن حمران مرومی نے ایک تلوار ان کے سر پر ماری حضرت عثمانؓ کے کھوپڑے پھر اور لوگوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ابن خلدون نے لکھا کہ ابن حمران نے حضرت عثمانؓ کے چند ٹکڑے کر کے ماری تھیں جس سے چند سپلیان ٹوٹ گئی تھیں اور ٹکڑے کر کے لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا یہ مجھ پر کیا حالت قید ہی میں مر گیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمر و بن ابی حمق نے آپ کے سینے پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا کلام یہ ہے کہ ابن سبا نے دو بدو علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی انت الکالم یعنی تم خدا اور انھیں خدا اعتقاد کرتا تھا حضرت مروم نے اسے مداین کی طرف نکلا دیا۔ اور کہتا تھا کہ حضرت علیؓ بعد موت کے پھر دنیا میں آئیں گے وہ مثل حضرت علیؓ کا معتقد تھا ان کو زندہ مانتا تھا کہتا تھا کہ شیطان حضرت علیؓ کی صورت پر ہو گیا تھا اسے ابن ملجم نے مارا ہے اور کہتا تھا وہ بادل میں آتے ہیں رعد ان کی آواز ہے برق ان کا چاہا ہے وہ ضرور زمین پر اتر کر انکو عدل سے بھر دیں گے جس طرح کہ ظلم سے بھر گئی ہے۔ اور سب یہ جب رعد کی آواز سنتے تو کہتے السلام علیک یا امیر المؤمنین۔ ارشاد یہ طرح اعتقاد یہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن سبا کہتا تھا کہ امیر المؤمنین خدا میں اور میں ان کی طرف سے پیغمبر ہوں جناب امیر نے یہ شکرا اسکو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور خیال میں گذرا ہے کہ تم خدا میں اور میں تمہارا پیغمبر ہوں آپ نے فرمایا کہ اسے تجھے شیطان تجھ سے استہزا اور سخریہ اور تمہارے کہنا ہے تو تو یہ کہ اپنے اس اعتقاد باطل اور خیال فاسد سے اس نے آپ کا فرمانا مانا اور

میں نے حضرت عثمانؓ کو قید کیا تھا اور انکو بکڑے دوڑ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور ان کی گردن میں زخم ہو گیا جس سے خون جاری ہو گیا پھر کنانہ بن بشر آیا اور ایک وار عمود کا حضرت عثمانؓ کے سر پر کیا اور سیدان بن حمران مرومی نے ایک تلوار ان کے سر پر ماری حضرت عثمانؓ کے کھوپڑے پھر اور لوگوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ابن خلدون نے لکھا کہ ابن حمران نے حضرت عثمانؓ کے چند ٹکڑے کر کے ماری تھیں جس سے چند سپلیان ٹوٹ گئی تھیں اور ٹکڑے کر کے لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا یہ مجھ پر کیا حالت قید ہی میں مر گیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمر و بن ابی حمق نے آپ کے سینے پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا کلام یہ ہے کہ ابن سبا نے دو بدو علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی انت الکالم یعنی تم خدا اور انھیں خدا اعتقاد کرتا تھا حضرت مروم نے اسے مداین کی طرف نکلا دیا۔ اور کہتا تھا کہ حضرت علیؓ بعد موت کے پھر دنیا میں آئیں گے وہ مثل حضرت علیؓ کا معتقد تھا ان کو زندہ مانتا تھا کہتا تھا کہ شیطان حضرت علیؓ کی صورت پر ہو گیا تھا اسے ابن ملجم نے مارا ہے اور کہتا تھا وہ بادل میں آتے ہیں رعد ان کی آواز ہے برق ان کا چاہا ہے وہ ضرور زمین پر اتر کر انکو عدل سے بھر دیں گے جس طرح کہ ظلم سے بھر گئی ہے۔ اور سب یہ جب رعد کی آواز سنتے تو کہتے السلام علیک یا امیر المؤمنین۔ ارشاد یہ طرح اعتقاد یہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن سبا کہتا تھا کہ امیر المؤمنین خدا میں اور میں ان کی طرف سے پیغمبر ہوں جناب امیر نے یہ شکرا اسکو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور خیال میں گذرا ہے کہ تم خدا میں اور میں تمہارا پیغمبر ہوں آپ نے فرمایا کہ اسے تجھے شیطان تجھ سے استہزا اور سخریہ اور تمہارے کہنا ہے تو تو یہ کہ اپنے اس اعتقاد باطل اور خیال فاسد سے اس نے آپ کا فرمانا مانا اور

توبہ سے انکار کیا آپ نے اسکو قید کیا پھر بھی وہ توبہ کرنے پر راضی نہوا اور اس وقت
باطل سے دھڑا آخر آپ نے اسکو قید خانے سے باہر نکال کر آگ میں جلا دیا اور ایک نیا
عبد اللہ بن سبا تھا وہ بھی فاسدۃ العقیدہ تھا مگر اپنے باپ سے ایک درجہ کم تھا کہ وہ
امیر کے خدا ہونے کا قائل تھا مگر قنویض کا قائل ہوا تھا چنانچہ غوضہ میں اس کا بیان
آتا ہوا اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جناب امیر نے جب عبد اللہ کے
اصحاب کو پکڑا تو وہ مذاہن کو بھاگ گیا جناب امیر نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودیں
اور اس میں آگ روشن کریں اور اصحاب عبد اللہ کو اس میں ڈال دیں غرض کہ جب تک وہ
آگ میں ڈالا تو انھوں نے کہا کہ ہمارا یقین اور زیادہ ہوا کہ تو ہی خدا ہے اس لیے کہ رسول خدا نے
فرمایا ہے کہ خدا بندوں کے ساتھ آگ کے عذاب کرے گا اب کہ تو ہجو آگ سے عذاب کرتا
ہیں ہمیں یقین ہوا کہ تو ہی خدا ہے آخر وہ سب جل گئے مگر اپنے اپنے اعتقاد سے دھڑے
دوسرا کا ملیہ یہ فرقہ ابوکامل کی طرف منسوب ہے یہ شخص بھابھو کا فر بننا تھا
اسپر کہ انھوں نے حضرت علی سے بیعت نہ کی اور خود حضرت علی کو کافر کہتا تھا اس پر کہ
سے نہ لڑے یہ تنازع کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ امامت نورانی ہے کہ ایک شخص سے
دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ نور ایک آدمی میں امامت ہو
اور دوسرے میں نبوت ہو جائے اور کہتا تھا کہ روح اکی نے اول آدم میں بعد اس کے
درجہ بدرجہ تمام انبیاء و ائمہ میں حلول کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک
کافر کا بھی امام ہونا اور ائمہ میں روح اکی کا حلول کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت
علی مرتضیٰ کی تکفیر کرتا ہے اور پھر ان میں روح اکی کے حلول کا اور ان کی امامت کا
قائل ہے شفا سے قاضی عیاض میں لفظ کا ملیہ کی جگہ کہ ملیہ لکھا ہے شارح کتاب
کہ ملیہ منسوب میں کیل کی طرف جو کامل کا مصنف ہے اس صورت میں کیل کے خدے
سے ہوگا بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ میں کاف مفتوح ہے اس صورت میں قبل کے
ودن پر کامل کے معنی ہیں۔

تیسرا متغیر یہ یہ غیرہ بن سعید علی کے اصحاب ہیں جو خالد بن عبد اللہ قسری گورنر

اور کامل کا نام تھا اسے خالد پر کوفے میں بیس آدمی لیکر خروج کیا ان کو گھیر لیا وہ ممبر
تھے انھوں نے کہا مجھے پانی ملا دو اس سبب سے وہ بدل دئے گئے نواب
بن حسن خان نے اسی طرح لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ خالد کو ہشام بن عبد الملک
نے سلاطین میں ابوالمثنیٰ و حیان بن علی کے کہنے سننے سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو
ان کی جگہ مقرر کیا تھا یہ دونوں ہشام بن عبد الملک کی املاک کے جو عراق میں تھے
مذہبی تھے ابن خلدون وغیرہ نے اسی طرح لکھا ہے اور معارف میں ابن قتیبہ نے کہا ہے
کہ خالد نے مغیرہ کو واسطہ میں قتل کر کے قنطرة العاصیہ پر سولی دی تھی ان کے شاگرد میں سے
ایک قول یہ ہے کہ مجبور کے اعضا حروف ہجاء کی صورت پر ہیں اور الف صورت قد میں
ہے اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ایک مرد ہے نور کا اس کے سر پر ایک تلخ ہے نور کا
اور اس کا دل حکمت کا منبع ہے وہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ہر مکان میں ہے کوئی مکان
اس سے خالی نہیں ہے اور اللہ نے جب جہان پیدا کرنا چاہا تو اعمال عباد کو اپنی دو
انکلیوں سے لکھا پھر ان کے معاصی سے غضب میں آیا تو اس سے اللہ کو بیٹنا چھوڑا اس
بچنے سے دور یا جمیع ہو گئے ایک شیرین ایکس لٹچ پس خدا نے دریاے شیرین
میں دیکھا تو عکس اس کا اس میں پڑا خدا نے تعالیٰ نے تھوڑا سا عکس اس دریا میں سے
نکال کر اس سے چاند اور سورج بنائے اور باقی کو فنا کر دیا اس واسطے کہ کوئی شریک
اس کا باقی نہ رہے پھر دریاے شیرین سے مؤمن پیدا کیے دریاے سرخ سے کافر بنائے اور اس
آیت کی تفسیر لکھا کہ عکس السحاب و کلاؤ جن و الجنان فابین ان عجلانہا
تفسیر یون کرتا تھا کہ ہم نے پیش کی امامت آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سامنے
اور وہ امامت حضرت علی کی امامت تھی کہ تم میں سے کون ایسا ہے کہ اسکو لینا چاہتا ہی
تو کسی نے اس امامت کو قبول نہ کیا تاکہ یہ حق حضرت علی کا حضرت علی ہی کو پہنچ جائے
مگر انسانوں میں سے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے مشورے سے اسکو اختیار کر لیا جبکہ
حضرت عمر نے یہ اقرار کر لیا کہ اگر امامت میں حضرت ابوبکر کو مدد دیتا رہو گا اور حضرت
نور نے یہ فہم داری اس شرط پر اختیار کی کہ حضرت ابوبکر اپنے بعد مجھے خلافت دیں اور

یہ کہتا تھا کہ آیت کَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذَا قَالَ لِلنَّاسِ اكْفُرُوا فَكَذَّبُوا بِآيَاتِي وَكَانُوا كَالنَّجَافِ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ یعنی شیطان کی مثل ہے جس وقت اس نے آدمی کو کہا تو کفر کر جب اس نے کفر کیا تو کہا تحقیق میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس کے نزدیک ہمدی ذکر یا بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور وہ زندہ ہیں کہ وہ ہاجرین تھیں بن جب حکم ربی ہوگا تو اس سے برآمد ہونگے اور محمد بن علی کے بعد فیض حاصل ہے ایسے امامت کا طالب ہوا تھا اور دعویٰ نبوت کا رکھتا تھا اس کے زعم میں اس کا معجزہ یہ تھا کہ وہ اسم اعظم جا خواہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے اور جب مغیرہ ار گیا تو اس کے بعض مرید کہنے لگے کہ وہی امام منتظر ہے۔ منہج المقال میں آیا ہے کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے تھے کہ اس آیت میں هَلْ أَتَيْنَاكُمْ بِآيَاتٍ لِّنُذَكِّرَ بِهَا الشَّيَاطِينَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ آفَاتُكَ آتَيْنَاكَ یعنی میں تمکو بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں اترتے ہیں جھوٹے گنگا پر شیا طین سے مراد یہ سات شخص ہیں مغیرہ بن سعید اور بنان اور صادق ہندی اور حرث شامی اور عبد اللہ بن حرث اور حمزہ بن عمارہ زبیری اور ابو العظاب اور نادمہ دانشوران میں ابن قبیہ کے حالات میں مذکور ہے کہ فرقہ مغیرہ کا قول ہے کہ امامت حسن بن حسن کو وصیت سے پہنچی تھی اس کے نزدیک امامت منحصر ہے حسن بن علی اور ان کی اولاد میں اور یہ فرقہ ان کے غیر میں امامت تجویز نہیں کرتا۔

چوتھا بنائیا فیہ یہ متبع ہیں بنان بن سمان جیسی ہندی یعنی کے اور بعض بنان کو اسماعیل کا بیٹا بتاتے ہیں لفظ بنان کے حروف میں اختلاف ہے میر سید شریف نے تعریفات میں اسے موحده کے بعد نوں لکھا ہے اور منہج المقال و منہج المقال میں آیا ہے بنان میں اسے موحده منوم ہے اور اس کے بعد نوں ہے اور نوں کے بعد الف اور اس کے بعد نوں ہے اور ابو زید غنی کی تاریخ میں ہے کہ یہ نام بیان ہے اسے موحده کے بعد یا سے تختانی کے ساتھ اور سیم الریاض شرح شفا سے قاضی عیاض میں شہاب الدین احمد خفاجی کہتے ہیں کہ فرقہ بیانہ فسوب ہے بیان کی طرف اس لفظ میں اسے موحده

اور یا سے تختانی اور الف اور نوں ہے اور بعض نوں نے بنان یا سے موحده اور نوں کے ساتھ بتایا ہے بنان کے آپ کا نام اسماعیل ہندی تھا یہ شخص بجائے بنان کے اتحاد کا قائل تھا یعنی اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ حضرت علی کے ساتھ متحد ہو گیا جس کا یہ پھر بعد حضرت علی کے محمد بن حنفیہ کے ساتھ پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد کے ساتھ پھر بعد ابو ہاشم کے بنان بن سمان کے ساتھ یعنی خود اس کی ذات کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور سب کچھ اس کا ہلاک اور فنا ہو جائے گا مگر منہج المقال کا بعد دلیل اس پر یہ آیت لاتا تھا عَلَّمُ حَلَّيْ هَا لَافُ لَافُ وَ جُفَّہ کتاب کشی میں عبد بن عبد اللہ کے ذریعہ سے روایت آئی ہے کہ امام صادق نے بنان پر لعنت کی ہے جیسا کہ انھیں اربعین مذکور ہے اور کشی میں یہ بھی روایت ہے کہ ابو الحسن رضا نے کہا ہے کہ بنان علی بن حسین کی تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا اور محمد بن شبیر ابو الحسن موسیٰ بنی تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اس کو بھی آتش دوزخ کے ساتھ سزا دی اور تاریخ ابو زید غنی میں مذکور ہے کہ بیانہ بیان کی نبوت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں جو ورد ہے هَذَا آيَاتُ الْكَافِرِينَ یعنی یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اس سے مراد وہی ہمارا پیشوا ہے اور چونکہ فیض تنازع اور رجعت کا قائل تھا اس لیے خالد بن عبد اللہ قسری نے قتل کر دیا۔ منہج المقال میں لکھا ہے کہ ہشام بن حکم کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ بنان اس آیت کی وَ هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَ فِي الْأَرْضِ إِلَهٌ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ زمین کا اللہ اور ہے اور آسمان کا اللہ اور ہے اور آسمان کا اللہ زمین کے اللہ سے اعظم ہے اور باشندگان زمین آسمان کے اللہ کو جانتے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں ابو عبد اللہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ زمین اور آسمان دونوں کا وہ ایک ہی اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں بنان جھوٹا ہے اللہ اس پر لعنت کرے۔

پانچواں جناحیہ یہ متبع ہیں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر و ابی جعفر بن ابو طالب کے و تنازع ارواح کے قائل تھے اور ایک عقیدہ ان کا یہ بھی تھا کہ

روح الہی انبیاء میں دائر سائر ہے پھر حضرت علی بن ابی طالب پھر امام حسن و امام حسین و محمد بن حنفیہ اولاد حضرت علی بن ابی طالب ہوئی پھر عبداللہ کے اندر مئی اس لیے انھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ ہے اور علم اس کے دل میں یوں اکتا ہے جیسے زمین سے پھول زمین کا اور امامت بھی اسی ترتیب سے ظہور میں آئی ہے کیونکہ نبوت اور امامت کے مضمین بنائے گئے تھے کہ روح الہی بدن انسانی میں حلول کرے اس فرق کا مذہب یہ ہے کہ شراب و مردار و نکاح محارم و زنا حلال ہے انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں جو مردار اور خون اور سور کے گوشت کی تحریم آئی ہے یہ کناہ ہے ایک قوم سے جن کا بغض لازم ہے جیسے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و معاویہ اور جس قدر فرائض مامور بہ قرآن میں آئے ہیں وہ کناہ ہے ان لوگوں سے جنگی دوستی لازم ہے جیسے حضرت علی و حضرت حسن و حضرت حسین اور ان کی اولاد یہ قیامت کے منکر ہیں بہر صورت عبداللہ بن معاویہ نے مسئلہ میں مردان حارہ کی شروع حکمرانی میں کوئی من خراج کیا تھا کوئی کے سارے زیدیہ نے انکا ساتھ دیا تھا مگر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز حاکم عراق سے سخت جنگ کے بعد شکست کھا کر مدائن کو چلے گئے اور تمام اطراف سے حیدہ انکے بھندے کے تلے جمع ہو گئے اور ان کی قوت بہت بڑھ گئی اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ فتوحات شروع کیں اور بڑے بڑے شہر جیسے حلوان و حمدان و تونس و رے و جبال اصفہان فتح کر لیے سولہ ہجری میں فارس پر چڑھائی کی اور اسے بھی سخر کر لیا اور استخر میں اپنا جگہ کارڈ قائم کیا اور اپنی طرف سے جا بجا حکام روانہ کیے اور مال کثیر حاصل کیا بی باشم اور بی امیہ کے بڑے بڑے سردار جیسے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اور ابو جعفر منصور اور علی بن عبداللہ بن عباس و عیسیٰ بن عبداللہ بن عباس بن علی کے شریک ہو گئے عامر بن ہبارہ اور معن بن زائدہ نے گھیر کر ایسی شکستیں دیں کہ سارا لشکر ہریشان ہو گیا اور عبداللہ بن ہبارہ خود مع اپنے دو بھائی حسن اور یزید اور خاص خاص آدمیوں کے بہارت کی طرف بھاگ گئے جان پر ابو نصر مالک بن جثیم خزاعی ابو مسلم کی طرف سے حاکم تھا

ابو مسلم کے حکم سے عبداللہ کو مروا ڈالا اور حسن و یزید پر بنا سے معاویہ کو چھوڑ دیا اور جناح کا عقیدہ یہ ہے کہ عبداللہ ملک اصفہان میں کسی پہاڑ کے اندر زندہ رہا جو وہیں شہر قریب نکلنے والے ہیں۔

پھر منصوص ہے یہ ابو منصور عجمی کے متبع ہیں شخص ابی امام جعفر صادق ان محمد باقر علیہ السلام کا متقد تھا جب انھوں نے اپنے پاس سے علیہ کرم دیا تو اس نے دعویٰ کیا کہ ابی امام محمد باقر کے امامت اس کی طرف منتقل ہوئی ہے اور وہ ابی امامت اس امامت کے آسان پر گیا اور معاویہ نے انکے سپہ پر اپنا ہاتھ بھرا اور کہا اے بیٹا پوچھا دے میری طرف سے یہ آیت **وَإِنْ كُنْتُمْ فَاكِهًا قُتِلَ الشَّامَاءُ** ساقط ہے کیونکہ اسکا معنی ہے کہ اگر کسی چیز کا ٹکڑا آسان سے گرتا دیکھیں تو کہیں یہ گارٹھی بدلی ہے اس کے زعم میں کس ساقط من السار سے مراد اس کی بات تھی اور امامت کے دعوے سے قبل کتا تھا کہ کسٹ مذکور سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور اس بات کا قائل تھا کہ رسول قیامت تک مبعوث ہوتے رہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی ہے اور ایک عقیدہ یہ تھا کہ جنت سے مراد وہ آدمی ہے جسکی دوستی واجب ہے اور وہ امام ہے جیسے حضرت علی بن ابی طالب و رامن کی اولاد اور دوزخ سے مراد وہ آدمی ہے جسکی دشمنی واجب ہے جیسے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و معاویہ اسی طرح کتا تھا کہ قرآن میں فرائض سے حضرت علی اور ان کی اولاد مراد ہے اور محرمات سے حضرت ابوبکر و غیرہ منصوص ہیں اور اس تاویل سے مطلب اسکا یہ تھا کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا ہے اس سے ساری مکالیف شرعیہ اٹھ جاتی ہیں بے قید ہو جاتا ہے منصوص یہ کہ عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عطا کردہ نبی میں ہم سے خلافت ہیں تو وہ جنت میں داخل ہو اور یہ لوگ آدمیوں کے مال حلال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریل نے پیغام رسائی رب العالمین میں خطا کی ہے ساقط ان خطا یہ ہے یہ دیکھنا خطاب کے متبع ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ

لکھنؤ کے مولانا ابی امام جعفر صادق

لکھنؤ کے مولانا ابی امام جعفر صادق

یہ ہے کہ دنیا فانی ہوگی جنت یہی بہتری بھلائی دنیا کی ہے جو انسان کو پہنچتی ہے اور دوزخ اسکی ضد ہے ان کے نزدیک شراب پینا زنا کرنا اور تمام بُرے کام حلال و حلال ہیں ان کا مذہب ترک نماز ہے یہ قائل ہیں تنازع کے کہتے ہیں لوگ مرتے نہیں ہیں بلکہ اُن کی روحیں اُن کے غیر میں چلی جاتی ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ سعید بن ضیف اور اسکا بھائی معاویہ زید بن من سے ہیں۔

بزرگ لغیہ اس لفظ میں اختلاف ہے نسیم الریاض میں مذکور ہے کہ بُرہان جلی نے کہا ہے کہ لفظ بزیغ میں با سے موصدہ مفتوح اور زائے مجمر مکسور اور با سے شناة تھانی ساکن اور آخر میں غین مجمر ہے بزیغ ایک شخص کا نام جو کسی طرف بزیغیہ منسوب ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ بزیغ میں نہیں مجمر کی جگہ عین حملہ ہے اور بعضوں نے اور طرح سے بتایا ہے بزیغیہ کا یہ قول ہے کہ امام جعفر بن محمد خدا میں اور جنگویہ لوگ دیکھتے ہیں یہ وہ نہیں ہیں لوگوں کو اُن کی شبیہ معلوم ہوتی ہے اور دوسرے ائمہ خدا نہیں مگر وحی انکی طرف ہوتی ہے اور معراج اور ملائکہ تک پہنچنا سب کے لیے حاصل تھا بلکہ اُن کے عقیدہ میں ہر مومن کو وحی آتی ہے کہتے ہیں اصحاب بزیغ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبریل و میکائیل سے بہتر ہیں ان کو زعم ہے کہ بزیغ کے متفقہ مرتے نہیں بلکہ اُن کو عالم ملکوت پر پہنچا دیا جاتا ہے اور تعلیقہ میں لکھا ہے کہ بزیغیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اپنے مردوں کو صبح و شام دیکھتے ہیں اور یہ بھی اسی میں مذکور ہے کہ بزیغیہ کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر صادق میں حلول کیا ہے اور وہ اللہ سے اکمل ہیں منتہی المقال میں بزیغ کے ذکر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت شامی اور بنان علی بن حنین کی تکذیب کرتے تھے پھر مغیرہ بن سعید اور بزیغ اور سری اور ابو الخطاب اور معمر اور بشار اشعری اور حمزہ بن عمارہ زہیری و صالح ہندی کا ذکر کیا اور انہیں لعنت کی مفضلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب امیر کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہ نسبت جو جو علیہ السلام کو خدا سے تعالیٰ کے ساتھ نسبت یعنی لاہوت ناسبت کے ساتھ ملکر ایک چیز ہوگئی اور رسالت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جسکو عالم لاہوت کے ساتھ اتحاد حاصل ہو گیا وہ نبی ہے اور اگر

لے جعفر بن محمد بن اسماعیل کی مجلس میں فرمایا اور بعض میں مذکور ہے

وہا وطلق اور ہدایت گمان کو اختیار کر لیا تو رسول ہے اسی وجہ سے اُن لوگوں میں سے آدمی نبوت اور رسالت کے مدعی گذرے ہیں اور مفضلہ کہتے تھے کہ امام جعفر بن محمد خدا میں اسپر جعفر نے اُن کو مطرود و ملعون کر دیا۔

فما لم یجہد ذات الکی کو عالم لاہوت کہتے ہیں اور مرتبہ صفات الکی کو جبروت کہتے ہیں اور مرتبہ اسماء الکی کو ملکوت کہا کرتے ہیں اور ناسوت نام ہے عالم اجسام کا جسکی دنیا اور اس جہان کا۔

سریغیہ (ہر فتح میں حملہ و کسر رے حملہ وغین مجمر) ان کا عقیدہ بھی مفضلہ کی طرح ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ یہ پانچ شخصوں کی نسبت قائل ہیں کہ لاہوت سے ناسوت میں حلول کیا ہے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے عباس بن عبد المطلب تیسرے حضرت علی بن ابی طالب چوتھے جعفر بن ابی طالب پانچویں عقیل بن ابی طالب۔

انھوں ان غرابیہ غراب غین مجمر کے پیش سے زبان عربی میں کوئے کہتے ہیں ان لوگوں کا عقاد یہ تھا کہ حضرت علی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں بت مشابہت ہے

ہر ایک کوئے کو دوسرے کوئے سے مشابہت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ یہ دونوں باہم مشابہ ہیں اسی وجہ سے جبریل چونک گئے اللہ نے انکو علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا عقادہ امتیاز نکر کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے پس یہ لوگ اپنی مصلحت میں جبریل کو صاحب لہریش کہتے ہیں اور انہیں لعنت کرتے ہیں شمس جبریل کے نام سے ایک دیوان اشعار فارسی کا مشہور ہے جو مطبع نو لکھنؤ میں ایک ہزار سے زیادہ صفحہ پر بچھا ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطر ہیں اور ہر صفحہ میں عرض میں چار چار مصرع درج ہیں جس میں ایک غزل ردیف وال میں لکھی ہے اس غزل میں ایک

شعر اس فرقہ کے مذہب کے مطابق ہے اور وہ شعر یہ ہے
جبریل کہ اندر جلالی بچوں
میں محمد مقصود علی بود
ان روح صفا کہ خداوند بر آں
ان روح صفا کہ خداوند بر آں
اول و ہم آخر و ہم ظاہر باطن
ہم سو عبد ہم عہدہ و ہو عبد علی بود
ان رہبر و ان را کہ بنو علی بود
جبریل میں راز جبریل غزل
مقصود علی بود

گویند ملک صاحب سجدہ آدم از من بجز سجدہ و سجود علی بود

نوائے ذہاب یہ ان کا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور حضرت علی خدا
اور کہتے ہیں ان دونوں میں اور خدا میں بہت مشابہت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علی سے اس طرح مشابہ تھے جیسے کھٹی سے کھٹی مشابہ ہوتی ہے عربی میں ذہاب
نوائے معجم کے پیش سے کھٹی کو کہا کرتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ ذہاب یہ کہلاتے ہیں یہی
حقیقت میں غرابیہ کی ایک شاخ ہے کہ اس عقیدے سے اس عقیدہ کی جانب توجہ ہو گیا
و سوان ذمیہ (دفعہ ذال معجم) انکا عقیدہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اللہ ہیں
اور یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے تھے اس گمان پر کہ حضرت علی نے ان کو
اس لیے بھیجا تھا کہ حضرت علی کے بدکار سردارہ کار ہیں اور لوگوں کو حضرت علی کی طرف
بلائیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی طرف
بلانے لگے اور حضرت علی کو اس طرح پر دھکی کر دیا کہ اپنی بیٹی ان کو بیاہ دی اور بیٹی فرما
ہو گئے ہیں ان میں ایک علیا یہ ہیں جو علیا بن ذراع الدرویسی یا اسدی کے متبع ہیں
وہ حضرت علی کی الوہیت کا نائل تھا اور حضرت علی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الحلل
جاتا تھا اور عقیدہ رکھتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ بیعت
کی تھی اور ان کی متابعت اختیار کر لی تھی بعض علیا یہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت علی دونوں خدا تھے۔ لیکن یہ بھی دو طریق ہو گئے بعض محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو الوہیت میں مقدم رکھتے ہیں اور بعض حضرت علی کو ان دونوں کو ہونکا نام
آئینہ یہ ہے کیونکہ یہ ان حضرت کی مذمت نہیں کرتے جس طرح ذمیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی میں شریک نہ جانتے ہیں اور بعض ان میں سے عقیدہ ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین کو اللہ ماننے
ہیں۔ یہ بھی انکا قول ہے کہ ہائون ایک تھے ہیں ان سب میں یکسان روح اتری ہے
ایک کو دوسرے پر کچھ تفصیلت نہیں انکا نام خمسہ و خمسہ ہے یہ لوگ بی بی فاطمہ کو ہمیشہ فاطمہ
کہا کرتے تھے علامت تائید سے احتراز رکھتے تھے ان کے شاعر کا قول ہے

تلاوت بعدا شہ فی الدین خمسہ نبیا و سبطیہ و شہنا و فاطما

اور عقیدہ میں لکھا ہے کہ خمسہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار۔
اور عروہ امیہ ضمری اللہ کی طرف سے مصالح عالم کے موکل ہیں اور توضیح المختار
لی علم الرجال میں فرقہ علیا یہ کا نام علیا و یہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ رئیس انکا بشار شعیری
ہے اور اختیار سے نقل کیا ہے کہ علیا و یہ کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ رب ہیں
و فاطمہ ان علوی ہاشمی ہیں پیدا ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور انکی
طرف سے انکا دوست ہوں اور اللہ کا رسول ہوں محمد یہ طریق میں اور بشار نے
صحاب ابو الخطاب کے ساتھ ان کا شخصوں میں موافقت کی ہے حضرت علی بی بی فاطمہ
امام حسن امام حسین رضی اللہ عنہم اور اشخاص شمشہ یعنی بی بی فاطمہ و امام حسن و امام حسین
کے لئے تظلیف میں یعنی حقیقت انکی ایک ہی ہے چار لباس و عنوان میں ظہور کیا ہے اور
وہ حقیقت صحت و وجود حضرت علی ہے اسلئے کہ حضرت علی ہی ان سب اشخاص میں صاحب
امامت ہیں اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مخصوص وجود نہیں ہے بلکہ وہ حضرت علی
کے بندے ہیں اور حضرت علی رب ہیں انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ہائون
مانا ہے جیسا کہ فرقہ خمسہ نے سلمان کو ہائون قرار دیا ہے اور ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
رسول گردانا ہے اور علیا و یہ نے ان لوگوں کے ساتھ اہانت اور تکفیل ورتنا سخ میں
موافقت کی ہے اور علیا و یہ کا نام خمسہ نے علیا یہ رکھا ہے اس وجہ سے کہ گمان یہ ہے
کہ جب بشار شعیری نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت سے انکار کیا اور حضرت علی کو رب
قرار دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کا بندہ مانا اور سلمان کی رسالت کا انکار
کیا تو وہ سخ ہو کر ایک پرند بن گیا جسے علیا کہتے ہیں اور دریا میں رہتا ہے پس جو
ان کے متبع ہیں انھیں علیا یہ کہنے لگے اور متقی المقال میں لکھا ہے کہ خمسہ کا عقیدہ یہ ہے
کہ حضرت علی رب ہیں اور توضیح المقال میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خطابیہ اور علیا و یہ اور
خمسہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہوں
وہ باطل ہے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ نے یہود و نصاریٰ کا

لفظ اس آیت میں فرمایا ہے فَالَّذِينَ آمَنُوا وَالصَّادِقِينَ هُمْ أَهْلُهَا اَللّٰهُ وَكَرِهَ
قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ خَلَقَ عِصْيٰى اٰدَمَ
اللہ کے بیٹے ہیں اور اُس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تمہارے گناہوں
بلکہ تم بھی ایک انسان ہو اُس کی پیدائش میں کیونکہ خطاب یہ و غمخسہ کے نزدیک
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور علیا ویہ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ علیؑ پھر سے خدا
پیدا ہوتی ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگ یعنی آل ہونے کا دعویٰ
کرنے والے بشر ہیں تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؑ کی آل و اولاد کیسے بن سکتے
اس لیے جو ایسا دعویٰ کرتے ہیں وہ کاذب ہیں یہود و نصاریٰ کی طرح جو اس بات
کے مدعی ہیں کہ ہم خدا کی اولاد ہیں۔

گیا رسولانِ امویہ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جناب امیرِ آنحضرت کی نبوت و رسالت میں غریب تھے۔

ہا رھوان غما میہ ان کا نام رجمیہ بھی ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
سکان اہلی آسان ہے اور وہ موسم بہار میں پردہ ابر کے اندر ہو کر واسطے سیر گزار
اور باغ و بہار کے زمین کی طرف نزول کرتا ہے اور دنیا کا طواف کرتا ہے پھر آسمان
پر چڑھ جاتا ہے پھل پھول میوہ غلہ اور سبزہ یہ سب اشر بہار اسی کی وجہ سے
ہوتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے جنت کوئی نہیں سمجھی اوپر کبھی سطر
پہننا رہتا ہے اس فرخ کا طور سطر پہننا بھی بن ہوا تھا۔

تیسرے حوالہ میں تعریفات ابو نصر کی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ میں رہے
مہل کے بعد ذائے مجھے ہے یہ فرقہ رزام بن سابق کی طرف منسوب ہے ان کا اعتقاد یہ تھا
کہ امامت بعد حضرت علی بن ابی طالب کے محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہوئی پھر
ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف پھر علی بن عبد اللہ بن عباس کی طرف
ابو ہاشم کی وصیت سے آئی پھر ان کے پسر محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس
کی طرف آئی محمد نے اسکی وصیت اپنے پسر ابو عباس کو کی جو سفاح کے لقب سے

[illegible]

ابو جعفر اور عرف ابن ابوالعزیز اقر (دین مہلہ وزاے مجہد و قات و رلے مہلہ سے) نے اقرت حموی نے ابن ابی عون کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ابن ابی العزیز و اسفان کے ملائے میں سے ایک گائون میں جسکا نام شلمغان (شین و غین) مجتہدین کے ساتھ لکھا گیا ہے اس کے اصحاب اس کی الوہیت کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کی ہمت نے اول آدم علیہ السلام میں حلول کیا بعد ارم علیہ السلام کے شیش علیہ السلام میں اور شیش علیہ السلام کے بعد اور انبیا و ائمہ میں یہاں تک کہ حسن بن علی عسکری میں حلول کیا اسکی تصنیف سے ایک کتاب ہو اسکا نام حاسہ سادہ رکھا ہے اس میں زنا و فحش کو مباح کر دیا ہے انتہی یہ شخص حسین بن منصور حلاج اور ابو طاہر قمری کا معاصر تھا اجتہاد میں شیعہ امامیہ کے فقہاء سے اکابر میں شمار پاتا تھا اور امامیہ مذہب رکھتا تھا اور مذہب امامیہ کے اصول کے موافق کتابیں تصنیف کرتا تھا مگر شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے ساتھ جس کو امامیہ باب کہتے ہیں کیونکہ امام محمد بن حسن عسکری کی طرف سے انکی غیبت صغری کے زمانے میں وکیل تھا اس کو حسد پیدا ہو گیا اور

[illegible]

مرد مرزا آغوزا کے مولیٰ کی جگہ والی عظیمہ بتا رہی تھی لہذا اسے سختی کی بجائی ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں مجھے اور اسے مولیٰ نور العین اور قاضی امیرا اور والی سے ہے ۱۱۸

امام مختفی کی طرف سے خود سفارت کا دعویٰ کیا بلکہ پھر ایک نیا مذہب تشیع میں جسکی بنیاد
نہایت علو و رتفاع اور حلول حق تعالیٰ پر تھی پیدا کر لیا بنی بسطام اسکی بہت تعظیم
مکرم کرتے تھے مجلسی نے کتاب بحار الانوار کی تیسرے جلد میں لکھا ہے کہ ابن ابی ہریرہ
کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ کے دوست سے مندر کھے اور اُس سے مقابلہ کرتا رہے
وہ نہایت عمدہ اور بہتر ہے اس لیے کہ ولی کو اپنے فضائل کا ظاہر کرنا بغیر اس کے
ممكن نہیں کہ کوئی اُسکا مخالفت اُس پر طعن کرے جب لوگ اُس ولی کی نسبت اعتزاز
سنتے ہیں تو اُس کے حالات کی جستجو کرتے ہیں اس صورت میں ولی کے فضائل و کمالات
کے ظاہر ہونے کا یہی مخالفت ذریعہ ہوتی ہے اس لیے مندر ولی سے افضل ہے اس
طریقے کو آدم اول سے آدم ہفتم تک جاری کرتا تھا اس لیے کہ سات آدم اور سات عا
کا قاتل تھا اور اسی بنا پر حضرت موسیٰ سے فرعون کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے حضرت ابوبکر کو اور حضرت علی سے معاویہ کو افضل بنانا تھا اور مندر کی بابت عزرا قرہ
میں اختلاف ہے ایک گروہ ان میں سے یہ کہتا ہے کہ مندر کو ولی مقرر کرتا ہے اور ولی
اُسکو اپنے ساتھ معارضہ کرنے کی قدرت دیتا ہے چنانچہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے
حضرت ابوبکر کو مقرر کیا تھا اور بعض عزرا قرہ یہ کہتے ہیں کہ مندر قدیم ہے ہر وقت ولی کے
ساتھ رہتا ہے محمد بن علی شلمغانی کا قول تھا کہ حق ایک ہی ہے وہ کبھی مفید لباس
نظور کرتا ہے کبھی قمری میں اور کبھی نیلے میں ابن اثیر جزیری نے کتاب کامل میں بیان
کیا ہے کہ ابن ابی عزرا قرہ اپنی ذات کو الہ اور رب الارباب قرار دیتا تھا اور عقیدہ
یہ تھا کہ وہ اول ہے قدیم ہے ظاہر ہے باطن ہے رازق ہے تام ہے اور تمام سے مراد یہ
کہ ہر شے کے ساتھ اُسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو اور کہتا تھا خدا ہر چیز میں اُسکی استعداد
تحل کے موافق حلول فرماتا ہے اور مندر کو ایجاد کیا تاکہ وہ اپنے مقابل پر دلالت کرے
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم ابو البشر کو پیدا کر کے پھر ابلیس کو پیدا کیا اور اُس میں
حلول کیا اور یہ دونوں باہم مندر ہیں اور مندر شے کی اُسکی نظیر اور شبیہ کی نسبت
زیادہ نزدیک ہوتی ہے اور خدا نے تعالیٰ جب جسد ناسوتی میں حلول کرتا ہے تو اُس

جسد مجزہ اور قدرت ظہور میں آتی ہے اور مجزہ و قدرت اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ اس جسد کو خدا کے ساتھ عنایت اور اتحاد حاصل ہے اور جب آدم علیہ السلام
غائب ہو گئے تو لاہوت نے پانچ تن ناسوتی میں ظہور کیا ان پانچ تنوں میں سے
ایک غائب ہو جاتا تو دوسرا اُسکی جگہ ظہور کرتا اور ان پانچ تن ناسوتی کے مقابلے
میں ابلیس بہن جن میں اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا ہے بعد اُسکے لاہوتیت
حضرت آدم میں ہیں اور حضرت ادریس کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے بعد
عزرا قرہ ہو گئی جیسا کہ حضرت آدم کے بعد متفرق ہو گئی تھی پھر نوح بن اور ان کے
ابلیس میں جمع ہوئی اور انکی غیبت کے بعد متفرق ہو گئی بعد اُسکے ہود میں اور ان کے
ابلیس میں جمع ہوئی پھر ان دونوں کے بعد حضرت صالح اور ان کے ابلیس میں
جمع ان کے نائق کی کوچین کا ٹی تھیں جمع ہوئی ان کے بعد حضرت ابراہیم اور
ان کے ابلیس میں کہ فرود ہے جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے بعد متفرق
ہو کر حضرت ہارون اور ان کے ابلیس میں کہ فرعون ہے جمع ہوئی ان کی غیبت کے
بعد حضرت سلیمان اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے
بعد حضرت عیسیٰ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور حضرت عیسیٰ کے بعد ان کے
ماریون اور حارون کے ابلیسوں میں جمع ہوئی اور ان کی غیبت کے بعد حضرت
علی اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی۔ کہتا تھا کہ اللہ ایک نام ہے جو مفہوم کلی پر
دلالت کرتا ہے اور وہ مفہوم کلی یہ ہے کہ جسکی طرف لوگوں کو احتیاج ہے وہ اللہ ہے
اس ہر ایک فاضل اپنے مفضلوں کا اور ہر ایک مطاع اپنے مطیعوں کا اللہ ہونے
کے لائق ہے اسی لیے ابن ابی العزرا قرہ کے متبعون میں سے ہر ایک اپنے آپ کو بمقابلہ
اُس شخص کے جو اُس سے کم مرتبہ ہوتا اللہ جانتا اور کہتا میں فلان کا رب ہوں اور
فلان رب فلان کا ہے اور فلان میلا رب ہے یہاں تک کہ ربوبیت کو ابن ابی العزرا قرہ تک
منسب کرنے اور اُسکو رب الارباب جانتے اور کہتے ربوبیت ابن ابی العزرا قرہ پر ختم ہو گئی
اس کے آگے کوئی رب نہیں وہ کسی کا ربوب نہیں اور کہتے کہ امام حسن مجتبیٰ حضرت علی کے

فرزند نہیں ہیں اس لیے کہ جس کے وجود میں ربوبیت جمع ہوئی پھر وہ نہ کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا اور حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہ السلام کو غائب تھے ہیں اس لیے کہ ہارون اور حضرت موسیٰ کو اور علیؑ نے حضرت محمد کو لوگوں کی طرف بھیجا کہ ہماری شریعت کی طرف بلاؤ ان دونوں نے ان کے ساتھ خیانت کی اور آدمیوں کو اپنی شریعت کی طرف بلا یا اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت محمد کو اصحاب کھٹ کے برسوں کے برابر ساتھیوں سے تیرہ سو سال پہلے ملت دی جو جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت منتقل ہو جائے گی اور ملائکہ وہ ہیں جو اپنے نفس کے مالک ہوں اور حق پہنچانے ہوں اور بہشت فرقہ عزاقریہ کو پہنچانے اور ان کے مذہب کو اختیار کرنے سے مراد ہے اور دوزخ یہ ہے کہ ان کو نہ جانتا ہوا اور ان کے مذہب کو نہ اختیار کرے اور کہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادت کی ضرورت نہیں اور ہر دن عقد کے نکاح کرنا جائز ہے اور کہتے ہیں کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کی طرف جو نہایت سرکش و متکبر تھے مبعوث ہوئے تھے اس لیے ان کے متکبر و حائے اور تعلی توڑنے کے لیے سیدھے کرنے کا حکم ان کو دیا اب حکمت کا اتنا فتنہ یہ ہے کہ آدمیوں پر عورتوں کی فروج مباح کر کے ان کا امتحان کرنا چاہیے پس آدمیوں کو روا ہے کہ اپنے ملائکہ و دوستوں اور بیٹوں کی عورتوں سے مباشرت کریں مگر شرط یہ ہے کہ دونوں کا مذہب ایک ہو اور کہتے ہیں کہ اگر فاضل اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ وطی کرے تو یہ بات اس کے لیے جائز ہے تاکہ وہ اپنے نور کا وجود اس مفضول میں داخل کرے اور اگر وہ مفضول اس فاضل کو وطی نہ کرنے دے تو وہ مفضول دوسرے دورے میں کہ بعد اس روکر کے آنے والا ہے عورت کی صورت میں بدل جائے گا اس لیے کہ ان کے مذہب کا بنی تنازعہ ہے۔ تاریخ الفنی میں لکھا ہے کہ ابو جعفر شلمغانی سنہ ہجری میں بغداد میں آیا یہ دعویٰ خدائی کا کرتا تھا اپنے متبعوں سے کہا کرتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں بغداد کے ہزار ہا آدمی اس کی باتوں کو قبول کر کے اس کے مطیع ہو گئے اور بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی اس کے مذہب میں داخل ہو گئے جیسے حسین بن ہارون عبد اللہ بن سلیمان بن دہب کہ ایک وقت میں مقتدر بالله خلیفہ عباسی کا وزیر بھی رہا اور

اور ابو جعفر اور ابو علی فرزندان بسطام اور ابراہیم بن ابی عون اور ابن شیبہ بن ابی عون اور ابو عبد اللہ بن ابی سب اسکی ربوبیت کے قائل تھے جب ابن شلمغانی اور اس کے اصحاب کے اکھاڑ کو زیادہ زور ہوا تو ابن مقلہ وزیر نے عبد خلیفہ مقتدر بن اس کو اور اس کے اصحاب خاص کو تلاش کیا مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے ہما شک کہ شوال ۲۲۲ ہجری میں ابن شلمغانی نماز ہوا یہ عبد خلیفہ راضی کا تھا وزیر ابن مقلہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسکی ہاتھ کاٹ دی گئی تو بہت سے خط اس کے متبعوں کے ایسے نکلے جن میں ابن شلمغانی کے حق میں وہ عقیدوں اور الفاظ تھے جنکا اطلاق شرعاً بشرط جائز نہیں ان خطوں میں ایک خط حسین بن قاسم کا بھی تھا وزیر نے ایک مجلس میں علما کو جمع کر کے وہ خط پیش کئے اور ان کی شناخت کی گئی ابن شلمغانی نے بھی اعتراف کیا کہ ان یہ خط میرے نام کے ہیں مگر اپنے مذہب سے انکار کیا کہا میں مسلمان ہوں جو کچھ بائین لوگ میرے حق میں مشہور کرتے ہیں افسوس محض ہے اس کے ساتھ ابن ابی عون اور ابن عبدوس کو بھی گرفتار کر کے بغداد کے حضور میں تینوں پیش کئے گئے ابن ابی عون اور ابن عبدوس کو حکم ہوا کہ ابن شلمغانی کو تانچے مار کر مارن دونوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا مگر جب ان پر بہت تاکید کی گئی تو ابن عبدوس نے ہاتھ بڑھا کر ابن شلمغانی کے سر پر زور سے ایک تانچہ مارا اور ابن ابی عون نے جب ہاتھ اٹھاسکی داڑھی اور سر پر ڈالا تو اسکا ہاتھ کاٹنے لگا پس اس نے ابن شلمغانی کے سر اور منہ پر بوسہ دیا اور اسکو مخاطب کر کے کہنے لگا اے سیدی و سزائی خلیفہ راضی باللہ نے ابن شلمغانی سے کہا کہ تو دعویٰ خدائی سے انکار کرتا ہے اگر بات سچ تھی تو ابن ابی عون نے تجھ سے یہ بات کیوں کہی ابن شلمغانی نے جواب دیا کہ قرآن میں آیا ہے وَلَا تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ إِنَّمَا أَنتُم بَشَرٌ لِّمِثْلِ مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ ابھی یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں خدا ہوں ابن عبدوس نے خلیفہ سے عرض کیا کہ ابن شلمغانی الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں اب ہوں امام منتظر کی طرف سے اور ابن روح کا قائم مقام ہوں پھر فقہاء و قضاة نے ایک طول طویل بحث کے بعد فتویٰ دیدیا کہ ابن ابی عون اور ابن

شلفانی کا خون مباح ہے اس لیے رقبہ ۲ ذیقعدہ ۲۲ ہجری کو ابن ابی عون اور ابن شلفانی کی عیضہ کے حکم سے گردن ماد کر آگ میں جلوا دئے گئے اور علی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ ابن شلفانی ۲۲ ذیقعدہ ۲۲ ہجری میں مارا گیا ہے یہ دونوں اعلیٰ درجہ کے فاضل و صاحب تصنیفات ہیں۔

پندرھواں اسحاقیہ جلد دوم نامہ دانشوران حالات ابو نعیم اصفہانی میں لکھا ہے کہ فرقہ اسحاقیہ حقیقت میں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ کی طرف منسوب ہے جو جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے شریح ابن ابی احمد یہ میں مرقوم ہے کہ مذہب اسحاقیہ کو جس شخص نے اختراع کیا اسکا نام اسحاق تھا اور وہ عبد اللہ بن معاویہ کے اصحاب میں سے تھا اسکا قول تھا کہ تمام اشیاء مباح ہیں انسان کو کسی چیز پر تکلیف نہیں دی گئی ہے علی علیہ السلام منصب نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں لیکن نہ اس وجہ سے جیسے آدمی جانتے ہیں۔ مؤید الافاضل میں ذکر کیا ہے کہ اسحاق کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین پیغمبر سے کبھی خالی نہیں رہتی نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی اور صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے کہ اسحاقیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اممہ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے مگر ان میں باہم اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت علی کے بعد اللہ تعالیٰ کس سے متحد ہوا ہے۔

سولہواں نصیریہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ نصیریہ کے اصحاب ہیں اور تعلیقہ میں مذکور ہے کہ یہ محمد بن نصیر فری کے متبع ہیں انکا قول یہ ہے کہ اللہ علی بن محمد عسکری ہیں اور محمد بن نصیر علی بن محمد کی طرف سے نبی ہے محارم کو حلال کر دیا تھا اور جن عورت کے ساتھ نکاح ناجائز ہے انکے ساتھ نکاح جائز کر دیا تھا اور کثی میں مذکور ہے کہ نصیریہ ایک فرقہ ہے جو محمد بن نصیر فری نصیری کی نبوت کا قائل ہے اور غضا ئری میں ہے کہ اس شخص کی طرف فرقہ نصیریہ منسوب ہے اور خلاصہ میں بھی ہے کہ اس شخص سے فرقہ نصیریہ کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف یہ لوگ منسوب ہیں۔ اور منتہی المقال توضیح المقال میں لکھا ہے کہ فی الحال خبیثہ کے عوام اور اکثر خواص خصوصاً شعرا کے نزدیک یہ بات

میں نہیں حضرت علی کی ربوبیت کا قائل ہے وہ نصیریہ کی اولاد کہتا ہے بل شمس میں بھی ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تم حضرت علی کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا ان میں حلول کیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علی کی اولاد جو کہ جسے فضل میں اور یونید میں اتھارسی تائیدات کے کہ جو ہر بار باطنی سے تعلق رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر ضرور ہوا کہ وہ انکی صورتوں میں ظہور کرے انکی زبان سے بات کہے پس یہ لوگ انکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور دلیل اپنے قول پر یہ لاتے ہیں کہ نبی نے تو شکر کون کے ساتھ جنگ کی اور حضرت علی نے انھوں کے ساتھ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر ظاہر حال پر حکم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ میں لکھا ہے کہ ملک حلیہ میں ایک پہاڑ کا نام سماقی ہے اس میں محرقہ نصیریہ کثرت سے آباد ہے اس کے اصحاب میں انکا عقیدہ یہ ہے کہ گناہگار آدمی کو بھی مسخ کے ذریعہ سے عذاب ہوتا ہے اور اس طرح آدمی بدلتا ہے جو کہ ایک بند یا مؤثر وغیرہ کی شکل پر ہو جاتا ہے اور انکا قول یہ ہے کہ نیک آدمی جیسے ہمارا حال کرتا ہے اسی قدر اسکی روح انسانی صورت میں بدلتی ہے اور یہ صورتیں روح کے لئے بننے والے ہیں کہ وہ نیک آدمی کی روح طرح طرح سے ترقی کرتی ہے جو جب شریک میں بدل جاتی ہے تو خیر میں اور ان میں منتقل ہو جاتی ہے اور بد آدمی کی روح شقاوت کے گڑھوں میں گرتے ہوئے اور تمام کو بدلتے ہوئے اسفل الشانین میں پہنچ جاتی ہے اور یہ بھی شرفیہ بدلتی ہے کہ ایک کبھی میں انکی شقاوت بڑھتی ہی جاتی ہے مثلاً ایک جسم میں شقی غمی دوسرے میں اٹھی ہوتی ہے اور اپنے حال بدی تکلیف میں برداشت کرتے ہوئے اونٹ گھوڑے گدھے بکری کے ساتھ جوڑا جاتا ہے اور تمام میں داخل ہو جاتی ہے اور رحمت الہی کے نزول سے مایوس ہو جاتی ہے اور جنمی اور طرح طرح کے ظلموں کے قابل قرار پاتی ہے اور اسکو عذاب اس طرح ملتے ہیں کہ حلال ہوتی ہے شوکار ہوتی ہے بدستہتی ہے سواری میں جوتی جاتی ہے قوت نطق اور گویائی سے محروم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے محجوب ہو جاتی ہے اور آسمان کے در و درے اس سے بند ہو جاتے ہیں نہ انکی کوئی اہم قبول ہوتی ہے نہ اسکا کوئی شکوہ سموع ہوتا ہے اور ایسی روح نہ بھی جنت میں داخل ہو سکتی ہے نہ جنت کی ہوا اس تک پہنچ سکتی ہے اور نہ اسکے لئے کبھی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور ان اجسام حیوانی میں داخل ہونے کے عذاب اسکو ایمان تک ماحصل ہونے میں کہ اس سے بڑے حیوان کے جسم میں داخل ہو کر حقیر سے حقیر جسم حیوانی میں منزل کرتی ہے

ایک علی اللہ جیسا نام احمد تھا بیان کرنا تھا کہ یہ قرآن عمل کے قابل نہیں اس لئے کہ جو مصحف علی اللہ تھا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا یہ وہ نہیں بلکہ یہ تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم
تصنیف ہو اور میں اللہ علی اللہ کہتا تھا کہ یہ تو یہ وہی قرآن جو علیؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
لیکن چونکہ جمع اسکو حضرت عثمانؓ نے کیا ہے اس لئے پڑھنے کے قابل نہیں اور بعض علی اللہ حضرت علیؓ
نظم و شعر کو مصحف میں داخل کرتے ہیں بلکہ اسکو مصحف پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ یہ کلام اللہ
سے بے واسطہ مخلوق کو پہونچا ہے اور مصحف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مخلوق کو ملتا ہے
سترہ وان علویہ یہ علیؓ اللہ بن ہشام سے ہیں اور اپنے آپکو علی اللہ کی نسل سے جانتے ہیں
علیؓ اللہ بن ہشام کے ساتھ عقائد میں شریک ہیں لڑکی دونوں فرقوں میں یہ کہہ کر علویہ کہتے ہیں کہ
مصحف ابیہ شہر ہے وہ علیؓ اللہ کا کلام نہیں اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس
قرآن کی ہر اور آخر کار حضرت عثمانؓ نے سب کو دور کر دیا چونکہ یہ نفع آدمی تھے دوسرا مصحف
اس کے مقابلے میں بنالیا اور علیؓ قرآن کو جلا دیا اور یہ فرقہ جہاں مصحف پاتا ہے اُسے جلا دیتا ہے
اسکا عقیدہ یہ ہے کہ علیؓ اللہ نے اس جسد عسری کے بعد اپنے جسم کو آفتاب سے ملا دیا ہے اور وہ
آفتاب ہے اور پہلے بھی آفتاب تھا اور تھوڑے دنوں تک جسم عسری میں رہا تھا اور یہی وہ آفتاب
آفتاب علیؓ اللہ کے حکم سے ٹوٹ آیا تھا اس لئے کہ وہ عین آفتاب ہے اسی سبب یہ فرقہ آفتاب
علیؓ اللہ کہتا ہے اور آفتاب کو پکارتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے اور اس کے نزدیک آفتاب اعلیٰ
قبول کرتا ہے اور اعلیٰ مدد کرتا ہے اس کے نزدیک جاندار کا مارنا جائز نہیں اور گوشت کھانے کے قابل
نہیں اور کہتے ہیں کہ علیؓ اللہ نے گوشت کے کھانے کی ممانعت کر دی ہے اور مصحف میں جزیفہ حیوانات کی
مارنے اور کھا گوشت کھانے کا حکم ہے اس سے مراد خلفائے ثلاثہ اور اس کے تابعین ہیں اور کہتے ہیں تمام عمرات
بھی تینوں مراد ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کے کھے میں المیس و رسائیل و رطاوس بھی ان تینوں میں
جہاں ہے اور شیطاں اور فرعون بھی ان تینوں میں جہاں ہے اور بیت کوڑنا اور بیت کی پرستش کرنا
ان تینوں میں سے مراد ہے اور یہ فرقہ تنازع کا قائل ہے اور کہتے ہیں کہ جو علیؓ اللہ تھے انہوں نے انبیاء کی صورت
میں نمود کرتا تھا تو یہ صاحب ثلث (یعنی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) مسکون کی صورت پر
ظہور کرتے تھے ادا بندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہیگا اور ان کے نزدیک علیؓ اللہ کی پرستش کرنا چاہیے ہے

لے کر کتبہ

علویہ نے اپنا نام اہل حق رکھا ہے۔ یوں کہ بعض مصنفین کہتے ہیں کہ اہل حق کا عقیدہ
ہے کہ حضرت محمدؐ ہی صرف ایک ایسے پیغمبر ہیں جو بارگاہ ایزدی میں انسان کی شفاعت
کے لئے صرف خدا ہی حقیقی عالم و عادل ہے۔ حضرت علیؓ کا کشف و الہام ہی وہ ابتدائی
خاموشی کلام ہے جو خدا نے انسان کے ساتھ کیا یہ فرقہ مذہب اسلام کے پانچ ارکان مثلاً
ایمان روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حتیٰ کہ انہما ایمان یعنی کلمہ توحید کو بھی فرض نہیں سمجھتا اہل حق
کہتے ہیں کہ وہ حانیت کے حساب سے حضرت عیسیٰؑ کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو حضرت علیؓ کو
حاصل ہے یہ فرقہ حقیقتہً حضرت علیؓ کو خدا کا اوتار سمجھتا ہے۔ یہ فرقہ سلطان قسطنطنیہ کی
خلافت کو تسلیم نہیں کرتا تھے مذہبی عقیدے میں ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ وہ صوبہ کی
علیہم یا فتہ اشخاص کی جماعت کے سامنے اپنا حقیقی مذہب ظاہر کرنے کے مجاہد نہیں لیکن
انہما اندہ جماعت کے سامنے وہ اپنے حقیقی مذہب سے انکار کرنے کے لئے آواز دہین۔
مذہب بران یہ لوگ اپنا مذہب ترک کئے بغیر دوسرا مذہب اختیار کر سکتے ہیں۔ جہاد کے
معلق اسکا عقیدہ یہ ہے کہ یہ محض انسانوں اور ان کے جذبات قیصر کے مابین مدد مانی سعی و جہاد
کا نام ہے۔ اہل حق کے مذہب کے مطابق عورت اور مرد کو مکمل مساوات حاصل ہے
مستحق اور معصا یا بے نقاب پھر نام عورت کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن شادی کرنا اسی مذہب کا
قانون ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے روزہ ان کے نزدیک فرض نہیں تاہم یہ لوگ عشرہ محرم
میں ایک عجیب فاقہ کشی کرتے ہیں ان دنوں میں وہ تین دن میں صرف ایک دفعہ کھانا
کھاتے ہیں اور جب ایسا ہو سکے تو چوبیس یا بارہ گھنٹوں میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے
ہیں۔ بعض اوقات انھیں قرہاں بھی کہتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں
ہندو جن دوسری کتابیں ہیں جن میں حضرت علیؓ کی سوانح حیات درج ہیں اس
فرقے کی ترقی اس امر واقع سے معلوم کی جا سکتی ہے کہ ایشیائے کوچک اور شیراز میں یکسان
ظہور اس کے برگزیدہ افراد کی فطرت و فکر میں کی جاتی ہے ایران اور عراق عرب میں اس عقیدے
کے پیروں کی تعداد بیس تیس لاکھ کے قریب ہے تھریٹیا پچاس ہزار اہل حق حلب کے شمال
میں آباد جن اس فرقے کے افراد اور نہ۔ سمیرنا اور سالونیکا میں بھی پائے جاتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوہریرہؓ کی شخصیت کے ذریعہ دنیا والوں کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم پاک زندگی بسر کرتے ہو تو نصیب اس امر واقع کی مطلق پروا نہیں کرنی چاہیے کہ تمہارا نام مختلف ہے تمہاری فطرت تمہارا گوشت اور ہڈیاں نہیں بلکہ وہ اعمال صاحبہ ہیں جو فنا نہیں ہو سکتے۔ علویہ موت پر بالکل یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں متواتر انقلاب ہوتا رہتا ہے اور انکا عقیدہ اصول تناسخ کے متوازی ہے۔ اگرچہ اسکے بالکل مطابق نہیں بہشت و دوزخ کے متعلق انکا عقیدہ ہے کہ دوزخ کسی محدود مقام کا نام نہیں بلکہ بہشت اسی دنیا میں ہے وہ عبادت کو رکن مذہب نہیں سمجھتے وہ رسمی وضو و غسل وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے وہ مسجد میں تعمیر نہیں کرتے اور نہ وہاں جاتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت داؤدؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے پیانچون صحابہ کرام کا مطالعہ اور احترام کرتے ہیں بہر صورت اپنے خفیہ اصول راز میں رکھتے ہیں جنکا سلسلہ پشت پر پشت چلا آتا ہے۔

انھیں ان مقنیعہ صواعق مہرقہ اور عذرا اثنا عشریہ میں مذکور ہے کہ یہ فرقہ حکم بن حاشم کی طرف منسوب ہے جسکا لقب مقنیع تھا مقنیع کا عقیدہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کے بعد وہ خدا پر اور خدا کا بنائے تھے جو خدا کا مقنیع کو کہتے ہیں مقنیع اگرچہ اسماعیلی تھا مگر اس وجہ سے کہ اہل بیت کا دعویٰ کیا غلط ہے میں شمار پایا اور بعض رزمیہ بھی مقنیع کی اگوہیت کے قائل ہو گئے تھے مقنیع اگر اگوہیت کا دعویٰ نہ تو اسکا شمار ہا علیہ میں ہوتا کیونکہ فی الحقیقت یہ اسماعیلی تھا اور یہ ملا مذہب تشیع کا اظہار کرتا تھا تاریخ انھیں میں لکھا ہے کہ اسکا نام عطا تھا اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسے حکیم اور ہاشم کہا کرتے تھے اور طبری نے حکیم المقنیع لکھا ہے اور کہا ہے کہ مروک علاقے میں سے ایک پیر کا رہنے والا تھا اور ہر ان قاطع میں لکھا ہے کہ اسے حکیم بن عطا کہتے تھے اور نگارستان میں لکھا ہے کہ حکیم بن ہاشم ابو مسلم کی کچری بن تحریر کے کام پر متعین تھا اسنے سلسلہ ہجری میں خلیفہ مدی بغدادی کے عہد میں ظہور کیا تھا جیسا کہ طبری اور ابن خلدون اور ابن خلکان اور مؤلف تاریخ انھیں وغیرہ تصریح کی ہے اور بعض کتب میں جو لکھا ہے وہ سلسلہ ہجری میں ظہور کیا یہ غلطی ہے۔ یہ آدمی زاریت عمیل اور فیلسوف وقت تھا اور ہر صنعت سے واقف تھا خاصکر علم بلاغت و فن شعبہ و جمل طلسمات و سحر و نیرومات اور اکثر علوم فلاسفہ میں یدِ طولی رکھتا تھا اور عجیب و غریب چیزیں بیان کیا کرتا تھا

یہ فرقہ ہاشم بن حاشم کے تھے
انھیں مقنیع کہتے تھے
انھیں ہاشم کہتے تھے
انھیں حکیم کہتے تھے
انھیں عطا کہتے تھے
انھیں ابو مسلم کہتے تھے
انھیں زاریت عمیل کہتے تھے
انھیں فیلسوف کہتے تھے
انھیں سحر و نیرومات کہتے تھے
انھیں طلسمات کہتے تھے
انھیں بلاغت کہتے تھے
انھیں فن شعبہ کہتے تھے
انھیں جمل کہتے تھے
انھیں علم کہتے تھے
انھیں فلاسفہ کہتے تھے
انھیں یدِ طولی کہتے تھے
انھیں رکھتا تھا کہتے تھے
انھیں عجیب و غریب کہتے تھے
انھیں چیزیں کہتے تھے
انھیں بیان کہتے تھے
انھیں کیا کہتے تھے
انھیں کرتا تھا کہتے تھے

کہ ایک کہ اسے کہ سیام (بروزن نظام) کے عقب میں ایک کنواں تیار کرایا۔ اور سیام شہر کشمیر میں ایک کنواں میں مجھ کے کہنے میں جو شہر ہنر کے نام سے مشہور ہے ایک گاؤں میں ایک شہر شیبہ کے نام سے ہے جو تہ اہل عرب عرب کر کے شفت کہا کرتے ہیں اور ہنر کنڈ اور زاشند کے دیہان میں ہے اور ہنر کسی قدر قریب ہے اس کنوین کے اندر ایک چاند پارے اور اور چیزوں سے بنایا تھا یہ چاند پارے کے وقت اس کنوین سے نکلتا اور کوہ کے پیچھے سے طلوع کرتا اور آسمان پر روشن رہتا اور وہ چاند پارے کے رنگ کے تھے اور اسکی روشنی پندرہ میل تک پہنچتی تھی طلوع فجر سے قبل غائب ہو جاتا تھا اور اسکا برابر یہ چاند اسطرح طلوع وغروب کرتا ہا آثار اہل بلا و میں لکھا ہے کہ لوگ دور دور سے اس کنوین کے دیکھنے کو آتے تھے اور دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور عوام جاو دیکھنے لگے تھے حالانکہ یہ کنوین ایک عمارت کا اس شعلہ قرص کے یہ عمل کیا تھا اس لئے کہ لوگوں نے اس کنوین کی تعمیر ایک عمارت کے پارے سے بھرا ہوا پایا پیچ نظامی نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے نہ ما و آئینہ سیلاب اور ہاشم بن حاشم زلیخہ ہاشم بن حاشم میں لکھا ہے کہ مقنیع شعبہ دوزخ کے زور سے لوگوں کو بہت عجیب و غریب چیزیں دکھاتا کرتا تھا نبوت کا دعویٰ تھا اور اپنی ذات کو خدا قرار دیتا تھا اور تناسخ کا قائل تھا کہ خدا کا خدا کے خدائے تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے انکی صورت میں حلول کیا اسلئے ملائکہ نے انکو ہدہ کیا پھر فریخ کو پیدا کر کے انکی صورت میں حلول کیا پھر حلول کرتے کرتے یہاں تک نبوت پہنچی کہ اسے علم خدائی کی صورت میں حلول کیا پھر میری صورت میں حلول کیا اور ابوسلم کو حضرت محمدؐ کی صورت میں افضل قرار دیتا تھا ہزاروں ترکمان اس دعوے میں اسکی تصدیق کرتے لگے اور اسکی عبادت کرتے تھے اور وہ نہایت بد شکل اور ہکلا تھا اور زانی میں کسی موقع پر اس کی آنکھ میں حیر گئے سے کا نا بھی ہو گیا تھا اسلئے زیادہ بد صورت تھا اس عجب کے چھپانے کے لئے اسنے اپنے لئے ایک ٹمھر سولے کا تیار کر لیا تھا اپنے ٹمھر پر اسے لگائے رہتا تھا اسلئے مقنیع مشہور ہو گیا ابو الخدر نے مقنیع کے حالات میں بیان کیا ہے وہ کان لایسفر عن وجہ بل اتخذہ وجہا من ذهب فقتلہ بہ وذلک قولہ المقنع یعنی مقنیع اپنا ٹمھر نہیں کھوتا تھا بلکہ اسنے ایک ٹمھر سوکا لیا اور اسے اپنے کو چھپائے رہتا تھا اسلئے اسے مقنیع کہتے تھے مقنیع میں ہم مضمون اور کات مضمون اور زون مشد و مفتح ہے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ مقنیع تناسخ کا قائل تھا اور اسے مقنع کہتے تھے

یہ فرقہ ہاشم بن حاشم کے تھے
انھیں مقنیع کہتے تھے
انھیں ہاشم کہتے تھے
انھیں حکیم کہتے تھے
انھیں عطا کہتے تھے
انھیں ابو مسلم کہتے تھے
انھیں زاریت عمیل کہتے تھے
انھیں فیلسوف کہتے تھے
انھیں سحر و نیرومات کہتے تھے
انھیں طلسمات کہتے تھے
انھیں بلاغت کہتے تھے
انھیں فن شعبہ کہتے تھے
انھیں جمل کہتے تھے
انھیں علم کہتے تھے
انھیں فلاسفہ کہتے تھے
انھیں یدِ طولی کہتے تھے
انھیں رکھتا تھا کہتے تھے
انھیں عجیب و غریب کہتے تھے
انھیں چیزیں کہتے تھے
انھیں بیان کہتے تھے
انھیں کیا کہتے تھے
انھیں کرتا تھا کہتے تھے

سمجھ کرتے تھے جس طرف کہ ہوتے نورانی جنگ و حرب میں کتے کراہی با شرم ہماری مدد کو قلعہ ابن غلدون
 بھی اس بیان کے بعد لکھا ہوا کہ فراسان میں اسے ظہور کیا تھا اور جبار و سفید میں ایک گروہ سے
 جنگ میں بیٹھ کتے تھے متغی کی طرف داری اور شورش کی اور انکی مدد کفار ترک کرتے گئے اور اس
 طرف کے مسلمانوں پر ناخست و ناراج شروع کر دی ابو نھان اور جنید اور لیث بن نصر بن مبارک
 لوگوں سے جنگ کی لیٹ کا بھائی محمد اور ایک بھتیجا قہم نامی کام آئے ہمدی بن محمد بن عمرو بن
 جلدوز نے جبریل بن یحییٰ اور اسکے بھائی یزید کو فوج دیکر بیٹھ سے جنگ کے لئے بھیجا چار ہفتے
 تک طوفان میں ہوائی رہی آخر کار بیٹھ کو شکست ہوئی انکی طرف سے سات وادی مارے گئے
 تھوڑے سے باقی رہ گئے تھے وہ متغی سے مل گئے جبریل بھی انکا تعاقب کئے ہوئے چلا گیا پھر ہمدی
 متغی کی تباہی کے لئے سعید حرشی کی ماتحتی میں ایک بھاری لشکر بھیجا متغی جری خوزیری کے
 بعد پیام کے قلعہ میں محصور ہو گیا عساکر اسلامیہ آلات حصار شکن لیکے قلعہ کی طرف متغی سے
 ہمارے ہونے لگے اگر نفیض طور سے ان طلب کی سعید حرشی نے امان دیدی تیس ہزار آدمی قلعہ کا
 دفاع کھول کے نکل آئے متغی کے پاس تقریباً دو ہزار جنگ اور باقی رہ گئے۔ صواعق محرقر بن
 متغی کی ہلاکت کی ایک دلاویز حکایت لکھی ہے کہ جب متغی محاصرے سے تنگ آ گیا تو بہت سی
 آگ جلائی اور اپنے مقتدون کو خوب سی شراب پلائی جب وہ نشے میں مدھوش ہو گئے تو سب کو مار کر
 آگ میں جلا دیا اور راکھ سب کی برباد کر دی پھر آپ ایک برتن میں تیزاب بھر کر اس میں
 بیٹھ گیا تیزاب کی تاثیر سے وہ بھی پانی ہو گیا محاصرین کو ابھی تک یہ خیال تھا کہ سب محصورین
 قلعہ میں موجود ہیں ایک عورت اس قلعہ میں بیماری کی وجہ سے ایک کونے میں بیڑی
 ہوئی تھی وہ بچ رہی تھی جب اسے افادہ ہوا تو قلعہ میں تنہائی کی وجہ سے گھبرائی اور دیوار پر
 چڑھ کر پکارا کہ قلعہ میں سوا میرے کوئی نہیں ہے لوگ اوپر چڑھ گئے اور کوڑھ کو لے لے کر
 داخل ہوا دیکھا تو واقعی قلعہ کو خالی پایا متغی کے بعض معتقد جو پہلے ہی رٹا یون میں
 اس سے علحدہ ہو گئے تھے تاسف کرتے تھے کہ فی حقیقت وہ خدا تھا ہم ساتھ تھے وہ نہ اس کے
 ساتھ آسمان پر چڑھ جاتے وہ عورت اگر چہ مرض میں بیہوش تھی مگر کبھی کبھل آواز دہل
 شکر کچھ کچھ حالات سے مطلع ہو جاتی تھی اسے یہ ساری کیفیت بیان کی تاریخ کا مل

میں بھی اس حکایت کو بیان کیا ہے اور اس میں اس طرح ہے جب متغی کو یہ یقین
 ہو گیا کہ میں اب غنیم کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا تو اپنی سب عورتوں اور بچوں کو
 مع کر کے زہر پلا دیا اور آپ بھی پی لیا اور اپنے مقتدون سے یہ بات کہی
 کہ مجھے جلا دیجیو تاکہ میری لاش دشمن کے ہاتھ میں نہ پونے اور بعض کہتے ہیں
 کہ قلعہ میں جس قدر چارپائے اور کپڑے وغیرہ تھے ان کو جلا دیا پھر ساتھیوں سے
 کہا کہ میں کو اس بات کی خوشی ہو کہ میرے ساتھ آسمان پر چڑھ جاؤ وہ اس
 آگ میں میرے ساتھ کو دھڑے سب نے تعمیل کی اور جگہ خاک ہو گئے جب لشکر
 قلعہ میں داخل ہوا تو کچھ نہ پایا جس قدر اس کے مقتد باقی رہ گئے تھے وہ اس بات
 سے زیادہ نکتے میں پڑے اس کے اصحاب ملک ماوراء النہر میں بیٹھ کھاتے ہیں
 اس نے اعتقاد کو چھپاتے ہیں عرصہ دراز تک بیٹھ ماوراء النہر کہتے رہے کہ متغی
 آسمان پر چڑھ گیا ہے زمانہ آئندہ میں وہاں سے اترے گا بعض کہتے ہیں کہ اس نے
 اپنے ہمراہیوں کو زہر دیدیا تھا اور آپ بھی زہر کھالیا تھا لشکر نے قلعہ میں گھس کر
 اسکا سر کاٹ لیا اور صاحب میں ہمدی کے پاس بھیج دیا متغی یحییٰ بن زید سفید کے
 قتل کا مکر تھا جن کا حال فرقہ زید کے دشمن میں اسی کتاب میں آتا ہے کہ کتا تھا
 کہ یحییٰ روپوش ہو گئے ہیں اپنے دشمنوں کو قتل کرینگے اور نگارستان میں جو لکھا
 کہ وہ برقعہ منڈ پر ڈالے رہتا تھا اسلئے برقعہ مشہور ہو گیا یہ بات پایہ تحقیق کو
 نہیں پہنچی صناعۃ الطب میں لکھا ہے جب طالبین نے عباسیوں پر خروج
 کیا تو اپنے پھر بیرون کا رنگ سفید رکھا اسی وجہ سے انکو بیٹھ کہنے لگے یہی
 رنگ عبیدی اور قرامطہ میں قائم رہا۔ مورخین فارسی و اردو و بیٹھ کا ترجمہ
 سفید جامگان و سفید پوشان لکھتے ہیں منتہی الارباب میں لکھا ہے کہ
 بیٹھ ہم کے ضماور باے موحده کے فتح اور باے متناہ تھانی کی تشدید و کسر
 اور منا و نقطہ دار کے فتح سے ایک گروہ ہے تنویر میں سے جو متغی کے اصحاب ہیں
 جو کہ یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے اسلئے بیٹھ کہلاتے گئے اور اسی کتاب میں بیان

کیا ہے کہ شعیبہ ثانی شلشہ اور نون کے فتحون اور واو کے کسرے کے ساتھ ایک گروہ
 ہے جو دود خدا بتاتا ہے۔ قائمہ جلیلہ آثار البلاد میں لکھا ہے کہ یہ چاند ابن متغ
 نے ایجاد کیا تھا اور صاحب غیث اللغات نے کہا ہے کہ اس چاند کو مجازاً مقنع کی طرح
 منسوب کر کے ماہ مقنع کہتے ہیں حالانکہ اسکو مقنع کے بیٹے نے بنایا تھا انتہی یہ بیان غلط ہے
 روضۃ الصفا سے محمد خاوند شاہ اور روضۃ الصفا سے ناصر بن جہان خلیفہ ہمدی عباسی
 کے حالات لکھے ہیں وہاں اس حکیم مقنع کا بھی مفصل بیان تحریر کیا ہے ان دونوں
 کتابوں میں ہادی بن ہمدی کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کے عہد میں ایک جماعت
 زنادقہ کی ظاہر ہوئی ان میں سے ایک شخص کا نام عبد اللہ بن مقنع تھا شخص فصاحت و بلاغت
 میں بے نظیر تھا اسنے کلید و دمنہ کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا صالح بن عبد اللہ
 بن داؤد کہ ابوالعباس سلفح کا چچا زاد بھائی ہے اور عبد اللہ ہاشمی وغیرہ امرا بھی
 اسی روش اور طریق پر تھے اور ان مسلمانوں پر جو نماز و روزہ اور حج ادا کرتے تھے
 استہزا کرتے ایک روز ان سب نے یہ مشورہ کیا کہ مسلمانوں کا دار و مدار قرآن پر ہے
 اگر ہم کوئی کتاب اسکے مقابل بنالین گے تو قرآن کو وقعت نہ رہیگی اور ہمارا کام
 چل جائے گا سب نے اس پر اتفاق کیا کہ ابن مقنع یہ کام انجام دے اور سب نے یہ قرار
 دیا کہ یہ آیت کہ نہایت فصیح و بلیغ ہے یا ائمن حق انیلعی ناء لک و یا سماء اعلیٰ الی آخرہ
 پہلے ابن مقنع اس کے مقابل کلام کے اگر اس سے یہ کام ہو سکا تو امید ہے کہ وہ
 توان کے جواب سے عہدہ برآ ہو جائے گا تمام سامان آسائش کا ابن مقنع کے لیے
 تیار کر کے ایک مکان میں اسے بٹھا دیا ابن مقنع نے چھ ماہ تک برابر محنت کی
 اور سعود و ن کا انبار ہو گیا مگر چند لفظ ایسے نہ بنا سکا جو اس آیت سے مشابہت رکھتے یا روئے
 کہا جب اتنی مدت میں ایک آیت کا جواب نہ ہو سکا تو پورے قرآن کا کیسے جواب ہو سکے گا
 اور اس ارادے سے باز آئے ہادی کو جب انکا حال معلوم ہوا تو سب کو مروا ڈالا

ابن مقنع کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہے لیکن اس کا زمانہ قریب از حد ۱۰۰ سال بعد از ولادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونا ضروری ہے۔

ابن سوان راوندیہ یہ فرقہ منسوب ہے عبد اللہ یا حرب بن عبد اللہ راوندی کی
 طرف جو خلفائے عباسیہ کا ایک نقیب اور داعی تھا مرآۃ البیان میں لکھا ہے کہ راوند
 ایک گاؤں ہے کاسان کے ضلع میں جو سین مہلہ سے ہے اور یہ کاسان اصفہان کے
 اطراف میں واقع ہے اور جو شہر کا شان شین مجہد سے ہے وہ قم کے علاقے میں ہے
 اور راوندی شاپور کے متصل بھی ایک مقام کا نام ہے روضۃ الصفا سے ناصر بن جہان
 شہر میں اس فرقہ کا نام راوندیہ بغیر الف کے لکھا ہے اور ان کے داعی کا نام
 عبد اللہ راوندی بتایا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس عبد اللہ کے مزاج میں سہولت
 تھی اور یہ برخلاف ابوسلم خراسانی کے کشت و خون نہیں کرتا تھا اس لیے راوندیہ
 نے عبد اللہ سے کہا کہ اس شخص کی کوئی فکر کرنا چاہیے تاکہ مخلوق کو اس کے بچہ
 علم سے نجات حاصل ہو عبد اللہ نے ابوسلم کو ایک روز بھجایا کہ آپ کو یہ خوریزی
 زبیا نہیں پہلے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کیجیے جب وہ غامین تو پھر جو
 دل میں آئے کیجیے ابوسلم نے کہا کہ جو ہم بنے سوچ رکھی ہے اسکا سر انجام بغیر قتل عام
 کے دشوار ہے عبد اللہ نے کہا کہ اگر آپ کی یہی رائے ہے تو میرے بھی بہت سے متبع
 ہیں آپ ان سے بھی کام لے لیجیے ابوسلم نے کہا کہ ان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو
 عبد اللہ نے اس خیال سے کہ ابوسلم ان لوگوں کو عہدہ عہدہ منصب دیگا انکی اہم نویسی
 کی فرد ابوسلم کے پاس بھیج دی ابوسلم نے عبد اللہ سے کہا کہ تم ان سب کو میرے پاس
 لے آؤ عبد اللہ نے سب کو حاضر کیا ابوسلم نے کہا ہر ایک گروہ علیحدہ علیحدہ ٹھہرا دیا جائے
 جب سب کا انتظام ہو گیا تو عبد اللہ کو قتل کرا دیا اور پھر اسکے متبعوں کے گروہ
 علیحدہ علیحدہ پلوتا اور قتل کراتا ان میں سے جو باقی بچے وہ ابوسلم کی پرستش کرنے لگے
 اور کہنے لگے یہ خدا ہے روزی رسان ہی ہے ابوسلم نے اپنی نسبت ان کا یہ عقیدہ
 شکر پھر بہت سے راوندیہ کو تلاش کر کے قتل کرایا۔ راوندیہ شناخ کے قاتل تھے
 چنانچہ تاریخ ابوالفدا و کامل میں لکھا ہے کہ عقیدہ انکا یہ ہے کہ آدم کی روح عثمان
 بن نیک میں داخل ہوئی تھی اور روضۃ الصفا سے ناصر بن جہان کہتا ہے کہ ان

عقیدہ یہ تھا کہ منصور کی روح عثمان بن نیک کی روح سے متعلق ہو گئی ہے اور
 کہتے تھے کہ رب ہمارا جو کھانے پینے کو پہنچاتا ہے ابو جعفر منصور ہے جو خلفا سے
 عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا جبکہ یہ بات انھوں نے ظاہر کی اور منصور کو اسکا حال
 معلوم ہوا تو منصور نے ان کے دوسو سردار پکڑ کر قید کر دیے اور حکم دیا کہ اس
 جماعت کے آدمی باہم نہ ملین اور ایک مقام پر نہ رہیں یہ لوگ منصور سے ناراض
 ہو گئے اور ایک خالی تابوت اٹھا کر بہت سے راندیہ اُسکے ساتھ چلے جب جیلخانے
 کے قریب پہنچے تو اسکو زمین پر ڈال کر اندر گھس گئے اور اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا اور
 شہر کے دروازے بند کر دیے تاکہ سپاہ شہر میں داخل نہ ہو سکے اور منصور کے قتل کے ارادے
 سے اُسکے قصر کی طرف چلے یہ سچ سو آدمی تھے منصور سے لڑے مگر آخر کاشکست پائی
 اور مارے گئے یہ واقعہ سال ۱۷۱ھ میں واقع ہوا تھا اور منصور کا دار الخلافہ اُسوقت بمبک شہر
 ہاشمیہ تھا جو راج کو فہ میں اُسکے بھائی نے آباد کیا تھا۔

یسوان مسلمیہ مقریہ نے شیعہ غالیہ کے ضمن میں یہ فرقہ لکھا ہے اور کہا ہے
 کہ یہ فرقہ راوندیہ میں سے ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ امامت بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے حضرت علیؓ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ و محمد بن حنفیہؓ میں آئی پھر ابو ہاشم عبد اللہ بن
 محمد بن حنفیہؓ میں آئی پھر ان سے منتقل ہو کر علی بن عبد اللہ بن عباسؓ میں پھوڑا
 کے آئی پھر ابو العباس سفاحؓ میں پھر ابو سلمہ صاحب دولت بنی عباسؓ میں چمکتا پرگندش
 ضلع ماوراء النہر میں ایک شخص نے اہل مرو سے جو آنکھوں سے کانٹا تھا اور اسکو ہاشم کہتے تھے
 یہ دعویٰ کیا کہ اللہ کی روح ابو سلمہؓ میں منتقل ہو کر آئی پھر ابو سلمہؓ سے اسکے اندر منتقل ہو گئی کہ
 یہ دعوت اُس یک چشم کی اُس علاقے میں پھیل گئی تھی اپنے اصحاب سے بدھ کرتا تھا
 اور اپنے لیے اُسے ایک کتہہ سونے کا بنایا تھا اسیکے متبع کھلانے لگا اُسکے یاروں نے
 چاہا کہ اسکو دیکھیں ان سے وعدہ کیا کہ میں اپنے کو تمہیں دکھاؤں گا اگر تم جل نہ جاؤ
 اور اپنے سامنے ایک آتش شیعہ جلائے والا رکھا جسپر سورج کی دھوپ پڑتی تھی
 جب بعض حنفیہ اُسکے پاس آئے جل گئے باقی لوٹ گئے اور فتنے میں پڑ گئے اور معتقد ہو گئے

اور کہ ہے اسکو آکھیں نہیں دیکھ سکتیں اپنی جنگ و حرب میں اسکو اشد کسر
 دیتے تھے رات ہی ترجمہ کلامہ) یاد رکھو کہ صانع زر گر لینے سونے کے کام کرنے والے
 کہتے ہیں تو مصنیع وہ شخص ہوگا جو سونے کو استعمال کرتا ہو کیونکہ لفظی معنی اسکے
 سونے سے بنا ہوا ہیں میل خیال یہ ہے کہ لفظ مصنیع لفظ مقنع کی تحریف ہے یہ ہاشم
 بن علیؓ ہے جس نے ہاشم بن تیار کیا تھا کیونکہ یہ حالات اُسی کے حالات سے ملتے ہوئے
 ہیں اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے حالات تفصیل وار کیسا نید کے فرقوں میں سے
 اہل بیت میں بیان ہوئے۔ نواب محمد صدیق حسن خان باوجودیکہ تقلید کو دین و مذہب
 میں بڑا جانتے تھے مگر تصنیف و تالیف میں بالکل پرانے کلام کو اپنی کتابوں میں
 ہر دیتے ہیں اور یہ تقلید سے بدتر ہے اور پھر پرانے مطالب ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ
 اس کی عبارت کو بھی اپنی عبارت بنا لیتے ہیں چنانچہ الخطط والاکثار میں جس قدر
 فرقہ اسلام کو بیان کیا ہے یہ سب بیان نواب صاحب نے کتاب مذکورہ علیحدہ
 کر کے اسکا نام خیمۃ الاکوان رکھ دیا ہے اور اسکے ترجمہ کا نام کشف الغم عن اختراق اللہ کو
 اگر نواب صاحب اس تقلید میں کسی قدر بھی تحقیق سے کام لیتے تو ان کو ضرور کتب
 تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا کہ یہ مصنیع وہی مقنع ہے جس کے حالات کتب تاریخ
 میں مذکور ہیں اور ابو سلمہ ایک سردار کا نام ہے جو سفاح کے اشرافے اور ابو سلمہ
 کی رائے سے مرار بن انس کے ہاتھ سے مارا گیا تھا یہ شخص وزیر آل محمد کے لقب سے
 موسوم کیا جاتا تھا اور ابو سلمہ فراسانی امیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھا ابو سلمہ کو
 منصور عباسی نے مرواڑا تھا۔

الکسوان حلاجیہ شیخ ابن بابویہ اپنے رسالہ اعتقاد یہ میں لکھتے ہیں کہ غلامہ میں
 ایک فرقہ حلاجیہ بھی ہے جن کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں پر بسبب عبادت
 کے جمعی فرماتا ہے پھر باوجود اسکے دین انکا ترک نماز و روزہ و جملہ فرائض ہے اور
 وہی کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
 بندوں میں حلول کرتا ہے اور انکا یہ بھی زعم ہے کہ خدا تعالیٰ کا ولی جبکہ مخلص

کامل ہوا اور اپنے دین کو پہچانے تو وہ انبیا سے افضل ہے اور اس رسالے کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسین بن منصور حلاج کے متبعین سے جدا ہیں جن کا شمار موفیان اہل سنت میں ہے۔

فرقہ کیسیانہ

واضح ہو کہ کیسیانہ منسوب ہیں کیسیان کی طرف کہ حسب تحقیق صاحب صحیح و قاضی وغیرہ اہل سنت نام ہے مختار بن عبید تقفی کا جو واسطے بدلہ لینے حسین علیہ السلام کے کھڑا ہوا تھا منتہی المقال فی احوال الرجال میں لکھی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ اصمغ بن بنانہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے مختار کو حضرت علی کی گود میں بیٹھ دیکھا اور آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر فرماتے تھے یا کیس یا کیس در تعلقہ میں کیسیان اسی طرح ہے اور کیس جید کے وزن پر زیرک کے معنی میں ہے اور کشتی نے مختار کے ذکر میں کہا ہے کہ ان کا لقب کیسیان اس لیے مقرر ہوا کہ اس کے ایک افسر ابو عمر کا یہ نام تھا پھر مختار کو بھی اس فسر کی وجہ سے کیسیان کہنے لگے مگر اباب تواریخ کی یاد اسے ہے کہ کیسیان حضرت علی بن ابی طالب کا غلام تھا۔ ملل و نخل شہرستانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا اور تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر کیا ہے کہ سبط اکبر حسن مجتبیٰ کے ایک غلام کا نام کیسیان تھا اسی نے مختار کو حضرت امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کو آمادہ کیا تھا اس لیے مختار بھی کیسیان مشہور ہو گیا۔

کیسیان حضرت علی کی وفات کے بعد محمد بن حنفیہ کی رفاقت میں رہا اور علوم غریبہ ان سے حاصل کیے غیتہ الطالبین میں بیان ہے کہ کیسیان سران جا شخصوں کی امامت کے قائل ہیں حضرت علی امام حسن امام حسین محمد بن حنفیہ مگر اس قرن کی کتب سے عموماً فرقہ کیسیانہ کے خیالات ترمیب امام کے بارے میں ایسے نہیں ثابت ہوئے اور صواعق محرکہ میں لکھا ہے کہ کیسیانہ کے نزدیک اللہ پر تکلیف دہ ہے اور انخطوط والآثار میں آیا ہے کہ کیسیانہ بدر کے جواز کے اللہ پر قائل ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی بعض مرادیں واقع نہیں ہو سکتیں اور شیطان اور کافروں کی

داعی ہوتی ہیں طرفہ یہ ہے کہ کیسیانہ جن لوگوں کو امام بتاتے تھے وہ اس سے عموماً انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں کیسیانہ اسکے جواب میں کہتے تھے کہ یہ انکار ہمارے امام کا بوجہ خوف جان کے ہے دشمنوں کے ڈر سے لپکتے کرتے ہیں کیونکہ ابھی مروانہ مدینہ کے حاکم ہیں ان کی طرف سے اندیشہ ایذا کا ہے ہذا اسکے مذہب تشیع میں تفسیر کی رائے نے بہت رواج پالیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ کیسیانہ کو حرمات قبیحہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ابو اسد کا لقب حرمات تھا جو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کی داعی تھا چونکہ بعض کیسیانہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے بعد ان کی وصیت سے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو امامت پہنچی بعد ازاں ان کے بیٹے ابراہیم امام کو اس لیے ابراہیم کے ایک داعی کی طرف منسوب کر کے حرمات کہنے لگے۔ لکھی فرماتے ہیں ان میں قدر مشترک محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہونا ہے۔ یہ محمد بن علی کے بیٹے تھے ابن حنفیہ اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کی ماں ایک عورت علیہ قدام خولہ بنت جعفر نام قوم بنی حنفیہ سے تھی ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ جب امام حسن نے مصلحتاً زمام حکومت معاویہ کے سپرد کر دی تو شیعہ نے اس وقت امام حسین کو بلایا انھوں نے آنے سے انکار تو شیعہ محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور در پردہ ان کے ہاتھ پر اس شرط سے بیعت کی کہ جب موقع ہو خلافت ضرور حاصل کرنا محمد بن حنفیہ ہر شہر پر اپنی طرف سے ایک شخص کو مقرر کیا جو در پردہ ان کی خلافت کی لوگوں کو ترغیب دیتا تھا ایک مدت تک شیعہ اسی حالت پر رہے اور معاویہ اس کی ملک تمام کرتے جاتے تھے کسی کو بغیر سیاست ملکی شہر بدر کر دیتے تھے اور جب کوئی اس کا سرغنہ گرفتار کر لیا جاتا تھا تو اس کا قلع و قمع بھی کر دیتے تھے لیکن ساتھ ہی اسکے معاویہ اہل بیت کے راضی رکھنے کی کوشش کرتے اور ان کو دعویٰ تقدم و تحقیق سے چشم پوشی کر جاتے تھے اور ان میں سے بھی کوئی شخص ان کے منہ نہ آتا تھا۔ نصف رجب سنہ ۱۱۰ میں معاویہ انتقال کر گئے بعد ان کے چودھویں ربیع الاول سنہ ۱۱۱ کو

۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

ان کے بیٹے یزید کا انتقال ہوا اسکے مرتے ہی بلا جہد و جدال حماد و مین و عراق و خراسان نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی صرف ملک شام و مصر والے ان کی بیعت سے باہر تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ سے بیعت کرنے کو کہا تھا مگر انھوں نے انکار کر دیا عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن مائی گندی کو آپ کے پاس بھیجا اسنے سختی کی و رشتہ سے پیش آیا لیکن محمد بن حنفیہ برابر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے مجبور ہو کر چھوڑ دیا مگر جب ہوا خواہان علی بن ابی طالب نے کلمہ کلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دینی شروع کی تو عبداللہ بن زبیر نے اس خوف سے کہ میا دا محمد بن حنفیہ کے بیعت نہ کرنے سے لوگ برہم ہو جائیں بجبر بیعت لینے کا قصد کیا اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لیے مقام زمزم میں ان کو قید کر دیا اور ایک مدت مقرر کر دی کہ اگر اس عرصہ میں بیعت نہ کر لو گے تو قتل کر ڈالے جاؤ گے انھوں نے غبار کو یہ واقعات لکھ بھیجے جو کو نے میں محمد بن حنفیہ کی امامت کا داعی تھا اور ان کو نے اسکی اطاعت کر لی تھی مٹانے اس خط کو لوگوں کے درپردہ حساب کے آئندہ بھڑائے ان میں سے چند امرا کو تین سو سواروں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا جنھوں نے زمزم پہنچ کر محبس کا دروازہ توڑ کر محمد بن حنفیہ کو نکالا صرف دو دن مدت مقررہ کے باقی رہ گئے تھے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی انھوں نے فرمایا میں حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں سمجھتا بعد اس کے بقیہ لشکر آگیا اس سے ابن زبیر خائف ہو گئے محمد بن حنفیہ نکل کر شعب علی میں چلے گئے رفتہ رفتہ آپ کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے جب مختار مارا گیا اور عبداللہ بن زبیر کے قدم حکومت کے زینے پر جم گئے تو محمد بن حنفیہ سے بھر بیعت کرنے کو کہا آپ نے خائف ہو کر اس واقعہ سے عبداللہ بن مروان کو مطلع کیا اسنے لکھ بھیجا کہ آپ شام چلے آئیے جب تک لوگوں کا کسی پراقتناع نہوا سو وقت تک نہایت عزت و احترام سے میرے پاس رہئے میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤنگا چنانچہ وہ مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوئے راستے میں عبداللہ بن مروان کی بدعہدی سے ڈر کر

میں تمام کر دیا تھوڑے دنوں میں جب ان کے مقتدرین کا دائرہ وسیع ہو گیا عبداللہ بن زبیر نے بیعت کرنے کو کہا بھیجا یہ ایلہ سے مکہ کی طرف لوٹے اور عبداللہ بن زبیر نے بھر بیعت کر کے پھر عبداللہ بن زبیر نے یمن سے نکالا تو طائف کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن زبیر نے بیعت کر لی سال کی عمر پائی سلسلہ ہجری میں انتقال کیا فرمایا کیسانہ کی تفصیل یوں ہے ایک کیسانہ جو منسوب میں کیسان مذکور کی طرف یہ شخص حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد بیت سے مسلمانوں کو موافق کر کے واسطے بدلہ لینے امام حسین کے قتل ہوا تھا مگر دشمنوں پر کامیاب نہوا آخر کار مارا گیا یہ کیسان اور اس کے مقتدرین میں علیہ السلام کی امامت کے منکر تھے انکا یہ عقیدہ تھا کہ امام جہ جناب امیر محمد بن حنفیہ ہیں اس لیے کہ جناب میر نے جنگ جمل وصفین میں نشان انھیں کے دیا تھا اور امام حسین نے صلح کے باب میں بھائی کی پیروی کی تو وہ بھی امامت کے الٹی اسکھنے دیکھ رہے تھے اس فرسے کا طور سلسلہ ہجری میں ہوا تھا۔ مختار خراسانی یہ لوگ مختار بن ابوعبید بن سمود ثقفی کے متبع ہیں جس کو عبداللہ بن زبیر نے اپنے پیروں میں نہیں بنایا تھا یزید کے مرتے سے چھ مہینے کے بعد حضرت عثمان کو یہ شخص وار کو نہ ہوا اور لوگوں کو خون حسین کے معاوضہ کے طور پر انھارنے لگا لوگوں نے کہا کہ بھنے محض اسی کام کے انجام دینے کو سلیمان بن مروان داعی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور وہ بالفعل اسکو مصلحت نہیں سمجھتا ہے مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے وہ لڑائی جھگڑے سے جی نہیں چاہتا ہے مجھے ہمدی محمد بن حنفیہ نے اپنا وزیر و امین مقرر کر کے بھیجا ہے تم لوگ اسے میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسین مظلوم کا معاوضہ ان کے قاتلوں سے لو لے کر وہ کثیر ہوا خواہان امیر المؤمنین علی کا اسکی طرف مائل ہو گیا عبداللہ بن زبیر انصاری نے جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوٹے کا گورنر تھا مختار کو قتل کر کے قید کر دیا بعد اسکے عبداللہ بن عمر کی سفارش سے بایں شرط رہا کیا گیا

پھر زید بن نقاد جہانی کی گرفتاری جاری ہوئی چاروں طرف سے سپاہیوں کا گھیر لیا چونکہ اسے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیرے شہید کیا تھا ابن کا دل سے اس پر پور سا دوسھون سے تیرا رنے ہارے گرا دیا اور زندہ گرفتار کر کے جلا دیا۔
بن افس نخعی جس نے حسین بن علی کو تیرا کر زین پر گرایا تھا اور بقول بعض
تن شریف سے سبر مبارک بھی اسی نے جدا کر کے خونی کے حوالے کیا تھا ابھی
بھاگ گیا مختار نے اس کا گھر منہدم کرا دیا بعدہ عمرو بن صح صدائی کے گرفتار کر کے
سپاہیوں کو متعین کیا مشکین بندھی ہوئی پیش کیا گیا مختار نے حکم دیا اسکو برہم
سے مار ڈالو محمد بن اشعث قاصد یہ کہ قریب ایک قریہ میں تھا اسی کی گرفتاری کا حکم
محمد بن اشعث یہ حکم مصعب بن زہیر کے پاس بھاگ گیا مختار نے اس کے مکان کو گرا دیا
اور بقیہ لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا جو شریک واقعہ کر بلا اور قتل یا حمین سے
متہم تھے یہ لوگ اس خبر سے مطلع ہو کر مصعب بن زہیر کے پاس چلے گئے اور مختار
ان کے مکانات منہدم کرا دیے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ مختار کو قاتلین حسین سے قصاص لینے کا خیال اس وقت پیدا ہوا تھا کہ یزید بن شراحیل نصرانی ایک مرتدہ محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر محمد بن حنفیہ نے برسیل تذکرہ فرمایا مختار کا یہ خیال ہے اور وہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ پہلا ہوا خواہ ہے حالانکہ اس کے پاس قاتلین حسین گریسون پر بیٹھے ہوئے تھے مار کرتے ہیں مختار کے کان تک یہ خبر پہنچی تو اُسنے قاتلین حسین کی قتل کی قسم کھالی اور اُسی وقت سے انکو دھو دھو نہر عکبر قتل کرانے لگا۔

جس وقت مختار کو آخر سلسلہ میں ہم کو نہ سے فراغت حاصل ہو گئی تو اُس نے ابراہیم بن اختر کو جنگ عبید اللہ بن زیاد کے لیے روانہ کیا اور اپنے نامی نامی مصاحبین اور نامور نامور شہسواروں جنگ آوروں کو مع اُس کرسی کے اسکے ہمراہ کر دیا جس سے وہ مدد طلب کرتا تھا یہ ایک کرسی سونے سے منڈھی ہوئی تھی اپنے گردہ والوں سے اُس نے کہہ رکھا تھا کہ حبیب بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ تھا ویسا ہی تم میں یہ کرسی ہے

۱۲۳۴ء کو کہ یہ کرسی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی تھی جسکو مختار نے
 علی بن حماد بن جبیر سے لیا تھا جو اجماعی سنت ابی طالب یعنی ہمیشہ علی
 ابی طالب کا پیشا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ کرسی طفیل ایک روغن فروش کی دوکان
 اٹھایا تھا امیر المومنین کی نہ تھی ابراہیم بن اشتر کو نے سے روانہ ہو کر عراق
 پہنچا تو اسے زمین موصل میں پہنچا جس پر ابن زیاد نے اس سے پیشتر قبضہ کر لیا
 تھا اس کی جو فی میدان ابراہیم کے ہاتھ لیا اور ابن زیاد کی فوج شکست کھا گئی
 ابن زیاد مارا گیا سر کاٹ کر فطش کو چلا دیا گیا اس واقعہ میں شرحبیل بن ذی الکلاء
 بھی مارا گیا جو سولہ ان شام کا سپہ سالار تھا۔ مقتاح النجاشی لکھا ہے کہ واقعہ
 ۱۲۳۴ء میں مکہ شام کے شہر ہزار آدمی کاظم کے مختار نے تین ہزار آدمیوں کا ایک
 لشکر لایا ابن زبیر کی اطاعت کے نام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا مگر ابن زبیر کے
 آلات مختار کی طرف سے بدل گئے تھے اس لیے اس فوج کو راستے میں ہرباد کر دیا
 اس واقعہ سے مختار کو ابن حنفیہ اور ابن زبیر کے لڑا دینے کا موقع مل گیا فوراً ایک
 حکایت آمیز خط لکھ بھیجا جس کا یہ مضمون تھا میں نے ایک لشکر آپ کی فرمانبرداری
 اور دشمنان اہل بیت کے ذلیل کرنے کو روانہ کیا تھا ابن زبیر نے ان کے ساتھ یہ
 برتاؤ کیا ہے ابن اگر آپ عبادت دیجیے تو میں ایک لشکر مدینہ کی طرف روانہ کروں جس کے
 آپ بھی اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیجیے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا
 مطیع ہوں محمد بن حنفیہ نے جواباً لکھا میں تمہارا قصد تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں
 میرے نزدیک محبوب ترین امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے
 اس حق والا مکان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور مسلمانوں کی غورنری سے
 غور نہ رہو اگر میرا قصد لڑائی کا ہوتا تو میرے پاس لوگ بہت جلد مجتمع ہو جاتے میرے
 معین و مددگار بہت ہیں لیکن میں نے ان کو معزول کر رکھا ہے اور میں مبراہ و شکر
 کر رہا ہوں تاکہ اللہ جل شانہ کو فی حکم صادر فرمائے اور وہی خیر الحاکمین ہے ۔

فاسے کو فہم جنھوں نے مختار کے خوف سے جلا وطنی اختیار کر لی تھی رفتہ رفتہ مصعب برادر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سنة ح الحامد لله من جملات عام ومنه نزل الابرار في فضا الى الملائكة الامراء كرام ومعهم برزخ ق في تلك الواحدة الكوكب السوفاجي حتى ياتي اخرهم

عبداللہ بن زبیر والی بصرہ سے آئے جو امام حسین کے داماد اور بنی سکیفہ و خثعم کے شوہر تھے شبث بن ربیعہ و اغوثہ و اغوثہ چلاتا ہوا بعد محمد بن اشعث آیا۔ مختار پر حملہ کرنے کی تحریک کی مصعب نے ملب بن ابی صفہ کو جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے فارس کا گورنر تھا بلا بھیجا وہ ایک عظیم الشان لشکر و ضرورت سے زیادہ مال و اسباب لیکر بصرہ میں داخل ہوا مختار کو مصعب کی چڑھائی کی خبر لگی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لڑائی کی ترغیب دیکر ایک چھوٹا سا لشکر احمد بن خمیس کے ساتھ روانہ کیا۔ مقام مذار میں فریقین نے صف آرائی کی ملب نے ایسے سخت سخت حملے کیے کہ مختار کی سپاہ و سواروں کو شکست فاش ہوئی مصعب نے عباد کو حکم دیدیا کہ جس قدر لوگ قید کئے جائیں قتل کر ڈالے جائیں محمد بن اشعث نے سواران اہل کوفہ کو میکہ منہزم گردہ کا تعاقب کیا جس کو پایا قتل کر ڈالا مصعب نے فتحیابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا جب مختار کو اسکی اطلاع ہوئی کہ ابن شمیم کو سخت ہزیمت ہوئی اور اس کے تقریباً کل ہمراہی حاکمہ جنگ میں کام آگئے اور یہ کہ مصعب برابر بڑھتے چلے آتے ہیں تو وہ بقصد مقابلہ کوفہ سے نکلا مختار نے حروراء میں قیام کر دیا اس عرصے میں ملب بھی آپہنچے اور لڑائی شروع ہوئی تمام رات لڑائی ہوتی رہی چاروں طرف ایک شور قیامت برپا تھا صبح ہونے سے تھوڑا پہلے مختار کے ہمراہی انھیں بچا بچا کر علیحدہ ہونے لگے مختار یہ رنگ دیکھ کر قہر امارت میں جا چھا مصعب نے قہر امارت کا حاصرہ کر کے رسد و غلہ بند کر دیا اور یہاں تک انتظام کیا کہ مختار اور اس کے ہمراہیوں کا شدت تشنگی سے حال اتر ہو جائے پانی میں شہد ملا کر پیئے گئے جب اس سے بھی سیری نہ ہوئی تو مختار نے اپنے ہمراہیوں سے اسن حاصل کرنے کو کہا کسی نے کچھ خیال نہ کیا تب مختار نے ہالون میں تیل ڈالا عطر لگایا اور تقریباً مین آدمیوں کو جن میں سائب بن سلک شعری بھی تھا لیکر قہر امارت سے نکل کھڑا ہوا سائب ملاست کرنے لگا مختار نے کہا قف ہو تجھ پر اسے احمق میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور نجدہ نے یمامہ پر اور ابن مروان نے شام پر اور میں بھی انھیں لوگوں کی طرح تھا لیکن میں جبکہ عرب اس سے غافل ہو گیا تھا

میں جس کے خون کا بدلہ لینے کا طالب ہو گیا اگر تیری نیت نہ ہو تو اپنے بازو پر رٹو سائب نے اس کو مارا ہوش ہو گیا اور مختار آگے بڑھا لڑائی ہونے لگی بالآخر طرف و طراف پسران عبداللہ بن دجاہ جحفلی کے ہاتھ اسکی زندگی کا خاطرہ ہو گیا۔ مختار کے مارے جانے کے بعد اہل قصر نے مصعب کے پاس پیام بھیجا اور مصعب کے کہنے سے دروازہ کھولا۔ ملب نے ان کے قتل کرنے سے منع کیا مگر خرفائے کوفہ نے اس سے اختلاف کیا پس مصعب نے باتفاق رائے ان لوگوں کے سب کو قتل کر دیا بعد اس کے مصعب کے حکم سے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی ہتیلیاں کاٹ کر دروازہ مسجد پر لٹکا دی گئیں جن کو مہاج نے اپنے زمانہ حکومت میں اُتر دیا۔

جلد دوم عقد الفریض مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۱۹ میں مرقوم ہے کہ مختار جس وقت قائلین حسین اور شرفا کو نیست و نابود کر چکا تو اس نے اور صلحا سے امت کے استیصال کی فکر کی لوگوں پر اسکا قصد اور خبت نفس ظاہر ہو گیا اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا کہ تھا کہ میں سے پاس جبریل میں وحی لیکر آتے ہیں اور طبقات دول اسلام میں ذہبی کہتے ہیں کہ مختار کہتا تھا مجھے علم غیب ہے اور اللہ پاک کے لیے دو ہاتھ ثابت کرتا تھا اور تزلزل البربر میں لگا ہے کہ مختار کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ میں حلول کیا ہے۔

ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے جو روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہی فی ثقیف کذاب و مدبر یعنی قوم نئی ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک مفسد و ہلاک ہو گا وہی طرح ابو نوفل معاویہ بن مسلم تابعی سے مسلم نے جو روایت کی ہے کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو سولی دی تو اسماؤن کی والدہ نے کہا کہ آنحضرت نے ہم سے بیان کیا تھا ان فی سقیف کذابا و مدبیرا سو علما کذاب کو اسی مختار پر اور مدبر کو حجاج بن یوسف پر حمل کرتے ہیں۔ مختار اگرچہ صاحب علم و فضل تھا مگر صحابی نہ تھا ان اسکا باطل القدر صحابیوں میں سے تھا اور اول مختار اہل بیت سے نہایت دشمنی رکھتا تھا یہاں تک کہ ان کی عداوت میں مشہور تھا اور بعد از شہادت امام حسین انھار محبت کیا اور یہ سب واسطے طلب دنیا اور طلب امارت کے تھا چنانچہ مل و محل میں شہرستانی

نزل اللہ برہم کی عبارت ہے قتل کان کان یقولان جبریل بنی بصرہ علیہ قتل کان یقولان اللہ تعالیٰ علیہ

کتاب ہے کہ مختار پیکل خارجی تھا پھر زہری بنا پھر شعبی اور کیسانی ہو گیا قصہ مختار اور اس کے متبعین جناب امیر کے بعد بلا فاصلہ محمد بن حنفیہ کو امام اور امام جانتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ مختار یہ امام حسن اور امام حسین کی امامت کے مقرر تھے اور کہتے تھے کہ امام حسین کے بعد کار امامت محمد بن حنفیہ سے متعلق ہو گیا ہے مختار یہ وہی لوگ تھے جنہیں کیسانیہ کہتے تھے مختار نے اٹکا نام مختار یہ مقرر کر دیا جبکہ مختار مارا گیا اور لوگ اس کے افعال و اقوال پر کتبہ چینی کرنے لگے تو مختار پر دوبارہ اپنے کو کیسانیہ مشہور کر دیا۔

جب محمد بن حنفیہ نے انتقال کیا تو کیسانیہ امامت میں مختلف ہو گئے بعض نے کہا ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ کی طرف امامت منتقل ہو گئی۔ تاریخ فرشتہ میں جہان کشا سے نقل کیا کہ کیسانیہ کی اسے عقیدہ یہ ہے کہ اسمعیل بن جعفر صادق باب کے بعد زہرہ تھے اور وہ اپنے باپ کے بعد امام تھے نہ موسیٰ کاظم اور اسمعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد کو امامت پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں کچھ کیسانیہ اسماعیلیہ بھی ہو گئے تھے۔

عقیدہ کے گریہ یہ ابو کریم ضربہ کے اصحاب ہیں یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کے بعد محمد بن جعفر کو امام جانتے ہیں ایسے کہ انھوں نے نشان لشکر بصرہ میں انکو دیا تھا اس امر کو محمد بن حنفیہ کی امامت پر نقص مانتے ہیں اور انکا زعم یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ زہرہ ہیں مرے نہیں بدینے کے پاس کوہ رضوی کے ایک درے ہیں اپنے چالیس اصحاب کے ساتھ مخفی ہیں اور ان پاس دو چستہ قدرت سے شہد و پانی کے جاری ہو گئے ہیں نہ تھرو وندی و دود و وہی ہیں انھوں نے گئے تو سارا عالم عدل سے بھر جائے گا کثیر شاعر کہ انکا ایک شیعہ ہے کتاب ہے۔

ولا ان لا ثمة من قریش	ولا الا مصاد بعة سواء
یعنی خیر واد ہو کہ امام قریش میں سے جا ہیے	اور ماکم دین اسلام کے چار میں چرے ہوتے
فبسط سبط ایمان و بر	وسبط عقیثہ کو بلا
میں میرے ایک خضر حسن میں کاظم علی دینی کا زہرہ ہیں	اور دوسرے حضرت میں ہیں جنکو بلا نے غالب کیا ہے

یقول الخیل بقدمہ اللیاء
سردار ہو گئے لشکر کے اٹکے آگے آگے جھنڈا ہو گا
برضوی عندہ غسل و ماء
کوہ رضوی میں انکے پاس شہد و پانی کے چستہ ہو گئے
کے ہیں کہ شہر اسمعیل بن محمد حیری کے ہیں جسکا لقب سید ہے کہ وہ پہلے کیسانی
تھے اس عقیدے کو ترک کر کے دین جعفر بن آگیا اور ایک قصیدہ اپنی توبہ اور
امت کے باب میں لکھا جسکا ایک شعر یہ ہے

بسم الله والله اكبر
وايقنت ان الله يعطى ويعتد
لوگ اکثر جمعہ کی راتوں کو اس پہاڑ میں جمع ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔
مومن ہیں سے پہلے جو شخص صاحب الزمان کے مخفی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ یہی
کہا کرتا ہے کہ کتنا تھا امام دشمنوں کے خون سے چھپ گئے ہیں پھر ایک مدت
کے بعد ظاہر ہو گئے اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے اور یہ بات پھر شیعوں میں خوب
شائع ہو گئی اور جو امام بن شیعوں کی مرضی کے موافق تھا وہ اسی کو صاحب الزمان
کہا کرتے دشمنوں کے خوف سے اس کے غائب ہو جانے کے قائل ہو گئے۔

تھے اسحاق قیہ یہ لوگ اسحاق بن عمر کی طرف منسوب ہیں یہ محمد بن حنفیہ کی موت
کے قائل ہیں اور انکا عقیدہ یہ تھا کہ امامت نے محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد
ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف انتقال کیا ابو ہاشم کے بعد انکی اولاد میں امامت
منتقل جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک باپ اپنے بیٹے کے لئے وصیت کرتا گیا تھا
استفاد از تحفہ اشعار شری۔

یا پانچویں ہاشمیہ شہرستانی نے ملل و نخل میں کہا ہے کہ جو لوگ محمد بن حنفیہ کے
بعد امامت کو ان کے بیٹے ابو ہاشم میں مانتے ہیں انکا نام ہاشمیہ ہے انکا اعتقاد یہ ہے
کہ ابو ہاشم عبد اللہ کو محمد بن حنفیہ سے امر و علوم ہوئے تھے اور انکو نقسوں پر آفاق
کے مطابق کرنے کے طریقے اور تفسیر کی تاویل اور ظاہر کو باطن سے ملائے کے

حالات معلوم ہوئے تھے ان کے نزدیک ہر ظاہر کے لئے باطن ہے اور ہر شخص کے لئے روح ہے اور ہر تنزیل کے لئے تاویل ہے اور جو مثال اس عالم میں موجود ہے اس کے لئے اس عالم میں حقیقت موجود ہے اور جس قدر حکمتیں اور اسرار آفاق میں منتشر ہیں وہ سب ایک شخص انسانی میں موجود ہیں اور وہ وہ علم ہے جو علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بتلایا تھا اور انھوں نے وہ اسرار اپنے بیٹے ابو ہاشم کو سکھائے اور جس شخص میں یہ تمام مجتمع ہو وہ امام برحق ہے اور بعد انتقال ابو ہاشم کے ہاشمیہ میں اختلاف پیدا ہو کر پانچ فرقے ہو گئے ایک فرقہ کہتا ہے کہ ابو ہاشم جب ملک شام میں یلیان بن عبد الملک کے پاس گئے اور اُس نے انکو دودھ پینے پر بلوایا اور یہ قریب المرگ ہو گئے تو حمیمہ (بضم حاء طلی) انکو کہ ارض شراط (پیشین معجزہ) ضلع بلقا ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس چلے گئے امامت کے لیے اُن کے حق میں وصیت کی تھی اور اس گھرانے میں امامت ابو العباس سفاح تک ہماری رہی یہ لوگ کہتے ہیں کہ خاندان عباس خلافت کے لئے اور سب سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ نسب میں رسول علیہ السلام کے ساتھ اتصال رکھتے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ابو عباس رضی اللہ عنہ وراثت کے لئے اولے تھے **و** دوسرے فرقے نے کہا کہ ابو ہاشم کے بعد امامت انکے بیٹے حسن بن علی بن محمد بن حنفیہ کو پہونچی تیسرے فرقے نے کہا کہ ابو ہاشم نے اپنے بھائی علی بن محمد بن حنفیہ کے لیے وصیت کی تھی انکی راے یہ ہے کہ امامت محمد بن حنفیہ کے گھرانے سے غیر لوگوں کی طرف نہیں آئی چوتھے فرقے نے یہ کہا کہ ابو ہاشم نے عبد اللہ بن حرب کندی کے لیے امامت کی وصیت کی تھی اور امامت بنی ہاشم سے نکھر عبد اللہ کو پہونچی پانچویں وہ لوگ ہیں جنھوں نے عبد اللہ بن حرب کندی میں بد دینائی اور کذب و نجاست پاکر اُس سے قطع تعلق کیا اور کہتے تھے کہ عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب امام ہیں اصحاب عبد اللہ بن معاویہ اور اصحاب محمد بن علی کے درمیان معاملہ امامت میں

الاجتلاف ہے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ ابو ہاشم نے ہمارے مقتدا کے حق میں وصیت کی تھی آپ ہم دونوں عبد اللہ اور محمد بن علی کے فرقوں کے حالات معلومہ ملحدہ بیان کرتے ہیں۔

پہلے حرمیہ جو کندیہ کے لقب سے بھی ملقب ہیں یہ لوگ عبد اللہ بن حرب کندی کے پیرو ہیں جو ہاشمیہ میں سے ایک سرگروہ تھا اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے بعد عبد اللہ بن حرب کو امام جانتے ہیں کہتے ہیں کہ امامکی امامت کے لیے ابو ہاشم نے وصیت کر دی تھی اور ابو ہاشم کی روح نے عبد اللہ بن حنظل کیا ہے یہ عبد اللہ صاحب علم و دیانت نہ تھا اس کا یہ مذہب ہے کہ رو حین ایک شخص سے دوسرے شخص میں تناسخ کرتی ہیں اور روح کو ثواب و عذاب اسی تناسخ اور تبدیل ابدان کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور دعویٰ کرتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے اور الوہیت اور نبوت کا مدعی تھا اور کہتا تھا مجھے علم غیب ہے اُس کے شیعہ اُس کی عبادت کرتے تھے اور قیامت کا انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ تناسخ دنیا میں ہوتا ہے اور ثواب و عذاب انھیں انخاص میں ہوتا رہتا ہے اور قرآن میں جو آیا ہے لیس علی الذین امنوا و عملوا الصالحات جننا من قبلنا طبعوا الذکا ما تقوا و عملوا الصالحات ثم اتقوا و امنوا ثم اتقوا و احسنوا واللہ یحب المحسنین یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انپر گناہ نہیں جو پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور نیک کام کئے پھر ڈرے اور ایمان لائے پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو اس آیت میں عبد اللہ بن تاویل کرتا تھا کہ جو شخص امام تک پہونچ گیا اور اسے پہچان لیا اُس سے تمام شرعی احکام اور حرج سا قلم ہو جاتے ہیں جو کچھ چاہے کھائے اُسپر کوئی گناہ نہیں وہ کامل ہے اور قصد اعلیٰ کو پہونچ گیا ہے

شہرستانی کہتا ہے کہ اس گمراہی سے مذہب خرمیہ اور مزدکیہ عراق میں پیدا ہوئے۔ جب عبداللہ نے فراسان میں انتقال کیا تو اسکے بعض اصحاب کہنے لگے وہ ابھی مرا ہے زندہ ہے رجوع کرے گا اور کچھ لوگ کہنے لگے کہ مر گیا اسکی روح نے اسکا بن زید بن حارثہ انصاری میں حلول کیا ہے یہ لوگ حارثیہ کہلاتے تھے۔ حارثیہ کہتے ہیں کہ آرام سے زندگی بسر کرنا چاہیے کسی پر کوئی تکلیف نہیں اٹھانے کی۔ تمام عمرات کو بباح قرار دیا ہے۔

ساتو میں طیار یہ غیۃ المطالبین میں لکھا ہے کہ طیار یہ عبد اللہ بن معاویہ
عبد اللہ بن جعفر طیار کی طرف منسوب ہیں شفا سے قاضی عیاض میں اس کی
طیار رہ بھی لکھا ہے انکا عقیدہ یہ تھا کہ ابو حاشم بن محمد حنفیہ نے عبد اللہ بن معاویہ

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

[illegible]

239

عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے لیے امامت کی وصیت کر دی تھی
ابو ہاشم کے عبداللہ امام بن ابی عبداللہ کی بیعت خلافت کو نے بین
الکوفی تھی لیکن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے غالب ہو جانے سے مدائن
چلے گئے اور ان کے پیچھے پیچھے اکثر اہل کوفہ وغیرہ شیعان علی بھی چلے آئے تھے
انھوں نے جہاں کا رخ کیا اور آپر قبضہ حاصل کر کے حلوان تو مسلم صفیان
اور معاویہ پر بھی قابض اور تصرف ہو گئے اور صفیان میں قیام کر دیا۔ جب یزید بن
عمر بن معاویہ والی عراق ہو کے آیا تو اس نے عبداللہ بن معاویہ کو بنیست دی عبداللہ
بن معاویہ نے خراسان میں جا کے دم لیا۔ منجملہ ان لوگوں کے جو عبداللہ بن
معاویہ کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کئے گئے تھے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن
ہاشم بھی تھے حرث بن قطن ہلالی کی سفارش سے وہ رہا ہو گئے رہائی کے
بعد انھوں نے عبداللہ بن معاویہ کے دعائے بیان کیے اور ان کے ہمراہیوں کو
خلافت وضع فطرت افعال کرنے سے مستم کیا آخر کار عبداللہ بن معاویہ نے بامید
داد ابو مسلم خراسان کا راستہ اختیار کیا جبکہ حکم سے ابو نصر مالک بن شمیم خراسانی
والی ہرات نے اُن کو مار ڈالا جیسا کہ تم اوپر پڑھا ہے ہو باوجودیکہ ابو مسلم
لوگوں کو حمایت آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا تھا ابو نصر
مالک نے عبداللہ بن معاویہ سے نسب دریافت کیا تھا تو انھوں نے بتایا مالک نے
ابو عبداللہ و جعفر کو تو میں جانتا ہوں لیکن معاویہ کو میں نہیں جانتا کہ ان
لوگوں میں سے کسی کا نام رہا ہو عبداللہ بن معاویہ نے جواب دیا میرے دادا
عبداللہ بن جعفر جن دن شام میں معاویہ کے پاس تھے میرے باپ پیدا ہوئے
معاویہ نے ایک لاکھ درم اس تقریب سعید میں بھیج دیے مگر شرط یہ کی کہ مولود کو
میرے نام سے موسوم کرو مالک بولا چونکہ تم لوگوں نے اسما سے خبیثہ کو نہایت ذلیل
و کم قیمت پر خرید کیا ہے لہذا تمہارا کوئی حق میرے نہیں۔

انھوں نے خزانہ کتاب دوم نامہ نسخ التواریخ کی جلد سوم کے صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے

کہ جماعت کیسیانہ میں سے ایک فرقہ کو حسانہ کہتے ہیں یہ حسان سراج کے اصحاب ہیں ان کا قول یہ ہے کہ امام چارہین امیر المؤمنین علی اور امام حسن اور امام حسین امام ہیں اور جو تھے محمد بن حنفیہ ہیں۔

نورین عباسیہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے بعد امامت حضرت علی بن ابی طالب کے گھرانے سے نکل گئی اور اولاد عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو گئی اس سے پیشتر ہم بیان کر آئے ہیں کہ جبکہ ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس سے شام سے آئے ہوئے حمیم (مضافات بلقار) میں محمد بن عبد اللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اور وہیں جان بوجھ کر کی تو بوقت وفات خلافت اسلامی حاصل کرنے کی وصیت کر گئے چونکہ اس سے پہلے ابو ہاشم نے شیعوں کو جو عراق اور خراسان میں تھے اس امر سے مطلع کر دیا تھا کہ عفریب امامت و خلافت محمد بن علی کی اولاد میں منتقل ہونے والی ہے اس امر سے ابو ہاشم کی وفات کے بعد ان کے ہوا خواہوں نے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہو کر خفیہ طور سے ان کی بیعت کر لی اور انھوں نے بھی عبد حکومت عمر بن عبد العزیز میں اپنے دعا کو اطراف و جوانب ممالک اسلامیہ کی جانب بھیج دیا اور خراسان عراق کی جانب محمد بن خنیس۔ ابو عکرمة السراج (یعنی ابو محمد صادق) اور حیان حلا راہراہیم بن سلمہ کا مامون خراسان کی جانب بھیجے گئے چنانچہ یہ لوگ خراسان پہنچ کر درپردہ لوگوں کو خلافت عباسیہ کی ترغیب دینے لگے اس خراسان سے عام طور سے بطیب خاطر ان کی دعوت قبول کر لی بعد چند دنوں کے محمد بن خنیس وغیرہ ان لوگوں کے خطوط لیکر میسرہ کے پاس آئے جنھوں نے ان کی دعوت قبول کی تھی اور میسرہ نے ان خطوط کو محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس بھیج دیا اس کے بعد ابو محمد صادق نے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے لیے بارہ نقیب منتخب کئے دعا نہی عباس نقیباً کہلاتے ہیں جنکے یہ اساتذہ سلیمان بن کثیر خزاعی۔ لائز بن قریظ تمیمی۔ قوطیہ بن سخیب طائی۔

ابو علی بن کتب تمیمی۔ خالد بن ابراہیم۔ قاسم بن مجاشع تمیمی۔ ابو النجم عمران بن اسماعیل (ابو حنیفہ کا آزاد غلام) مالک بن ہشیم خزاعی۔ طلحہ بن زریق خزاعی۔ ابو حمزہ بن عمر بن العین (خزاعہ کا آزاد غلام) ابو علی شہبل بن طہمان ہمدانی (نبو حنیفہ کا آزاد غلام) یحییٰ بن اعین۔ اور ان کے بعد شتر آدمیوں کو دعوت دینے کے لئے انتخاب کیا۔ محمد بن علی نے ایک ہدایت آمود خط ان لوگوں کو لکھ کر مرحمت کیا تاکہ اسکے مطابق لوگوں کو دعوت دیں اور عمل درآمد کریں ایک مدت تک یہی معمول رہا بعد ازاں مسئلہ پھر زمانہ گورنری سعید خذینہ و عہد خلافت یزید بن عبد الملک میں میسرہ نے اپنے اہل بیون کو عراق سے خراسان کی طرف روانہ کیا اتفاق سے یہ راہ لے کر آئے ہو گیا سعید خذینہ نے میسرہ کے اہل بیون کو گرفتار کر لیا عند الاستفسار اہل بیون نے اپنے کو سوداگر ظاہر کیا ربیعہ اور یمن کے چند لوگوں نے انکی فعل خنامنی کر لی رہا کر دئے گئے مسئلہ میں محمد بن علی کا بیٹا عبد اللہ سفاح پیدا ہوا اسی زمانے میں ابو محمد صادق معاد خراسان کے ایک گروہ کو لئے ہوئے محمد بن علی سے ملنے کو آگیا محمد بن علی نے عبد اللہ سفاح کو باہر نکال کے ابو محمد صادق وغیرہ کو دکھلا کے کہا کہ اسکے ہاتھ پاؤں پر یومون بھی تھا را سردار ہو گا اسی کے ہاتھ سے یہ کام انجام پذیر ہو گا اس وقت عبد اللہ سفاح کی عمر پندرہ دن کی تھی۔ پھر اس دعوت میں بکیر بن مامان بھی سندھ سے آئے شریک ہو گیا یہ جنید کے ساتھ سندھ میں تھا جب جنید معزول کیا گیا تو بکیر کو نے بین چلا آیا ابو عکرمة ابو محمد صادق محمد بن خنیس و عمار عبادی (دولید ازرق کے امون) اسے ملاقات ہوئی ان لوگوں نے ابو ہاشم کی خلافت کی دعوت کا تذکرہ کیا بکیر نے بطیب خاطر منظور کر لیا یہ واقعہ اور آخر حاکم کا بولہ کے لئے ارمانہ گورنری اسد قسری و عہد خلافت ہشام میں بکیر نے ابو عکرمة ابو محمد صادق محمد بن خنیس عمار عبادی اور زیداد کو مع چند دیگر شیعوں کے خراسان کی طرف خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کو روانہ کیا کسی نے اسد قسری تک یہ خبر پہنچا دی اس نے جن جن کو ان میں سے پایا ان کے ہاتھ کٹوائے صلیب ویدی عمار بھاگ کے بکیر کے پاس چلا آیا بعض بیان ہیں

کہ پہلا شخص محمد بن علی کی جانب سے وارد خراسان ہوا وہ ابو محمد زیاد دہقان کا آزاد غلام تھا اسکو سلسلہ زاد گورنری اسد و عہد خلافت ہشام بن محمد بن علی نے روانہ کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ مین بین قیام کرنا مضر ہے ہنری دلاطفت پیش آنا اور غالب نیشاپوری سے جو کہ بنو فاطمہ کا خواہ ہے احتراز کرنا پس زیاد نے سردی کا موسم مرو میں بسر کیا شیعان علی اسکے پاس آتے جاتے رہے اتفاق سے اسکو اسکی اطلاع ہو گئی فوراً زیاد کو گرفتار کر کے مع اور دس دیون کے جو کہ کوٹنے کے رہنے والے تھے قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد خراسان میں کوٹنے کا ایک شخص کثیر نامی آیا اور ابو نجم کے مکان پر مقیم ہوا دو یا تین برس تک دعوت دیتا رہا اسد بن عبد اللہ نے سلسلہ اپنے دوبارہ گورنری کے زمانے میں سلیمان بن کثیر مالک بن ہیشتم موسیٰ بن کعب اور لاہور بن قریط کو گرفتار کر کے تین تین سو کوڑے پٹوا کے قید کر دیا سلسلہ کے شروع ہوتے ہی بکیر نے عمار بن زید کو ہوا خواہان بنو عباس کا سردار بنائے خراسان کی جانب روانہ کیا مرو میں پہونچ کے اسنے اپنے کو خراسان کے نام سے موسوم کیا جب لوگ اسکے مطیع ہو چلے تو خرمیہ کی تعلیم دینے لگا۔ عورتوں کو مباح کر دیا صوم و صلوٰۃ اور حج کی تاویل کر کے کہنے لگا کہ صوم کے معنی یہ ہیں کہ ذکر امام کا روزہ رکھو اور امکا نام کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لاؤ اور صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اسکے لیے دعا کرو حج یہ بنے کہ اسکی طرف قصد کو خراسان ایک نصرانی کوٹے میں تھا مالک بن ہیشتم اور حریش بن سلیم نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ اسکو اسکی اطلاع ہوئی تو اسنے عمار بن زید یعنی مضر بن خراسان کو گرفتار کر کے صلیب دیدی محمد بن علی تک یہ خبر پہونچی تو انھوں نے اہل خراسان سے خط و کتابت بند کر دی اس لیے کہ ان لوگوں نے خراسان کی تقلید کر لی تھی سلسلہ میں اہل خراسان کی طرف سے سلیمان بن کثیر حالات عرض کرتے اور عفو تقصیر کرانے کی غرض سے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک خدا اہل خراسان کے نام لکھ کر اس کے حوالے کیا جس میں سوا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اور کچھ نہ تھا اہل خراسان یہ دیکھ کے مٹ رہجیدہ ہوئے

انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ خراسان کے کرتوتوں کی بدولت امام وقت ہم سے ناراض ہو گئے ہیں سلیمان کی واپسی کے بعد محمد بن علی نے بکیر بن مایان کو ایک خط دیکے کہ کیا جس میں خراسان کی مذمت اور بڑائی ان تھیں اہل خراسان نے باور کیا کہ یہ مہر ہو کے محمد بن علی کے پاس چلا آیا تب انھوں نے چند عصا مرحمت فرما کے دوبارہ بھیجا بعض پر لوہا بعض پر تانبا لگا ہوا تھا بکیر نے بھون کو جمع کر کے ہر ایک کو ایک عصا دیا ہوا خواہان دولت عباسیہ کو اس سے یقین ہو گیا اپنے کچے پیشیان ہونے تو یہ کی سلسلہ کا جوں ہی دور شروع ہوا محمد بن علی داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک جاودانی ہوئے مدت اپنے لشکے ابراہیم کو اپنا جانشین بنائے اور دعا کو ان کی تقلید کی وصیت کر گئے اسی وجہ سے ہوا خواہان دولت عباسیہ انکو امام کہہ کرتے تھے بکیر بن مایان محمد بن علی کی خبر موت اور امام ابراہیم کی ہدایتیں و دعائے خراسان کی طرف روانہ ہوا مرو میں پہونچ کے قیام کر دیا سلیمان علی و نقباء جمع کر کے امام ابراہیم کی ہدایتیں سنائیں بھون نے ہر چشم قبول و منظور کیا اور جو کچھ ان لوگوں کے پاس زر نقد جمع ہو گیا تھا سب کا سب بکیر کے حوالے کر دیا جس کو بکیر نے ابراہیم کی خدمت میں لاکے پیش کر دیا ان واقعات کے بعد اسی سلسلہ میں ابراہیم امام نے اپنی طرف سے ان لوگوں کے پاس جو خراسان میں دعوت دیتے تھے ابو مسلم کو سند ولایت عنایت کر کے روانہ کیا تاکہ لوگوں میں ان کے احکام قائم رکھے اور ان کی ہدایات کو جاری کرے۔

خلافا عباسیہ کی سلطنت کا بانی بھی ابو مسلم ہے اسی کی بدولت عباسی خلافت کی سلسلہ جنبانی جو ایک مدت سے ہو رہی تھی مروان حمار کے عہد میں قوت پکڑ گئی اور اس شخص نے تمام ملک میں سازشوں کا جال بھیلادیا اور مروانی حکومت کی جڑ ہلا دی امام ابراہیم نے ابو مسلم کے پاس دورایت بھیجے جن میں سے ایک کا نام انفل تھا اور دوسرے کا نام السحاب تھا لڑائی میں یہ اپنے ہم خیالوں کو سپاہ سے ہٹاتے تھے اور علون کے پھیرے سیاہ رکھتے تھے پھر نبی عباس نے

اپنے علم کے پھر برے کارنگ سیاہ رکھا اسی وجہ سے انکو مسودہ کہنے لگے تھے اس
لفظ میں اسیم معنوم اور میں حملہ مفتوح اور او مشدود مکرور و مال مفتوح ہے انتہایہ میں
کہ ان علموں کو اپنے ممبروں پر بھی نصب کرتے تھے اور عباسیوں سے سیاہ لباس پہنانا
اختیار کیا اور یہ رسم ابو جعفر منصور عباسیوں کے دور سے خلیفہ کے وقت سے جاری ہوا
ایک بار ابو مسلم اور سلیمان بن کثیر خزاعی کو قرۃ سفید بن عید الفطر کا دن آگیا
سلیمان نے نماز پڑھائی لشکر گاہ میں ممبر تھا اسپر چڑھ کے خطبہ دیا خطبے کے چلے
نماز بلا اذان و اقامت پڑھی اور پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہیں دوسری میں
پیکر اس کے کہ نبی امیہ کرتے تھے کہ اٹکا دستور تھا کہ خطبہ نماز کے قبل پڑھتے اور نماز
کو اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہتے تھے اور
دوسری میں تین اور یہ کل وہ امور تھے کہ امام ابراہیم اور ان کے باپ نے اسکی
ہدایت کی تھی۔ ایک بار امام ابراہیم کا ایک خط جو ابو مسلم کے خط کے جواب میں تھا
مروان کے اہلکاروں کے ہاتھ پڑ گیا لکھا تھا موقع اور قابو لہانے سے اکثر نئے فقرہ
گرمائی کا خاتمہ نہ کرو یا تو سخت نالائقی کی بات ہے اور دیکھو خبردار خراسان پر تصرف
ہونے کے بعد خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا مروان اس خط
پڑھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے عامل کو جو بلقاویہ میں تھا لکھ بھیجا کہ حمیمہ جا کے ابراہیم
محمد کو پابزنجیر میرے پاس بھیج دو چنانچہ عامل بلقاویہ نے ایسا ہی کیا اور مروان نے
ابراہیم کو حران میں قید کر دیا چنانچہ اٹکا دہین انتقال بھی ہوا امام ابراہیم نے
خود ہی اپنی موت کی خبر اپنے اہل بیت کو دی تھی اور ان لوگوں کو کہہ نے
چلے جانے کی ہدایت اور اپنے بھائی ابو العباس سفاح کے لیے جسکا نام عبداللہ
ہے امامت کی وصیت کی تھی پس ابو العباس مع اہل بیت اور بھائیوں اور
برادر زادوں اور چچوں وغیرہ کے ماہ صفر میں کوفہ کو چلا گیا ابو مسلم خلال و غیر
آل محمد اور شیعیان علی کوفہ کے باہر حرام عین تک استقبال کو آئے ابو مسلم نے
ان لوگوں کو ولید بن سعد بنو ہاشم کے آزاد غلام کے مکان پر ٹھہرایا اور کل پہنچا

امامان علی سے اس راز کو چالیس راتوں تک مخفی رکھا ابو مسلم نے جیسا کہ خیال
کرایا تھا اس امر کی کوشش کی تھی کہ زمام خلافت آل ابی طالب کے سپرد
کی جائے لیکن شیعوں میں سے ابو جہم نے مخالفت کر کے سمجھایا کہ ابھی اسکا وقت
نہیں ہے مجتہد نہ کرو لا یرجع الاول علیہ السلام کو جمعہ کے دن لشکریان و ہوا خواہان
دولت عباسیہ مسلح ہو کے خالی سواریاں لیے ہوئے ابو العباس کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور ان کو مع اہل بیت کے سوار کر کے دارالامارت میں لے گئے
پھر ابو العباس دارالامارت سے نکل کے مسجد میں آیا اور خطبہ دیا نماز با جماعت
پڑھی حاضرین نے بہ طیب خاطر بیعت کی بیعت لینے کے بعد دوبارہ ممبر کے اوپر کے
پہنے پر چڑھ گیا اور خطبہ دیا جس میں اپنے کو سخی خلافت اور وارث ہونایا بیان کیا تھا اور
لوگوں کے خلاف بڑھانے ابو العباس چپ و اعضا شکنی میں مبتلا تھا تکلیف سے
بہت گیا اسکا چچا داؤد اٹھا اور ممبر کے اوپر کے زمین پر چڑھ کے بنو امیہ کی خدمت بیان
کرتے ہوئے لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت کی اور
یہ بھی بیان کیا کہ کوفہ اٹکا دارالامارت ہے جہاں سے وہ لوگ کبھی علیحدہ نہ ہونگے اور
یہ کہ اس ممبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خلیفہ سوائے امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب اور امیر المؤمنین عبداللہ بن محمد کے نہیں چڑھا اس فقرے کے
کہنے وقت سفاح کی طرف اشارہ کیا تھا اور یہ خلافت و حکومت ہمارے ہی خاندان
میں رہیگی یہاں تک کہ ہم اسکو عیسیٰ بن مریم کے سپرد کر دیں گے حالانکہ جب سفاح نے
بنی امیہ سے لڑائی شروع کی تھی اور اٹکا ملک لینے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت
اسکے ظاہر حال سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ اہل بیت پر جو ظلم بنی امیہ نے کئے ہیں
اٹکا بدلہ لینا چاہتا ہے اور پھر سلطنت خلویہ میں کودلانے کا قصد رکھتا ہے رات کے
وقت ابو العباس دارالامارت سے نکل کے ابو مسلم کے لشکر میں گیا اور اسکے ساتھ اسکے
خیمے میں مقیم ہوا مگر دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ کوفہ میں بیعت عامہ
لینے کے بعد سفاح نے کوفہ اور سرزمین کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور

امدادی فوجیں بلاد مختلف کی طرف روانہ کیں ۳۳۳ھ میں مروان بن محمد مارا گیا
مروان کو مروان حمار بھی کہا کرتے تھے اس وجہ سے کہ مواقع جنگ پر نہایت ہمدرد
و تحمل امداد دیری سے کام لیتا تھا اور اسکے مخالفین اسکو جدی کے لقب سے
کیا کرتے تھے کیونکہ اسنے جد بن درہم سے مذہب کی تعلیم پائی تھی اور وہ خلق قرآن
قائل اور زندگی کی طرف مائل تھا اسکو خالد قسری نے ہشام کے حکم سے قتل کیا
بنو عباس نے کامیابی حاصل کر کے بنو امیہ کے قتل پر کمر بستہ باندھ لیں بچے نہ
ڈھونڈ سکتے تھے کہ قتل کرنے لگے ایکبار عبداللہ بن علی مع انس بن مالک بن نویر
بنی امیہ کے نہرانی فطرس کے کنارے ایک دسترخوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا
اتفاقاً شبلی بن عبداللہ بنو ہاشم کا آننا و غلام آگیا بنو امیہ کو اس عزت و احترام
دیکھ کر فی البدیہہ یہ شعر پڑھے جن میں ہاشمیوں کا بدلہ بنو امیہ سے لینے کی ترغیب دی
قی ان اشعار کے سننے سے عبداللہ بن علی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں خادموں
کو حکم دیا کہ ان جان باختہ بد بختوں کو مار مار کر فرش کر دو خادموں نے ایسا ہی کیا
جب وہ سب کے سب بدحواس ہو گئے زمین پر لٹے لٹے گئے تو انکے اوپر درختوں
پچھا کے دوبارہ کھانا چنا گیا عبداللہ بن علی نے اپنے اور ہمارے بیون کے کھانا کھانے
اور ان زخمیوں کے کراہنے کی آواز برابر آرہی تھی یہاں تک کہ مر گئے بعض نے کہا
کہ یہ واقعہ سفاح کے سامنے گذرا ہے اس واقعہ کے بعد بنی امیہ کے ایک ایک گروہ قتل
کر کے لاشوں کو راستوں میں پھینکوا دیا جسکو مدتوں کتے کھاتے رہے بنی امیہ
قبور کھدوائی گئیں جن میں راکھ کے مشابہ چیز کے سوا کچھ نہ نکلا سوا دیہ بن ابی سفاح
کی قبر میں ایک موبہوم خط سا نکلا عبدالملک کی قبر سے ایک کھوپڑی برآمد ہوئی
کسی کسی قبر میں بعض بعض اعضا بھی ملے مگر ہشام بن عبدالملک کا لاشہ جیون کا تھوڑا
نکلا صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی نعش پر کوڑے لگوا کے صلیب پر چڑھا
پھر اسکو جلا کے راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ اس عام غوریزی سے بنو امیہ کا کوئی
جائز نہوا سوا سے شیر خوار بچہ اور ان لوگوں کے جو اندس کی طرف بھاگ گئے

ان واقعات کے بعد بنو امیہ کے بعض ہوا خواہوں اور سپہ سالاروں نے سفاح پر
دعویٰ کیا اور انھوں نے سفید کپڑے پہنے اور سفید ہی ریاات دیکھ کر یہ نصیب کیے
ہوئے شاعر عباسیہ کے خلاف تھا اسلئے ان کو کتب و تاریخ عربی میں بیہوش اور کتب فارسی
میں سفید جامگان اور کتب اردو میں سفید پوشان کے لقب سے یاد
کرتے ہیں۔ غرض کہ ذی الحجہ ۳۳۳ھ میں اپنی حکومت سے چار برس آنے میں نے کے بعد
بنو عباس سفاح انتقال کر گیا اپنی موت سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور
و انقی کی خلافت کے لئے وصیت کی تھی فرقہ عباسیہ صرف منصور عباسی ہی تک
اس خاندان میں امامت کا قائل ہے مگر جتنے علوی فرمے تھے وہ اس بات کا
انکار ہی کرتے رہے کہ خلافت کا حق کسی طرح بنی عباس یا کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا
انکے قول تھا کہ ہرگز ابو ہاشم محمد بن حنفیہ تک خلافت نہیں پہنچتی نہ تو وصیت کے
ذریعہ سے نہ کسی اور طریقے سے جس زمانے میں کہ سفاح نے اپنے خلیفہ ہونے پر
امام الناس سے بیعت لی اسوقت تک اسلامی لشکر کو یہی خیال تھا کہ یہ سند عظیم
علویوں ہی کا حق ہے اور وہ مرتبہ غلو جو نصیریوں کو ہے اس سے اہتساب کرتے تھے
اس سبب سے جہان سفاح نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کی چوہوں کو مضبوط کروں
اور اپنی شوکت شاہانہ کو قوی کروں تاکہ کسی طرح میرے بعد امام ہندی تک یہ حق
سلطنت میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ ملے وہ ان اسکے بھائی ابو جعفر منصور نے
خلیفہ بنے ہی یہ ارادہ کر لیا کہ جانتک ہو سکے علویوں کو تباہ و ذلیل کر دوں ایسا نہو
کہ میری سلطنت میں مزاحمت کریں۔

فرقہ اسماعیلیہ

انکا اعتقاد ہے کہ امام بعد وفات جعفر صادق کے ان کے پسر کلان حضرت اسماعیل
میں جو اسماعیل الاعرج کے معروف ہیں اسواسلئے کہ امام جعفر نے ان کی امامت کے
لئے کہہ دیا تھا کہ ان هذا الاصفیٰ الکا کبریا لم یکن بہ عاہدہ اور سب اولاد امام جعفر
میں وہ نجیب بھی ہیں اسلئے کہ ان کی ماں جنکا نام فاطمہ ہے حسن بن حسن بن علی

بن ابی طالب کی بیٹی ہیں تاریخ فرشتہ میں خواجہ عطاء اللہ ملک جو بنی کی چھانک سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو ولی بنایا تھا جب انھوں نے شراب پئی لی تو ان کو معزول کر کے حضرت موسیٰ کاظم کو ولی عہد بنایا لیکن روایت صحیح یہ ہے کہ حضرت اسماعیل جب تک کیفیت ابو محمد پر امام کے سامنے عریض میں کہ مدینے میں ایک وادی ہے جہاں اہل مدینہ کے اوشٹ چرتے ہیں مگر گئے تھے اور وہاں سے ان کی لاش مدینے میں لائی گئی اور اسے بری میں بقیع القریٰ میں جو مدینے کا ایک قبرستان ہے مدفون ہوئے تھے اور والد ان کے بین برس تک زندہ رہے۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں مذکور ہے کہ اسماعیل امام جعفر صادق کی ساری اولاد میں بڑے تھے اور ان کے ساتھ امام موصوف کی سجد محبت تھی اسلئے اکثر شیعہ کو یہ خیال تھا کہ بعد باب کے ہی امام ہونگے کیونکہ سب اولاد میں یہ بڑے بھی تھے اور باب کو اسے محبت بھی زیادہ تھی اور ان کی مکرم بھی کرتے تھے مگر جب وہ اپنے باب کی حیات میں مقام عریض میں انتقال کر گئے بقیع میں مدفون ہو گئے تو ان شیعہ نے ان کی امامت کے خیال کو دل سے دفع کر دیا مگر بعض ایسے شیعہ جن کو امام جعفر صادق سے کچھ خصوصیت نہ تھی اور نہ ان کے راوی تھے بلکہ دور دور از مقامات پر رہا کرتے تھے ان کو بھی گمان رہا کہ اسماعیل الہی زندہ ہیں۔ جب امام جعفر نے انتقال کیا تو شیعہ کے عین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے امام موسیٰ کاظم کی امامت کو مان لیا و و ممر سے نے جان لیا کہ حضرت اسماعیل زندہ نہیں ضرور مر گئے ہیں مگر ان کے فرزند محمد امام ہیں اسلئے کہ امامت ان کے باب میں تھی اور بیٹا بمقابلہ بھائی کے زیادہ حقدار ہے عیسٰی اگر دو حضرت اسماعیل کی حیات کا مقرر ہا پس یہ پچھلے دونوں فرستے اسماعیل علیہ السلام کے ہیں اور پہلے فرقہ امامیہ میں شمار ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امامت اسماعیل کی اولاد میں

بعض روایات سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے بڑے بیٹے کو ولی عہد بنایا تھا لیکن روایت صحیح یہ ہے کہ حضرت اسماعیل جب تک کیفیت ابو محمد پر امام کے سامنے عریض میں کہ مدینے میں ایک وادی ہے جہاں اہل مدینہ کے اوشٹ چرتے ہیں مگر گئے تھے اور وہاں سے ان کی لاش مدینے میں لائی گئی اور اسے بری میں بقیع القریٰ میں جو مدینے کا ایک قبرستان ہے مدفون ہوئے تھے اور والد ان کے بین برس تک زندہ رہے۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں مذکور ہے کہ اسماعیل امام جعفر صادق کی ساری اولاد میں بڑے تھے اور ان کے ساتھ امام موصوف کی سجد محبت تھی اسلئے اکثر شیعہ کو یہ خیال تھا کہ بعد باب کے ہی امام ہونگے کیونکہ سب اولاد میں یہ بڑے بھی تھے اور باب کو اسے محبت بھی زیادہ تھی اور ان کی مکرم بھی کرتے تھے مگر جب وہ اپنے باب کی حیات میں مقام عریض میں انتقال کر گئے بقیع میں مدفون ہو گئے تو ان شیعہ نے ان کی امامت کے خیال کو دل سے دفع کر دیا مگر بعض ایسے شیعہ جن کو امام جعفر صادق سے کچھ خصوصیت نہ تھی اور نہ ان کے راوی تھے بلکہ دور دور از مقامات پر رہا کرتے تھے ان کو بھی گمان رہا کہ اسماعیل الہی زندہ ہیں۔ جب امام جعفر نے انتقال کیا تو شیعہ کے عین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے امام موسیٰ کاظم کی امامت کو مان لیا و و ممر سے نے جان لیا کہ حضرت اسماعیل زندہ نہیں ضرور مر گئے ہیں مگر ان کے فرزند محمد امام ہیں اسلئے کہ امامت ان کے باب میں تھی اور بیٹا بمقابلہ بھائی کے زیادہ حقدار ہے عیسٰی اگر دو حضرت اسماعیل کی حیات کا مقرر ہا پس یہ پچھلے دونوں فرستے اسماعیل علیہ السلام کے ہیں اور پہلے فرقہ امامیہ میں شمار ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امامت اسماعیل کی اولاد میں

مقالہ امامان سے منقول ہے جناب بنی ہاشم اور آحاد بنی ہاشم کا بیان ہے کہ اسماعیل انبیاء میں سے ہے

اس کا ایک نبی رہی یہ اسماعیلیہ بھی امام کے بعد موت کے دنیا میں لوٹ آئے کے حال میں۔ ان کا قول ہے کہ ایک جزو انہی نے ائمہ میں حلول کیا ہے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بعد ائمہ بطریق وجوب بحق امامت ہیں جس طرح آدم علیہ السلام جو ملائکہ کے مستحق تھے یہی عقیدہ فاطمیین کا بلا و مصر میں تھا اور اسماعیلیہ کا آدم بھی جو اللہ تعالیٰ قادر و مختار نہیں ہے وہ جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو وہ اس کے بے اختیار موجود ہو جاتی ہے جیسے سورج کے شعاع بے اختیار کھینچ لیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ صاحب ارادہ ہے بلکہ جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے وہ اس کی ارادت کو لازم ہے جیسے آگ کو گرمی اور آفتاب کو روشنی اور اسماعیلیہ کے نزدیک ائمہ میں عصمت کا ہونا شرط ہے یہی مذہب امامیہ کا ہے۔ اور اسماعیلیہ کے نزدیک امام مقرر کرنا اللہ پر واجب ہوا اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلالت کرتی ہے اور وہ اس طرح سے مقرر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شناخت کرائے اور جو ایمان اللہ کے حق میں جائز و واجب ہیں اور جو اس کے حق میں محال ہیں سب کی پہچان بتائے اور معرفت انہی کی تعلیم فرمائے کیونکہ ان کے نزدیک بغیر کسی معلم کے اللہ کی معرفت ناممکن ہے۔ اسماعیلیہ کو بابا علیہ بھی کہا کرتے ہیں اس وجہ سے کہ بابا کا نام ایک نبی آدمی تھا ان سے جب زمانہ معصوم باللہ بن ہارون الرشید میں شیعہ ہجری میں آذربائیجان میں خروج کیا تھا اور اہل اصفہان و ہمدان نے اس کی متابعت کر لی تھی تو اس فرقے کے بھی بہت سے آدمی اس کے شریک و معاون ہو گئے تھے اور اس کو بابا خرم دین کہتے تھے اس لیے کہ اس نے اس دین کو اختراع کیا تھا تاخ اور باحت کا قائل تھا اور اس کے اصحاب کو خرمیہ کہتے تھے خرم کے معنی فرخ کے ہیں اس کا مذہب یہ تھا کہ آدمی اپنی مان میں بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا مجاز ہے اسی لیے اس نے اپنے دین کا نام خرم دین یعنی فرخ رکھا تھا اور چونکہ خرمات کو حلال کر دیا تھا اسلئے اس کے فرقے کو خرمیہ (خامے حلی) کے کسرے اور رائے محلہ کے مشکون سے)

مذہب امامیہ میں شمار ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امامت اسماعیل کی اولاد میں

مذہب امامیہ میں شمار ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امامت اسماعیل کی اولاد میں

چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس مذہب میں لانے لگا خلف کے انتقال کے بعد احمد نام اسکا بیٹا ناپ کا جانشین ہوا اس نے غیاث نامی ایک شخص کو جو نہایت فصیح و بلیغ اور شاعر اور چالاک تھا اپنا نائب بنایا اور عراق کی طرف بھیجا اس شخص نے پہلے پہل ایک کتاب اصول مذہب باطنیہ میں تصنیف کر کے اس کا نام بیان رکھا غیاث نے اس کتاب میں وضو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ احکام کے معانی نہایت دلکش عبارتوں میں بطور باطنیہ کے بیان کر کے اپنے لغت سے شواہد قائم کئے ہیں اس کتاب میں کہتا ہے کہ شارع کی یہی مراد ہے اور جو کچھ عوام نے سمجھا ہے بالکل غلط ہے اسکے وقت میں مذہب باطنیہ کو بڑی رونق مل گئی تھی آدمیوں کو یہ نئی روش جس میں کمال بیباکی تھی بہت پسند آئی ہزاروں جاہل اسکے متقد ہو گئے اور دور و دور از ملکوں سے اس کے پاس لوگ آکر جمع ہو گئے یہ واقعہ سلسلہ ہجری کا ہے اس وقت اشعری میں فلسفہ اور احوال گیا۔

غیاث اسی کارروائی میں تھا کہ کسی نے اسکو خبر دی کہ رؤساء اہل سنت نے تیرے قتل کے لیے فکر کی ہے یہ سکر غیاث مروشا ہجوان کو بھاگ گیا اور وہاں چھپ کر اپنے کام میں مشغول رہا مدت کے بعد پھر رے کا قصد کیا اور اہل سنت کے خوف سے دوبارہ وہاں سے بھاگ نکلا اور راستے میں مر گیا عبداللہ بن میمون قدارح یہ خبر سکر از حد اندو گین ہوا اور اسی غم میں مر گیا۔

تیسرا خلیفہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ یہ فرقہ خلف کا متبع ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ قرآن اور احادیث میں نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ کا ذکر ہے یہ سب چیزیں معانی لغوی پر محمول ہیں یعنی جو کچھ ان کے معانی لغت سے سمجھے جاتے ہیں وہی شارع کی مراد ہیں کوئی اور معانی ان کے مراد نہیں مگر قیامت اور بہشت و دوزخ کے منکر ہیں۔

یہ جو تھا قرامطہ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ یہ کہتے ہیں محمد بن اسماعیل بن جعفر موافق وصیت اپنے باپ کے امام ہیں اور محمد نہیں مرے ہیں وہی مہدی ہیں ہمد زندہ ہوتا

یہ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ رئیس اور پیشوا اس فرقے کا جس نے انکی دعوت اپنے مذہب کی طرف کی تھی کو ف کے علاقے میں ایک مقام پر بیمار ہو گیا وہاں کا ایک آدمی اسے اپنے مکان پر لیگیا جسے بسبب سرخی چشم کے گرمیہ کہا کرتے تھے کہ گرمیہ دین کی زبان میں یہ لفظ سرخی چشم کے معنی میں ہے جب شیخ قرامطہ کو آرام ہوا تو یہ بھی اسی شخص کے نام کے ساتھ مشہور ہو گیا پھر محقق و معرب کر کے قرمطہ کہنے لگے اور علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ فرقہ قرامطہ کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے کہ ایک شخص کو ف کے ضلع میں سلسلہ ہجری میں ظاہر ہوا جو نہایت زہد و ورع میں مشہور تھا اسے قرمطہ کہا کرتے تھے ہر جہ سے کہ وہ یک لیل پرورد ہوتا تھا جس بیل کے مالک کو گرمیہ کہتے تھے پس قرمطہ اسی لفظ گرمیہ کا معرب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فرقہ قرامطہ کے سرغنہ کا نام حمدان اشعث اور لقب قرمطہ ہے اور حمدان کو قرمطہ اس لیے کہتے ہیں کہ کوتاہ پا تھا چلنے میں قریب قریب قدم رکھتا تھا تاج اللغات میں لکھا ہے کہ قرمطیہ زنجبیل کے وزن پر اس شخص کو کہتے ہیں جو قریب قریب قدم رکھے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ فرقہ قرمطیہ جس شخص کی طرف منسوب ہے اس کا نام حمدان بن قرمطہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قرمطہ ایک جگہ کا نام ہے واسطہ کے علاقے میں حمدان کہا کرتا تھا لایم الرضیٰ میں مذکور ہے کہ قرامطہ پیشوا احمد بن قرمطہ ہے جو واسطہ کے علاقے کے ایک گائون کا رہنے والا تھا اسکی آنکھیں اور بصرہ نہایت سرخ تھا اس لیے گرمیہ گاف فارسی سے مشہور ہو گیا جبکہ معنی فارسی میں سرخی کے ہیں پس اسی لفظ گرمیہ میں تخفیف و تخریج ہو کر قرمطہ ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی الاصل ہے قرمطہ البعیر سے نکلا ہے جب اونٹ قریب قریب قدم رکھتا ہے تو کہتے ہیں قرمطہ البعیر اور وضو الصفا میں لکھا ہے کہ جو کہ قرامطہ کا ایک رئیس ابتدا سے ظہور اس مذہب میں اپنے خط کو قرمطہ یعنی گنجان اور باریک لکھا کرتا تھا اس لیے اس گروہ کو قرامطہ کہنے لگے تاج اللغات میں مذکور ہے کہ قرمطہ فخری طور پر اور گنجان کہنے کو کہتے ہیں صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کا قول فریخ مابین السطور و قرمطہ بین الحروف یعنی بین السطور میں

اس کے باپ کا نام عثمان لکھا ہے اور ابن خلدون نے یحییٰ کا بیٹا بتایا ہے فسح
 قرامطہ زکریہ بن مرویہ کہا کرتے تھے یہ سلسلہ ہجری میں لشکر بغداد کے ہاتھ سے
 مارا گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے اپنی جماعت کے ساتھ عراق کے راستے میں
 حاجیوں کو پکڑ کر قتل کرایا ان کا مال و اسباب لوٹ لیا مکتفی خلیفہ بغداد نے قرامطہ
 کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا جس نے انکو مار کر بھگا دیا زکریہ زخمی ہوا اور سات دن
 بعد مر گیا اسکا سر بغداد میں تشہیر کرایا گیا۔ قرامطہ نے اپنا نام قائم باطن رکھا تھا۔ عمل
 آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ قرامطہ فرقہ ازارقہ کی راہ کو جو خارج کا ایک گروہ ہے پسند
 کرتا تھا بہر صورت اول اول قرامطہ نے جنگل کے رہنے والوں کو جو بے علم بے عقل
 نیم وحشی تھے اپنے مذہب کی طرف بلانا شروع کیا وہ لوگ اسکی متابعت میں آ گئے
 اور پھر اسکے پیروں کی جماعت بڑھنے لگی اسکے پیرو اپنے قول کو علم باطن کہتے ہیں
 شرائع اسلامی کی تاویل کرتے ہیں ظاہر سے اپنے امور و رسوم کی طرف پھرتے ہیں آیات قرآن
 کو ناول بتاتے ہیں اور یہ لوگ حرام چیزوں کو مباح جانتے ہیں ابوالفدا میں لکھا ہے کہ شیخ
 قرامطہ کی شرائع میں سے یہ بات تھی کہ نیکو کو حرام اور شراب کو حلال بتاتا تھا اور نہایت
 یعنی ناپاکی کے بعد غسل کرنا اسکے نزدیک ضروری نہ تھا صرف وضو کر لینا کافی سمجھتا تھا اور
 سنے حلال کیا تھا گوشت فیش والے درندے کا جو شکار کرتا ہوا اپنے نیش سے اور ان طاغوتیہ
 جنگل والے کا جو شکار کرتے ہوں اپنے جنگل یعنی تلخوں سے جو فی الحقیقت حرام ہیں اور
 پارسینوں کے دو دونوں میں اسنے روزہ رکھنا تجویز کیا تھا ایک دروز کے دن دوسرے
 حرکان کے دن کہ وہ نام ہے ماہ مہر کی سولہویں تاریخ کا نسیم الریاض سے ثابت ہوتا ہے
 کہ قرامطہ کو اپا جیہ بھی کہتے ہیں سلسلہ ہجری میں قرامطہ کی شوکت ایسی بڑھ گئی کہ
 انھوں نے دمشق کو گیر لیا مگر اطراف کے لشکر نے جمع ہو کر انکے سردار پیشوا یحییٰ نامی کو
 قتل کر ڈالا جب یہ مارا گیا تو اسکا بھائی حسین جانشین ہوا جب اسکی موت ہو گئی تو اہل
 دمشق نے کچھ بل اسکو دیکر صلح کر لی پھر اسنے حص پر چڑھائی کی اور اسپر غالب آیا
 اور اپنا خطبہ ممبروں پر پڑھوایا اور اسکا لقب میر المؤمنین ممدی مقرر ہوا اور اپنے

بھائی کے بیٹے کو اسنے اپنا ولی عہد مقرر کر کے اسکا لقب ممد شرر رکھا اور کہا کہ یہ وہی ممد شرر
 جسکا ذکر قرآن میں ہے پھر حاکم اور معمر وغیرہ پر یورش کی اور وہاں تباہی و قتل عام
 کیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا پھر سلیمہ گیا اور بے جنگ جہل قبضہ
 میں لا کر رعایا کو مع مکتب کے لوگوں کے جلاد یا جب اسکی حکومت بہت قوی ہو گئی
 تو مکتفی خلیفہ بغداد نے تیاری کر کے اسکے استیصال کے لیے خود بغداد سے حرکت کی اور
 آپ قورقہ میں ٹھہر گیا قرامطہ کے پیچھے لشکر کو بھیجا ۲۴ محرم ۳۹۱ ہجری کو قرامطیوں
 اور بغدادیوں سے حاکم سے دس کوس کے فاصلے پر جنگ ہوئی قرامطہ کو شکست
 ہوئی حسین اور اسکا چچا زاد بھائی ممد خلیفہ کے حضور میں گرفتار ہو کر آئے خلیفہ نے
 دونوں کی گردن مروادی اور حسین کا سر تشہیر کرایا۔ اسکے بعد زکریہ بن مرویہ نے
 قرامطہ کی سرعنائی کی ۳ سال کے بعد سلسلہ میں مکتفی کے ہاتھ سے اس کی تمام
 شوکت برباد ہو کر خود بھی مارا گیا۔ صناعت الطرب میں لکھا ہے کہ قرامطہ نے اپنے
 پھر بیرون کا رنگ سفید رکھا تھا۔ نزہۃ الجلیس میں لکھا ہے کہ سلسلہ ہجری کو صناعت
 میں میں ایک قریبی داخل ہوا اسکا نام علی بن فضل تھا یہ شخص یعنی تھا سب اسکا
 خفتری تھا کہ خضر بن سباء الاصفہر کی اولاد میں سے تھا اس زمانے میں صنائرین
 کا حاکم مکتفی بن معتضد عباسی کی طرف سے اسد بن ابی یحییٰ تھا یہ قریبی نہایت
 بد مذہب تھا اسکو نبوت کا دعویٰ تھا اس کی مجلس میں ایک شخص پکارا کرتا
 اشہد ان علی بن الفضل رسول اللہ اسنے اپنے اصحاب کے لیے خراب پینا اور
 بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنا مباح کر دیا تھا اور جب اپنے کسی معتقد کو تحریر کرتا تو
 عنوان تحریر کا یوں ہوتا من باسط الاذن و داحیہا و منزل الہیال و مرسما
 علی بن الفضل الی عبدہ فلان یعنی یہ تحریر ہے زمین کے پھیلانے والے اور
 لانگنے والے اور پھاڑوں کے ہلانے والے اور پھرانے والے علی پر فضل کی جانب سے
 فلان نہدے کے نام اسنے اپنے مذہب میں تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا جس
 اشرف بغداد اسنے اسکی ہلاکت کی فکر کی اور سلسلہ میں زہر دیکر مار ڈالا۔

تاریخ فرشتہ میں سلطان علاء الدین کے حالات میں لکھا ہے کہ اُس کے عہد میں دہلی میں آدمیوں کا ایک گروہ جمع ہوا جو باجیہ تھے اُن کی عادت تھی کہ سال میں ایک مرتبہ رات کو سب ایک جگہ جمع ہوتے اپنی مان بہنوں بیٹیوں اور کل محرمات کو جمع کرتے اور جس کا جی چاہتا وہ اُس عورت سے مباشرت کرتا سلطان جب یہ حال معلوم ہوا تو اُن کو پکڑوا کر آرسے سے چروا ڈالا اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے اور طبقات دول اسلام میں ذہبی نے سلسلہ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مقتدر عباسی کے عہد میں حسین بن منصور حلاج کو اونٹ پر سوار کر کر تشہیر کیا پھر اُسے لٹکا کر منادی کرائی گئی کہ یہ فرقہ قرامطہ کا داعی ہے اور قید کر دیا ہا نکاح کہ سلسلہ پجری میں قتل کروا ڈالا اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ الوہیت کا مدعی تھا اور حلول کا قائل تھا و فیات الامیان میں ابن خلکان نے حلاج کے حال میں لکھا ہے کہ ماہ ذیقعدہ ۳۳۵ میں درجہ حلاج کے قتل کا حکم دیا تو جیچا نے سے اُسے نکال کر باب لطاق کے پاس لے گئے اور وہاں ہزاروں آدمی جمع ہو گئے جلاوٹے اُس کے ہزار کورسے لگائے پھر جلورن ہا تھراؤن کاٹے پھر سر کاٹا اور بدن کو جلا دیا اور راکھ کو دھلے میں ڈلوادیا اور سر کو بغداد میں بل پر لٹکا دیا اُسے معتقد خیال کرتے تھے کہ وہ دنیا میں چالیس دن کے بعد جوع کرے گا جبل تفاق سے دھلے میں پانی بڑھ گیا تو یہ لوگ دھننے لگے کہ یہ حلاج کی راکھ کا اثر ہے اور بعض معتقد کہتے تھے کہ حلاج نہیں مارا گیا بلکہ اسکی مشبیہ اُس کے دشمنوں کے سامنے پیدا ہو گئی تھی اس کے بعد کہا کہ نام محمد بن جوفی نے کتابا شامل فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ ان تین شخصوں نے باہم صلاح اور وصیت کی تھی کہ سلطنت کو لوٹ دو اور مالک میں نساد پھیلا دو اور تمام آدمیوں کی تالیف قلوب کر کے اُن کو مرتد کر دو اور ہر ایک نے یہ چاہا تھا کہ ہر ایک ملک میں یہ خرابیاں پھیلا دے اُن میں سے جنابی نے مالک احسا میں

اور طنج نے مالک ترک میں اور حلاج نے علاقہ بغداد میں مکر و ارشاد کا حال بھائی تھا اس لیے حلاج مروا ڈالا گیا ابن خلکان کہتا ہے کہ اس روایت کی صحت میں کلام ہے اس لیے کہ یہ تینوں ایک وقت میں جمع نہ تھے اگرچہ جنابی کا عہد حلاج کا ایک عہد تھا اس لیے اُن کا جمع ہونا ممکن ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ یہ دونوں جمع ہوئے اور باہم ملے بھی یا نہیں۔ اور مراد جنابی سے ابو طاہر سلیمان بن محمد سعید حسن بن بہرام قرمطی رئیس قرامطہ ہے کتب تواریخ وغیرہ میں لکھا ہے کہ حلاج ساحر تھا اور سحر میں نہایت مهارت اور کمال رکھتا تھا اور عبد اللہ بن مالک کو فی کا شاگرد تھا اور وہ ابو خالد کابلی کا شاگرد تھا اور وہ ذرقانی پامہ کا شاگرد تھا اور ذرقانی وہ شخص تھا جس نے سراج ہشت عمارت بن سوید تمیم سے ہادوس کیا تھا یہ عورت کا ہنہ تھی اور فائدان بنی جنبر سے تھی جو قبیلہ بنی تمیم کی ایک شاخ ہے حضرت ابو بکر کے عہد میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ قبیلہ بنی تمیم اور قبیلہ تغلب اور قبیلہ بنی مدیہ کے لوگ اُس کے مرید ہو گئے تھے۔ حلاج ذمہ و تصوف ظاہر کرتا تھا کرامات دکھلاتا تھا گرمی کا میوہ سردی کے موسم میں سردی کا گرمی کے موسم میں لوگوں کیسے موجود کرتا لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے اور کرتے اور جو کچھ اُن کے دلوں میں ہوتا یہ بتا دیتا تھا اور اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلا کر غیب سے دم پیدا کر دیتا چہرہ لکھا ہوتا قل ھو اللہ احد اور ان کا نام درہم قدرت رکھا تھا لوگوں کے خیالات اُسکی نسبت مختلف ہو گئے تھے بعض کہتے تھے اُس میں جزو الہی نے حلول کیا ہے بعض اُس سے ولی جانتے تھے بعض کہتے تھے کہ وہ شعبہ باز ساحر کا بن جھوٹا ہے حلاج برس روز تک کے میں حجرا سود کے پاس رہا کبھی سائے میں نہیں گیا دن بھر روزہ رکھتا شام کو پانی سے افطار کر کے تین نواسے رکھ کر روتی کے کھانا اُسکے سوا کچھ نہ کھاتا بغداد میں آیا تو حامد وزیر مقتدر عباسی سے لوگوں نے بیان کیا کہ حلاج خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اور جن میری خدمت کرتے ہیں اور جس چیز کے لیے میں کہتا ہوں وہ اُسے برے

پاس سے آتے ہیں اور میں مجزات انبیاء دکھلاتا ہوں بہت سے لوگ اسکے تابع ہو گئے اور اسکو خدا جانتے گئے اور ایک شخص نے نبی ہاخم میں سے دعویٰ کیا کہ علاج خدا ہے اور میں اسکا نبی ہوں وزیر نے ان لوگوں کو بلا کر دریا فست کیا تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں ہم علاج کو خدا جانتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ مڑے کو زندہ کرتا ہے اور جب علاج کو بلا کر پوچھا تو وہ مگر گیا اور کہا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ پر حسرت کرتے ہیں میں دعویٰ خدا کی کا نہیں کرتا اور نہ پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہوں میں زندہ خدا کا ہوں اور نماز و روزہ اور خیرات کرتا رہتا ہوں وزیر نے قاضی ابو عمر اور ابو جعفر اور فقہاء کی ایک جماعت کو حاضر کیا اور اس کے قتل کے بارے میں فتویٰ چاہا اس نے کہا کہ جب تک ہمارے نزدیک اسکا دعویٰ کرنا خدا کی کاشا بت اور تحقیق نہ ہوگا ہم اس کے قتل کا حکم نہیں دیتے ایک شخص نے جو میرے کارہنہ والا تھا کہا کہ میں صلیح کے صاحب کو پہچانتا ہوں کہ جو شہر دن میں پھیلے ہوئے ہیں اور خلافت کو علاج کی الوہیت کی طرف دھوت کرتے ہیں اور یہ پھر بھی اصحاب علاج سے تھا مگر جبکہ اسکو معلوم ہوا کہ یہ سارے تو اس کو چھوڑ کر ابو علی ہارون بن عبدالعزیز کا تب انباری کے پاس آکر بیان کیا کہ علاج نے اپنے کیش و مذہب کے موافق ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے ان کے بنی حلق سراسر سلطانی بن نصر حاجب کے پاس قید تھا اور علاج کے مدنام تھے ایک حسین بن نصر اور دوسرا احمد بن فارسی اور ایک خوبصورت لڑکی علاج کے کسی مصاحب کی ایک مدت سے سراسر سلطانی میں علاج کے پاس آنے اور رفت رکھتی تھی اس لڑکی کو وزیر کے پاس لائے ابو القاسم زنجی کتاب ہے کہ میں اس وقت وزیر کی خدمت میں حاضر تھا اور ابو علی احمد بن نصر بھی حاضر تھا وہ لڑکی کمال نضوج اور خوش گوئی وزیر نے اس سے حال پوچھا لڑکی نے کہا مجھے میرا باپ علاج کے پاس لے گیا تھا علاج نے بہت سی چیزیں مجھے دیں اور کہا میں نے جھٹکوا اپنے بیٹے سلیمان کو کہ مجھے وہ سب فرزندوں سے زیادہ عزیز ہے مگر شوہر روزن کے درمیان اسوقت کوئی بات آئے کہ جب تو اس روز روزہ رکھے اور پچھلے دن میں کوٹھے پر جا کر خاکستر اور نمک میں

اور پھر اس سے تو روزہ کھولے اور بعد اس کے میرے پاس آکر جو کچھ تو کیلگی میں اس بات سنو گا اور اس لڑکی نے یہ بھی کہا کہ ایک روز میں کوٹھے سے اترتی تھی اور علاج کی بیٹی میرے ساتھ تھی اور علاج ہم سب سے پہلے کوٹھے سے نچے اترتا تھا اور وہ دیکھتا تھا علاج کی بیٹی نے مجھ سے کہا کہ تو میرے باپ کو سجدہ کر میں نے کہا کہ اگر خدا کو سجدہ کروں علاج نے کہا کہ وہ خدا آسمان کا ہے اور میں خدا زمین کا ہوں اور مجھے آگے بلا کر انہی جیب سے ایک ڈبہ مشک کا نکال کر دیا اور کہا کہ عورتوں کو خوشبو کی طرف اکثر احتیاج ہوتی ہے اسکو لے لو اپنے کام میں لا اور پھر کہا کہ بوریے کا کونہ اٹھا کر جو کچھ اس کے نیچے ہوا اسکو لے میں نے بوریے کا کونہ اٹھا یا دیکھا تو تازہ سسکے کی بوریوں سے تمام گھر بھرا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں مبہوت سی رہ گئی۔ وزیر نے اس کے اصحاب کو طلب کیا حمید اور سمیری اور محمد بن علی قبائی ایک خواص علاج کے گھر میں چھپے ہوئے تھے اس گھر میں سے ایک کتاب نکال کر لائے سونے سے لکھی ہوئی اور پانچہ دیبا میں لکھی ہوئی تھی اور اس میں اس کے اصحاب کے نام بھی لکھے ہوئے تھے ایک ان میں سے بن کیش تھا کہ وہ علاج کا شاگرد تھا غرض کہ وزیر نے اصحاب علاج کو تلاش کر کے کہا کہ یہ دو شخص علاج کے داعی ہیں کہ خراسان میں خلق کو علاج کی طرف دعوت کرتے ہیں اور علاج کی کتاب میں کئی خط تھے کہ ان دو شخصوں نے علاج کو بھیجے تھے اور ان کے جواب میں علاج کے خطوط بھی تھے جن میں علاج نے ان کو لکھا تھا کہ اس طرح دعوت میری طرف لوگوں کو کرنی چاہیے اور ہر شخص سے موافق اسکی عقل کے کلام کرنا چاہیے اور جواب انکا ایسے روز و کنایات میں لکھا تھا کہ بغیر اس شخص کے جس نے لکھا اور جسکو لکھا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا ابوالقاسم زنجی کتاب ہے کہ ایک روز میں اپنے باپ کے ساتھ وزیر کے پاس گیا وزیر اٹھ کر اس طرف جدھر علاج تھا گیا ہم بھی اس طرف گئے اور ہارون بن عمر بھی حاضر تھا اور میرے باپ سے بات کرنے میں مشغول تھا کہ ایک غلام نے اسکو اشارے سے بلایا ہارون اٹھ کر اس کے پاس گیا اور تصویر میری دیر کے بعد لڑتا اور کانپتا خوفناک رنگ میں زرد آ رہے تھے یہ حالت دیکھ کر پوچھا

کہ خیر تو ہے اُسے کہا کہ یہ غلام جسے مجھے اٹھانے سے بلایا تھا علاج پر محافظ ہے اور ہر روز
اُسے کھانا پہنچایا کرتا ہے وہ کتنا ہے میں جو اس وقت اُسکے واسطے کھانا لیکر گیا تو وہ
کہ سارا گھر زمین سے چھت تک اُسکے بدن سے بھرا ہوا ہے اور اتنی جگہ باقی نہیں کہ میں
کھانا اُسکے واسطے اُس گھر میں رکھوں اور وہ غلام اس قدر ڈرا ہے کہ بخار چڑھ آیا ہے
وزیر نے اُس غلام کو بلایا اور پوچھا اُسے سب حال بیان کیا وزیر نے کہا کہ تو علاج کے
سحر سے ڈر گیا۔ وزیر کو علاج کے عمل پر بڑا اصرار تھا اس لیے اُس سے وزیر سے
بحث کی مگر کوئی بات اُسکے منہ سے ایسی نہ نکلی جو شرع اسلام کے خلاف سمجھی جاتی
آخر کار اُس کتاب میں کئی ورق پائے جن میں مرقوم تھا جب مسلمان حج کا ارادہ
کرے اور وہ اُس سے بن نہ پڑے تو اپنے مکان میں سے ایک کوٹھری پاک صاف
مقبوب کرے اُس میں کوئی شخص نہ گئے جب حج کے دن آئیں تو یہ شخص اُس کا طواف
کمرے کو کچھ حجاج عمل کرتے ہیں وہ یہ بھی کرے پھر تیس تیس اُس کوٹھری میں جمع کرے
اچھا کھانا جو اُس سے ہو سکے اُن کو کھلائے اور کپڑے پہنا لے اور ہر ایک کو سات درم
دیدے یہ شخص بمنزلے اُس شخص کے ہوگا جس طرح کیا ہے وزیر نے یہ کتاب قاضی کو بڑھو
کو سنوائی قاضی نے علاج سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کہا ہے لکھا ہے اُسے جواب دیا
حسن بھری کی کتاب اخلاص سے قاضی کے منہ سے نکل گیا کہ لے حلال لدم میں سے
وہ کتاب مکہ میں پڑھی ہو اُس میں یہ کہاں ہے وزیر نے قاضی کا یہ نعت پڑھ لیا اور اصرار کیا کہ
اُس کا خون بلیغ ہونے کا فتویٰ لکھا لیا جب علاج کو خیر ہوئی کہ میرے قتل پر فتویٰ
لیا گیا ہے تو بولا میرا خون نکلو حلال نہیں میرا دین اسلام ہے اور مذہب سنت ہے
اور میری اس باب میں کتابیں جو دین میرے خون سے دگر نہ ہو اور خدا سے ڈرو مگر وزیر
نے علاج کی ایک نسی اور خلیفہ سے اجازت لیکر اسی طرح غذا کے ساتھ قتل کرایا۔
سید محمد بن جعفر کی جسنی کہ چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں اور عمر المعانی اور بحر الانساب انکی
تصنیفات سے ہیں لکھتے ہیں کہ ابن عربی صاحب فصوص لکھتے ہیں کہ حسین منصور
علاج کو جعلی دولت حاصل تھی اور افراد کا مقام رکھتا تھا لیکن میں کتنا ہوں کہ اُسکو

لے علاج الدم وہ مسکا را وان علاج : علاج ہوا

اہل اہل حق جو تہ کوہ گزانا الحق نہ کتا اور ایسا لفظ زبان پر نہ لاتا اسلیکے کہ جعلی ذات
ان کویت جوتی ہے اور جو کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں بعد اسکے کہا
میں کیا کروں کہ ابن عربی آج زندہ نہیں ورنہ میں یہ اُن سے کتا اور ضرور اپنی
اس کی مادر پاتا شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ مجھے اس سے تعجب ہے کہ درخت موسیٰ
سے توانی انا اللہ کی آواز آئے اور درخت در میان میں انہو پھر کیونکر روانہیں رکھتے کہ
منصور کے انا الحق کی آواز آئے اور منصور در میان میں ہو مولا نا جلال الدین رومی
نے اپنی وفات کے وقت مریدوں سے کہا کہ میرے مرنے سے علیین نہو نا کہ منصور کے
مرنے کے بعد سو برس کے بعد شیخ فرید الدین عطار کی روح پر تجلی کی تھی اور اُنکا مرشد
ہو سنا لولہ الا نوار فی طبقات الاخیار معروف بہ طبقات کبرا شعرائی میں حضرت
میر کاظم کے حالات میں مذکور ہے کان مراضی اللہ عنہ یقول عشر الحسین الخلاج
عشرۃ فلاح لیکن فی زمنہ من یا خلتا بید کا یعنی حضرت غوث اعظم فرمایا کرتے تھے
کہ حسین علاج کو ایک قسم کی لغزش ہو گئی تھی کوئی ایسا شخص اُس زمانے میں
نہ تھا جو علاج کو سنبھال لیتا مجدد الوفا ثانی نے عوارف الدیہ میں کہا ہے غلبہ حال
سے پہلے کفر اور اسلام میں تمیز نہ کرنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے اہل
حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے اگر کوئی اختلاف ہو تو غلبہ حال کی صورت میں ہے
اہل شریعت ایسے مغلوب الحال کو جو کفر و اسلام میں تمیز نہ کرنا ہو کا فر جانتے ہیں اور
اہل حقیقت کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں وہ یہ ہے کہ فقہا منصور علاج کو کا فر جانتے ہیں
اور اہل حقیقت کفر نہیں کرتے تاہم یہ بھی اُسے ناقص جانتے ہیں کا میں میں سے
شہین لکھتے اور مسلمان حقیقی نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اس مطلب پر گواہ ہے
انکرت بدین اللہ واکفر واجب | الدی وعند المسلمین فتبیح |
یعنی میں نے دین الہی کے ساتھ کفر کیا اور کفر میرے نزدیک واجب ہے اور مسلمانوں
کے نزدیک مذموم ہے علاج کے حق میں ایک فرمان لغت صاحب الزمان محمد بن حسن
کی طرف سے کتبہ امامیہ میں نقل کرتے ہیں مولوی حامی نے نفحات الانس میں

اور لو افع الاوار میں قطب شرانی نے بیان کیا ہے کہ زیادہ مشایخ نے حسین کو رد کیا ہے کہتے ہیں کہ اسکو تصوف سے کوئی لگاؤ نہیں بعض مشایخ نے اسکو قبول کیا ہے چنانچہ ابوالعباس بن عطاء اور ابو عبد اللہ خلیفہ اور ابوالقاسم نصر آبادی اور شبلی اور ابوالعباس شریح اسکے ماننے والوں میں سے ہیں اور یہ اسکے قتل پر راضی نہیں اور خواجہ جنید اور ابوالقاسم قشیری بھی اسکی صحت حال کے مقررین اور قشیری نے اپنے رسالے میں اس کے ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا عقیدہ اہل سنت کے مطابق بتایا ہے کشف المحجوب میں آیا ہے کہ حسین کو صوفیہ متاخرین نے قبول کیا ہے اور بعض صوفیہ متقدمین نے جو اسکو مجبور کیا ہے تو یہ اسکی بیدینی کی وجہ سے نہیں معاملے کا مجبور اہل مجور نہیں ہوتا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی اور شیخ ابوعلی فارمدی اور شیخ یوسف ہمدانی اس کے حال میں متوقف ہیں کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ حسین کی ان باتوں سے کیا مراد ہے اور شیخ الاسلام نے کہا ہے میں حسین بن منصور کو دو وجہ سے قبول نہیں کرتا (۱) مشایخ سلف نے اسے قبول نہیں کیا (۲) اسکے قبول نہ کرنے میں دین اور شرع کی رعایت ملحوظ ہے مگر میں رد بھی نہیں کرتا اور جو اسے قبول کرتا ہو اسے یہ کہتا ہوں شیخ فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں کہتے ہیں کہ حسین کو ساحر یا حلولی جاننا تحقیق کے خلاف ہے وہ بکا موجد تھا حسین منصور علاج ساحر ایک اور شخص تھا جس نے شیخ عیسیٰ اسکی تقلید کر کے ظہور کیا تھا اور وہ مارا گیا اس کا مذہب حلول تھا اور یہ منصور ولی کامل تھا شہر یضام ملک فارس کا باشندہ تھا خواجہ عمر بن عثمان کی کامرید تھا خواجہ جنید اور خواجہ سہل بن عبد اللہ قسری وغیرہ کے ساتھ مدتوں صحبت رکھی تھی پانچواں شمیمطیہ یہ لوگ یعنی بن ابی الشیطان حمسی کی طرف منسوب ہیں جو مختار کے لشکر کا ایک سردار تھا اسکو لشکر بصرہ پر امیر کر دیا تھا وہ مصعب بن عمیر سے جنگ کرتا رہا اور مقام مذار میں مارا گیا اسکے نزدیک جعفر صادق کے بعد امامت ان کے پانچوں بیٹوں کو پہنچی کہ اول اسماعیل امام ہوئے پھر محمد پھر موسیٰ کاظم

پھر عبد اللہ افطح پھر اسحاق اور محمد بن اسماعیل کی امامت کا منکر تو نہ تھا مگر یہ کہتا تھا وہ مسکے ہیں اور پھر دنیا میں نہیں آئیں گے اس فن کی بعض کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے لیکن بالاتفاق کتب تواریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بصرہ پر مختار کا تسلط نہیں ہوا تھا بلکہ وہ عبد اللہ بن زبیر کے قبضہ و تصرف میں تھا جنہوں نے اوائل مسئلہ یا اواخر سلطہ میں حرث بن ربیعہ کو حکومت بصرہ سے منول کر کے اپنے بھائی مصعب کو سند گورنری مرحمت کی تھی اور انھوں نے مرقاے کوہ کی تحریک سے مختار پر چڑھائی کی مختار نے ایک چھوٹا سا لشکر مع ان سرداروں کے جو ابراہیم بن اشتر کے ہمراہ تھے ابن شمیمطیہ کے ساتھ مصعب کے مقابلے کو روانہ کیا تمام مذار میں طرفین نے صف آرائی کی مصعب کی فوج نے ابن شمیمطیہ کو سخت مرہوم دی اور اسکے تقریباً کل ہمراہی جنگ میں کام آ گئے۔

پچھٹا بر قعیہ یہ پیر ویز محمد بن علی برقی کے جسے ۲۵۵ھ ہجری میں اہواز میں خروج کیا تھا اور اپنے آپ کو علویہ کی طرف منسوب کر کے امامت کا دعوے کیا اور علوی عین اور لام کے فتنوں سے حضرت علی کی اس اولاد کو کہتے ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی بی بی بی سے ہو چلا لکھ یہ علوی نہ تھا بلکہ اس کی مان کے ساتھ ایک علوی نے نکاح کر لیا تھا اور اپنی مان کے ساتھ یہ بھی اس علوی کے مان آیا تھا اور یہیں پرورش پائی تھی بصرہ اور اہواز کے بعض علاقوں پر غالب آ گیا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنی بیعت میں لے لیا اور آخر کار معتقد خلیفہ عباسی کے لشکر سے شکست کھا کر قید ہوا اور بغداد میں اسکو معتقد نے سولی پر چڑھایا اور تمام شیعوں کے فرقوں میں اول جس نے قیہ حرک کیا وہ بھی محمد بن علی برقی ہے کہ بر ملا مذہب تشیع کو ظاہر کر لے لگا اور برقی اور متغیر اور مسلم کی درمیان میں خط و کتابت بھی اپنے عقائد کے پھیلانے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب مٹانے میں رہا کرتی تھی اسکے ماننے والے متفاد اور احکام شرع کے منکر ہیں اور نصوص کی تاویل کرتے ہیں اور بعض انبیاء کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں

اور انہیں لعنت کرنے کو واجب جانتے ہیں۔

ساتواں جناب یہ لوگ ابوسعید بن حسن بن ہرام جنابی کے متبع ہیں ان
شخص نے مقتدر عباسی کے عہد میں خروج کیا اور مجون کے تمام علاقے میں اپنے
اس مذہب کو رفتہ رفتہ پھیلا دیا کہ حضر اور نشر اور معاویہ کی ساری باتیں جھوٹے
تھے ہیں اور احکام شرع پر عمل کرنا نہ چاہیے بلکہ ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہے
چنانچہ تیسری صدی میں ابوسعید جنابی موسیٰ بن جعیت کے میں بہت سی جمعیت ایک
چڑھ آیا اور تین ہزار جانوں کو قتل کیا جب اس نے بحری میں اپنے ایک خدمتگار
کے ہاتھ سے جامین مارا گیا تو اسکا بیٹا ابو طاہر سلیمان اسکا قائم مقام ہوا اور قبر
اور احسا اور قطیف اور تمام ملک بحرین پر قابض و متصرف ہو گیا اور ۳۱۵ھ میں کوہ
چڑھائی کی اور مقتدر عباسی کی سپاہ کو پسپا کر کے اسے لوٹ لیا اور دیا سے فرات کی
طرف بہت سے شہر غارت کئے اور کام اسکا بڑھتا رہا اور اس نے مذہب باطنیہ کو
سواج عظیم دیا اور ۳۱۵ھ میں موسیٰ بن جعیت کے ساتھ آبا
امیر مکہ ابن جلیک اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور سجد احرام میں گھوڑے پر سوار
داخل ہوا اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں تھا جسے وہ ان پیا اور اپنے گھوڑے کو
سینٹی دی تو اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا اور جانوں کو بڑی بے دردی سے
قتل کر کے چاہ زمزم میں ڈلوا دیا اور باقی کو مسجد حرام میں دفن کر لیا اور غارت گاہ
خلات اُتر واکر اپنے یاروں پر تقسیم کر دیا اور دروازہ کعبہ کو اکھڑا ڈالا اور میناب
کو بھی اکھڑنے کے لیے ایک آدمی کو چڑھایا کہ وہ گر کر مر گیا اور حجر اسود کو اکھڑا کر
مقام حجر کو لے گیا جو اسکا دار الحکومت تھا اور وہاں سنڈاسون میں ڈلوا دیا اور
پھر اٹھو کر رکھ لیا اور بائیس برس تک حجر اسود اس کے پاس رہا یہاں تک کہ ۳۲۵ھ
میں خلیفہ عباسی مطیع سد ابوالقاسم مفضل بن مقتدر بن مقتدر نے تیس ہزار دینار
اس سے خرید کے بدستور غارت گاہ میں رکھوا دیا اور طلب ان کا حجر اسود کے اکھڑنے
سے یہ تھا کہ آدمی بد اعتقاد ہو جائیں اور پھر کبھی یہاں طوالت کو نہ آئیں ابو طاہر

ملی نے یہاں تک زور پکڑ لیا تھا کہ سترہ سو تمام بحرین اور ہامہ کا مالک ہو گیا اور
کربا لکل تک کر دیا اور ان میں سے چھ مخصوص نوجوان ابو سعید کے عہد سے سترہ سو تک حکمرانی کی۔

اور ہے کہ یہ مضمون - خلیفہ - شیعہ - برقعہ اور جنتا بیہ - ان پانچوں
فردوں کا شمار قرامطہ میں ہے اور تمام فرقوں کو باطنیہ بھی کہتے ہیں اس لیے
ان کا زعم ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے اور مراد بطن قرآن ہم
وہی ہے کہ قرآن کے زعم میں ظاہر قرآن جو نعت سے مشغول ہوتا ہے
اس کے قابل نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا شرعی کا مقصود باطن ہے نہ ظاہر مثلاً روزے کا
باطن یہ ہے کہ مذہب کو مخفی رکھے اور حج کا باطن امام کے پاس پہنچنا ہے اور نماز کا
باطن امام کی فرمانبرداری ہے اسی لیے امام مالک بن انسؒ کہا کہ فرقہ باطنیہ کی
توبہ مقبول نہیں کیلئے کہ شاید ان کی توبہ کا بھی باطن ہو اور باطنیہ تمام باتوں کی
تأویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر ظاہر کا باطن ہے اور وہ باطن اس ظاہر کا مصدر
وہ ظاہر اس باطن کا منظر ہے اور کوئی ظاہر نہیں جس کا باطن نہ ہو ورنہ فی حقیقت
کچھ بھی نہیں اور کوئی باطن نہیں جس کا ظاہر نہیں ورنہ دنیا ہی ہے اللہ نے عالم
ظاہر و باطن پیدا کئے ہیں عالم باطن عالم ارواح و نفوس و عقول ہیں اور عالم
ظاہر عالم اجسام علوی و سفلی و اعراض ہیں امام عالم باطن کا حاکم ہوتا ہے کسی کو
غیر اس کی تعلیم کے عالم بالا تک رسائی نہیں اور نبی عالم ظاہر اور شریعت کا حاکم ہوتا ہے
جس کی طرف لوگ محتاج ہوتے ہیں اور یہ کام سوائی کے تمام نہیں ہوتا اور
شریعت کا ایک ظاہر ہوتا ہے جسے تنزیل کہتے ہیں اور ایک باطن ہوتا ہے جسے تأویل
کہتے ہیں اور زمانہ جی یا شریعت سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح امام سے یا اس کی
دعوت سے خالی نہیں ہوتا اور دعوت کبھی مخفی ہوتی ہے اگرچہ امام ظاہر ہو اور کبھی
دعوت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ امام مخفی ہو جس طرح جی کو معجزہ قوی و فعلی سے جانتے
ہیں اسی طرح امام کو دعوت اور دعوے سے جانتے ہیں اور اللہ کو بغیر امام کے نہیں

پہچان سکتے اور امام کا ہر زمانے میں موجود ہونا ضرور ہے ظاہر ہو یا مستور جس طرح کوئی وقت روشنی روز یا تاریکی شب سے خالی نہیں ہوتا اور اصول اعتقاد میں یہ سلسلہ باطنیہ مخالف نہیں البتہ بعض دین باہم مخالفت کرتے ہیں اور باطنیہ خاص اس باب میں کہ مقصود قرآن و حدیث ظاہر پر محمول نہیں منصوص یا اور خطابیہ کے خوشہ چین ہیں جنکا ذکر خلاۃ شیعہ میں ہو چکا ارشاد میں ابوالمعانی نے کہا ہے کہ باطنیہ کی رائے یہ ہے کہ صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ خدا اور مخلوق کو مشترک جاننا اشتباہ کا موجب ہے اس لیے باری تعالیٰ کو صفت وجود کے ساتھ بھی موصوف نہ کرنا چاہیے یعنی موجود نہ ماننا چاہیے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ وہ معدوم نہیں اور نہ اسکو عالم اور قادر اور حی کہنا چاہیے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ عاجز نہیں جاہل نہیں ہیئت نہیں۔ اور ابن فلدون نے اپنی تاریخ میں اسماعیلیہ کے باطنیہ کہلائے جاتے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ امام باطن یعنی امام مستور کے قائل ہیں مگر صرف یہی وجہ نہیں اس لیے کہ ایسے تو امام باطن کے قائل شیعہ کے بہت سے فرقے ہیں پھر خاص انہی کے باطنیہ مشہور ہوئے کی کیا وجہ ہے انکی وجہ تسمیہ میں صحیح قول وہی ہے جو مشہور ہے بعض کتب میں لکھا ہے کہ فرقہ باطنیہ حکیم بند قلیس یونانی کے فلسفے کا ماہر تھا اس حکیم کا فلسفہ بعض ایسے نکات اور رموز پر شامل ہے کہ نہ کسی کو بہت کم عبور ہو سکتا ہے قرطبہ اندلس کا نام در عالم محمد بن عبداللہ بن مرہ جبلی باطنی بند قلیس کے فلسفے سے آفس رکھتا تھا اور اس کا درس دینے میں خوب مشاق تھا فرقہ باطنیہ کا فلسفہ اسی بند قلیس کے فلسفے سے ماخوذ ہے بند قلیس پہلا شخص ہے جس نے یہ بات کہی کہ خدا تعالیٰ کے تمام اسمائے صفات کے معانی ہر چہ کر ایک ہی مرکز یعنی اسم ذات واجب تعالیٰ ہی طرف راجع ہوتے ہیں مثلاً خدا سے پاک کو عالم بخود اور قادر کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُسکی ذات بے مثال ان معانی سے ہر ایک کے ساتھ الگ الگ تائید ہوتی ہو بلکہ وہ ذات پاک حقیقی واحد ہے جو مخلوقات تمام دیگر موجودات کے کسی طرح بھی کثرت کو قبول نہیں کرتی دنیا کی تمام واحد اور مفرد چیزیں خود اپنے معانی کے اعتبار سے

اس لیے اجزا اور نظائر کے لحاظ سے کثرت اور تعداد کو قبول کر سکتی ہیں لیکن ذات باری اس نقص سے بری اور منزہ ہے۔
 شوان ممدویہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عبداللہ جنحون نے اپنا لقب ممدوی رکھا تھا امام ہیں اور یہ ممدی اپنے آپ کو حضرت اسماعیل بن حضرت جعفر صادق کی اولاد سے بتاتے تھے اور اپنے تابعین کا ممدویہ نام مقرر کیا تھا اور امامت کا دعوے کرتے تھے اسی لیے الکاخاندان اسماعیلیہ بھی کہلاتا ہے فرقہ ممدویہ کا یہ عقیدہ تھا کہ عبداللہ ممدی موعود ہیں اور دلیل اس بات پر پیغمبر علیہ السلام کی یہ حدیث بیان کرتے تھے علیہ السلام ثلاثاً تطلع الشمس من مغربہا پہلی تیسری صدی کے سر پر آفتاب مغرب سے طلوع کر گیا اور کہتے تھے کہ اس حدیث میں آفتاب سے مراد عبداللہ ممدی ہیں اور مغرب سے مراد ملک مغرب ہے تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ایک شیعہ کا قول ہے کہ ممدی مغربی کی ولادت سنہ ۲۵۹ ہجری میں ہوئی تھی اور محمد بن حسن عسکری بقول اثنا عشریہ سرمن رائے عرف سامرہ میں سنہ ۲۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے تھے پہلے اس حدیث کی صحت کی تقدیر پر لفظ شمس سے محمد بن عسکری مراد ہیں۔ یا فنی کی روایت کے مطابق ممدی نے سنہ ۲۵۹ ہجری میں بلاذ فریقہ میں خروج کیا تھا اور تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ ائمہ ممدویہ کی سلطنت کی ابتدا فریقہ میں سنہ ۲۵۹ ہجری سے ہوئی ہے ان میں سے پہلے جس شخص نے ملک گیری کی وہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے اور بعض کتابوں میں اسکا سلسلہ یوں ملایا ہے عبداللہ بن احمد بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بعض کہتے ہیں کہ ابو محمد عبداللہ ممدی بیٹے تھے محمد بن جنین حبیب کہتے ہیں اور حبیب کا نسب نامہ یوں ہے محمد حبیب بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق اور بعض نے یوں لکھا ہے عبداللہ ممدی بن جعفر بن محمد بن محمد بن جعفر شاعر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے

حسین بن احمد بن محمد بن زکریا ہے کوئے کی طرف کارہنے والا اُسے ملکیا ابن حوشب نے اسکو بیت سامال دیکر رعایا سے مغرب کو مذہب ممدویہ کی طرف دعوت کے لیے بھیجا اگرچہ ابھی تک اس مذہب کا نام ممدویہ نہیں ہوا تھا مگر درہل بنیاد اس مذہب کی اسی وقت سے سمجھنا چاہیے اسلئے کہ جب محمد نے سلیم بن اشعثال کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کے واسطے خلافت و نیابت کی وصیت کر دی اور دعا کا حال دیتا بتا دیا تو عبداللہ نے اپنا لقب ممدی باللہ رکھا اسی لیے اُن کی اولاد بنو ممدی کہلاتی ہے جب مکتفی باللہ خلیفہ عباسی کو اُن کا حال معلوم ہوا تو اپنے حضور میں طلب کیا ابو محمد عبداللہ ممدی اور اُن کے بیٹے ابوالقاسم جنھوں نے بعد عبداللہ کے اپنا لقب قائم ہا ممدی رکھا تھا دونوں سوداگروں کے تھے جس میں مصر ہوئے تھے اور افریقہ میں طرابلس الغرب کی طرف بھاگ گئے زیادۃ اللہ زمان روا سے افریقہ کو جو آخری بادشاہ بنی اغلب کا تھا اُن کی تلاش تھی جا بجا حاکمان ضلع کو اُن کی گرفتاری کے لیے حکم بھیجے تھے ممدی سہیل سے ممدی جاکر ٹھہرے بیس بن مدراریمان کا نام تھا ممدی نے یہاں یہ ظاہر کیا کہ میں ایک سوداگر ہوں اور تجارت کی غرض سے یہاں آیا ہوا ہوں اس عرصے میں بیس کے نام زیادۃ اللہ کا خط پہنچا کہ یہ وہی شخص ہے جسکی طرف ابو عبداللہ شعی دعوت کرتا تھا بیس نے ممدی کو قید کر لیا مگر ابو عبداللہ شعی نے افریقہ میں ایسے ہاتھ پاؤں پھیلانے کہ زیادۃ اللہ کی قوت بربادی کے قریب پہنچ گئی اور ابو عبداللہ شعی دہان قابض ہو گیا اور ابو عبداللہ شعی ماہ رمضان ۳۳۰ ہجری میں رقادہ سے سہیل سے کو گیا جب اُس کے قریب پہنچا تو بیس نے اُسکا مقابلہ کیا مگر اپنے آپ کو کمزور پا کر شب میں مقابلے سے بھاگ گیا ابو عبداللہ شعی نے سہیل سے ممدی داخل ہو کر ممدی اور اُن کے بیٹے کو قید خانے سے نکالا اور دونوں کو سوار کر کے سہیل اور قبائل کے تمام سردار اُن کے آگے چلتے تھے ابو عبداللہ ممدی کی طرف اشارہ کر کے کہتا تھا کہ تمہارے مولایہ ہیں ممدی شدت خوشی سے روئے تھے بہا تک کہ اُس خاص خیمے میں جو اُن کے لیے کھڑا کیا تھا پہنچے

یہاں بیس حاکم سہیل سے کو اپنے سامنے بلا کر قتل کیا ممدی چالیس دن سہیل سے ممدی کو لے کر افریقہ کو گئے ۳۹۰ھ میں رقادہ پہنچے وہاں دفنوں کو ترتیب دیا اور مال جمع کیا اور شہر وں میں حاکم انہی طرف سے روانہ کیے سہیل ممدی سارے افریقہ کے شہروں کے مالک ہو گئے اور خلفائے عباسیہ کی حکومت سے وہ ملک حاصل کیا صنایع الطرب میں لکھا ہے کہ ممدی اور اُن کے جانشینوں نے اپنے شہروں کا رنگ سفید رکھا تھا۔

اس طرح ممدی کی نسبت میں امام جعفر صادق کی طرف مختلف روایتیں ہیں اسی طرح اُن کے اپنے نام اور اُن کے بیٹے قائم کے نام میں بھی اختلاف ہے تاریخ ابوالفدا اور جنات الفردوس میں ممدی کا نام صاف عبید اللہ اور کنیت ابو محمد مذکور ہے اور اُن کے بیٹے قائم کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم لکھی ہے اور لفظ عبید اللہ کے اسم اور با سے سوجہ کے فتح سے بعد کی تفسیر اور عبداللہ بھی کتابوں میں لکھا ہے اور اس صورت میں لفظ عبد مکتب ہے نہ مقصود اور بوہرون کے در دو وظائف اور دعاؤں کے کلمات میں صاف عبداللہ ہے کہ کتب میں عبید اللہ جو مقصود ہے۔ مرآت عالم معرفۃ الصفا حبیب السیر اور تاریخ گزیرہ میں ممدی کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تحریر کی ہے اور اُن کے بیٹے قائم ہا ممدی کا نام احمد بیان کیا ہے اور پھر چون کہنا ہے کہ ساجلیہ میں سے جس نے اول ظہور کیا اور صاحب ملک و حکومت ہوا وہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ ہیں اُن کو ممدی کہتے تھے سہیل سے ہجری میں ممدویہ میں انھوں نے انتقال کیا اُن کے بعد جانشین اُن کے القاسم ہا ممدی احمد ہوئے جو اُن کے بیٹے تھے مگر یہ اقوال محبت سے عاری ہیں۔

مفسر یہ کہ جبکہ ممدی کی بادشاہت جم گئی تو تمام معاملات سلطنت کو بذات خود انجام دینے لگے ابو عبداللہ شعی اور اُس کے بھائی ابوالعباس کو بیدخل کر دیا چونکہ ترک علوت بلا سے سخت ہے یہ امر انکو ناگوار ہوا ابوالعباس نے اپنے بھائی کو ملا مست کرتا تھا اور کتا تھا کہ تو نے بادشاہت اپنے ہاتھ سے نکال کر غیر کو سونپ دی ابو عبداللہ شعی بھائی کو

بجھاتا تھا کہ ایسی بات منہ سے مت نکال یہاں تک کہ ہمدی کو خبر لگی کہ وہ سرداران
قبائل سے یہ کہتا ہے کہ یہ ہمدی وہ ہمدی نہیں ہے جس کی طرف مجھے نصیبین بلایا تھا
ہمدی نے دونوں کو اپنے پاس بلا کر ۲۹۰ھ ہجری میں اور قبولے ۳۰۰ھ ہجری میں
قتل کر ڈالا۔ ۳۰۰ھ ہجری میں ہمدی نے افریقہ میں کنارہ دریا پر ایک شہر آباد کر کے
اسکا نام ہمدیہ رکھا اور اسکو اپنا دارالسلطنت بنایا خلفائے مصر کے مورث اعلیٰ بھی ہین
ہلاو افریقہ میں ان خلفاء کی حکومت نے بڑی قوت پکڑی مذہب اسماعیلیہ کو برطا
جاری کرنے لگے ان کے داعی زمین مصر کی طرف پھیل گئے ایک غلطی کثیر نے ان کی
دعوت قبول کی پھر معز لدین اللہ ابو تمیم معد بن اسماعیل منصور بن قائم محمد بن ہمدی
عبداللہ ۳۵۰ھ ہجری میں ابو حسین جو ہر اپنے والد کے غلام کی کوشش سے بعد وفات
کا خوراشید می والی مصر کے مصر کے ملک بن بیٹھے جہاں جوہر نے قاہرہ آباد کیا اور
اپنا لشکر شام کی طرف روانہ کیا تمام ملک افریقہ و مصر و بلاد شام میں بھی یہ مذہب
پھیل گیا مگر ۳۵۰ھ ہجری سے انکا قبضہ افریقہ سے اٹھ گیا وہاں جو ان کی طرف سے
حاکم تھے وہ خود مختار ہو گئے مصر ان کے قبضہ میں رہا معز نے ۳۵۰ھ ہجری میں دارالکتاب
افریقہ سے مصر میں بدلا تھا۔ ان کی سلطنت کو دولت عبیدہ اور عبیدی اور
عبیدہ بن یحییٰ کہلاتے ہیں اور دولت اسماعیلیہ بھی انھیں سے عبارت ہے
اور انکے طرفداران کے خاندان کو علوی فاطمی جانتے ہیں۔ سیوطی نے رسالہ
ترتیبیہ میں لکھا ہے کہ صدر اول بن لفظ شریف کا اطلاق ہر ایک اس آدمی پر
ہوتا تھا جو اہل بیت سے تھا خواہ حسنی ہو یا حسینی یا علوی یا محمد بن حنفیہ کی اولاد کے
یا حضرت علی کے دوسرے بیٹوں کی اولاد سے یا جعفری یا عقیلی یا عباسی جبکہ فاطمیوں
کا مصر پر قبضہ ہوا تو انھوں نے فقط اولاد امام حسن و حسین پر استعمال اس لفظ کا تصور
کر دیا انتہی لخصاً اور حافظ ابن حجر نے کتاب القاب میں لکھا ہے کہ بغداد میں ہر
عباسی اور مصر میں ہر علوی لفظ شریف کے ساتھ ملقب تھا تاریخ ابوالفتح ابن
مرقوم ہے کہ قاضی ابو بکر باقلائی کہتے ہیں کہ عبداللہ الملقب بہ ہمدی باطنیہ کا عقیدہ

لے عام جم میں ہمدیہ کا ذکر حکمت لکھتے ہیں صفحہ ۵۲۵ پر باب ۱۱۶ میں لکھا ہے

کہتے تھے وہ بن اسلام کی بربادی کے بڑے درپے تھے علما کو قتل کراتے تھے تاکہ
ان کی مخالفت پر لوگوں کو وعظ و نصیحت نکلیں اور ان کی اولاد بھی اسی عادت
کی کلی دنیاکاری اور بے فوہی کو سراج کر دیا تھا اور بیان العرب میں لکھا ہے
کہ قاضی ابو بکر باقلائی کہتے ہیں کہ عبداللہ ہمدی قرامطہ میں سے ہیں اور یہ مذہب
اور مذہب ان کے لئے ابو عبداللہ شیبی نے اختراع کیا ہے ہمدی موصوف ہمیشہ
سبب و ازواج رسالت مآب کی جھوکیا کرتے تھے سوائے حضرت علی اور مقداد بن
سودا اور سلمان فارسی اور ابو ذر غفاری کے اور کہتے تھے کہ سرور عالم کی رحلت کے بعد
تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے سوائے ان پانچ صحابیوں کے۔ اور فقہا کو حکم دیدیا تھا
کہ سوائے مذہب کے جو انکا جاری کیا ہوا تھا دوسرے مذہب پر فتویٰ نڈین ان کا
مذہب یہ تھا کہ بیٹی پوری میراث کی وارث ہو جاتی ہے اور طلاق بائنہ سے عدت ساقط
ہو جاتی ہے۔ تاسیخ فرشتہ میں تاسیخ جہاں کشاکش کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسماعیلیہ
کے دو پیشوا تھے ایک کو میمون قدار کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ بن میمون
یہ عبداللہ کو فہ اور عراق کو گئے اور ان کا بیٹا ہمراہ تھا اور وہاں کے لوگوں کے
سامنے ظاہر کیا کہ میں امام کا داعی ہوں اور امام جلدی ظاہر ہوا چاہتے ہیں اور ایک
شخص کو جبکا نام ابو القاسم تھا میں میں دعوت کے لئے بھیجا اہل میں نے دعوت
قبول کی اور ایک شخص کو جو ابو عبداللہ شیبی کے مشہور تھا مغرب کو بھیجا پیچھے سے
آپ بھی مع بیٹے کے مغرب کو گئے ابو عبداللہ نے استقبال کیا عبداللہ نے مغرب میں
ہمارے دعویٰ کیا کہ میں امام ہوں اور کبھی مصلحت کے طور پر یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ امام کے
ظہور کا وقت قریب ہے اور اپنے آپ کو اسماعیل بن جعفر کی اولاد قرار دیتے تھے
اور اپنا خطاب ہمدی مقرر کیا تھا۔ عبیدہ میں سے پیشوا اسماعیلیہ کے پاس ہوا کتاب لیان
باطنیہ مؤلفہ غیاث کے اور کوئی کتاب نہ تھی جب ہمدیہ نے مصر اور افریقہ پر تسلط
حاصل کیا تو ان کے خاندان میں بڑے بڑے علما صاحب تصانیف اور داعی پیدا ہوئے
جیسے نعمان بن محمد بن منصور قاضی اور علی بن نعمان اور محمد بن نعمان اور عبداللہ بن

اور محمد بن سید اور مقلد بن سید عقیلی اور ابو الفتح رجوان اور محمد بن عمار کلبی
 یہ امام الدین وغیرہ خاصکر مستنصر کے عہد میں علم بن عبد اللہ رواجی مبنی اور علی
 بن قاضی محمد صلیح بن کا قاضی زاوہ یہ دو بڑے بڑے داعی تھے یہاں تک کہ علی بن
 محمد نے سنیہ ہجری سے مین مین ایسا قدم چا یا اور سنیہ نجاج رئیس تمامہ کو زہر
 دلو کر ۵۳۲ھ سے دہرے کے عہد میں مبنی مشہد تک ساری قلمرو میں کا جدر تاج
 مالک ہو گیا اور اہل مین کو مذہب مدویہ میں کر لیا مین مین قوم بنی یام اور قوم بنی
 ہمدان اسماعیلی مذہب مین علی بن محمد صلیح ابتدا میں سنی مذہب تھا عامر بن علی
 رواجی کی کوشش سے شیعہ اسماعیلی ہو گیا تھا یہ اور اسکا بیٹا احمد بن علی بن محمد صلیح
 و دونوں مین کے حکمران بھی رہے اور بعد ان کے بڑے بڑے داعی بھی گذرے مین جیسے
 صالح بن رزیک الدینی وزیر فائز بن ظافر اور فقیہ عمار دینی صاحب تاریخ مین بھی
 باطن مین شافعی تھا اور ظاہر مین مدویہ کا داعی حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی
 بن مینا کو بھی اسماعیلی مذہب بتاتے مین اور احمد بن عبد اللہ مصنف رسالہ
 اخوان الصفا کا بھی یہی مذہب تھا اور نوادہ المجموعہ مین لکھا ہے کہ سائل خوان الصفا
 واضح دید مین رفاعہ ہے اور حکیم ناصر خسرو کو بھی اسماعیلی بتایا ہے سات برس تک
 مستنصر کے پاس مصر مین رہا تھا ہر سال یہاں سے حج کو جاتا اور پھر مصر کو لوٹ آتا
 لکھ سے بصرہ جوتا ہوا خراسان کو چلا گیا اور وہاں پر لوگوں کو مذہب اسماعیلی کی طرف
 ہدایت کرنے لگا جو لوگ یہ کہتے مین کہ وہ اسماعیلیہ الموتیہ کی صحبت مین رہا تھا اور
 اسے ایک نہامت نامہ شائع کیا تھا کہ مین اسماعیلیہ الموتیہ کی صحبت مین رہنے پر مجبور
 تھا عہد مین نے انکی صحبت مین اختیار کی تھی یہ بات باطل غلط ہے ناصر خسرو کو
 اسماعیلیہ الموتیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا نہ ان کے پاس وہ کبھی رہا نہ عہد مدویہ مین سے
 بعض کا قول یہ ہے کہ امام حکومت ولایت کے وقت گناہوں سے معصوم ہوتا ہے
 نہ قبل ان کے اور بعض کہتے مین کہ قبل اس سے بھی معصوم ہوتا ہے اور کہتے مین کہ امام کا
 حکم ایماندار مرد و عورت پر لازم الاتباع ہے اگرچہ رضی کے خلاف ہو پس اگر امام کسی

دیکھو تاریخ مین نوادر مین علامہ مین ۱۲ مسرسلہ دیکھو زیست الامام مین ۱۲

حکومت کا عقد کسی مرد کے ساتھ کر دے تو یہ عقد دونوں پر لازم ہو جاتا ہے اور فسخ
 مین کر سکتی اسی طرح اور تمام معاملات میں و اجارہ مین امام کا حکم نافذ ہے اور یہ
 بھی عقیدہ رکھتے مین کہ امام کو خدا سے تعالیٰ کے ساتھ مانند حضرت موسیٰ کے ہم کلام
 ہونا چاہیے اور حاکم بامر اللہ عبیدی کو اس باب مین بڑے بڑے دعوے تھے
 اور اکثر کوہ طور پر جاتے اور لوگوں پر ظاہر کرتے کہ مجھ سے خدا نے کلام کیا ہے اور
 مدویہ کے نزدیک امام کے واسطے علم غیب کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شیعہ اثنا عشری کا
 مذہب ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ لفظ علی جو برابر اور پر کا ترجمہ ہے درود مین آل پر داخل کرتا
 یعنی یون کنا حرام ہے اللہم صل علی محمد و علی آل محمد بلکہ یون کنا چاہیے
 اللہم صل علی محمد و آل محمد اور اس حرمت کے استدلال مین یہ حدیث موصوع
 سان کرتے مین من فضل بیٹی و بیٹی الی بعلی لم یزل شفاعتی یعنی جس نے مجھ مین
 مدویہ ی آل مین لفظ علی کے ساتھ فاصلہ دیا وہ میری شفاعت سے محروم ہے
 اور کہتے مین کہ ایک مرد کو اٹھارہ عورتوں کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے اور تک
 اس آیت کے ساتھ کرتے مین فَأَنْکَحُوا بِمَا طَابَ لَكُمْ مِنْهُنَّ مَا تَشَاءُونَ فَتَمْتُمُوا بِرِزْقِ اللَّهِ
 عَزَّ وَجَلَّ یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تم کو عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار
 مین ان کے نزدیک سب اعداد کا مجموعہ یعنی اٹھارہ عورتوں کا ایک شخص کے
 نکاح مین ہونا جائز ہے اور امامان مدویہ اگرچہ باطلیہ تھے مگر تابعیت
 قلوب رعایا کے لیے یہ ظاہر احکام شرع کی پابندی کرتے تھے اور درپردہ اپنے
 عقائد کے جاری کرنے مین برابر مصروف تھے اور اپنے بچے دوستوں کو بطور باطلیہ
 کے بھی تعلیم دیا کرتے تھے ان کے عہد مین تمام مصر مین رواج مذہب اسماعیلیہ کا
 ہو گیا تھا قاضی مفتی شیعہ ہوتے تھے جو کوئی ان کے خلاف کرتا اسکو سزا دیتے
 یہاں تک کہ سوا اس عقیدے کے کوئی عقیدہ اس زمین مین باقی نہ رہا اگرچہ مذہب
 شیعہ بیشتر سے بھی زمین مصر مین معروف تھا یزید بن ابی حنیفہ نے کہا ہے نشأت
 مصر وھی علویۃ فقلبتہا عثمانیۃ یعنی جب مین نے مصر مین ہوش نبھا لا تو وہاں

شیعہ مذہب تھا میں نے اسکو عثمانی مذہب یعنی حنفی کر ڈالا۔

ناصر خسرو اپنے سفر نامے میں عجمی شہر کا حال لکھتا ہے کہ میں شام سے عجم روانہ تک گیا تمام شہروں اور گائوں میں جو مسجدیں تھیں سب کا خراج وکیل سلطان کے ذمے تھا چار کا تیل بچائی۔ یوریا کیل۔ مؤذن اور دانش و غیرہ کی خواہ یہ سب چیزیں ہی ہم پہونچا تھا ایک بار دلی شام نے لکھا کہ روغن زیتون کم ہے اگر حکم ہو تو مساجد میں مولیٰ اور کلمہ کے بچوں کا تیل دیا جائے سلطان کی طرف سے اسکو جواب ملا کہ تم فرماؤ ہمارے وزیر و مخیر جو چیز خاندانہ سے تعلق رکھتی ہے انھیں تغیر و تبدل جائز نہیں۔ قاضی القضاہ دو ہزار دینار مغربی پاتا تھا اور اسی طرح دوسرے قاضیوں کی بھی تنخواہیں تھیں تاکہ لوگوں سے رشوت کی طمع نہ کریں ماہ رجب میں تمام مساجد میں حکم سلطانی سنایا جاتا تھا کہ اے مسلمانو! موسم حج قریب آگیا ہے سلطان کی طرف سے جو سامان اور فوج اور بار برداری اور خرچ مقرر ہے وہ بدستور دیا جائیگا اور رمضان میں بھی یہی منادی کی جاتی اول ذی قعدہ سے آدمی شہر سے نکلنا شروع ہوتے اور ایک مقام میں میں ٹھہرتے نصف ذی قعدہ میں قافلے کا کوچ ہو جاتا تمام لشکر کا خرچ ایک ہزار دینار روزانہ ہوتا تھا اور تنخواہ نوکروں کی اس سے علاوہ ہوتی ساٹھ ہزار کے قریب دینار صرف میں آجاتے تھے اور جو اہل کار و عیال مکہ کے لیے لے جاتا واکرام اور وظیفہ بھیجا جاتا وہ اس کے علاوہ ہوتا اور سال میں دو بار جامہ کعبہ بھیجا جاتا تھا ہمدویہ کے نزدیک امامت کے فہوت کا طریق نص ہے ہمدویہ جس طرح عبد اللہ ہمدی کے اسلاف کو امام جعفر صادق تک امام منصوص جانتے ہیں اس لیے کہ ہر ایک باپ اپنے بیٹے کی امامت کے لیے فرما دیتا تھا اسی طرح ہمدی کے بعد ان کے جانشینوں کو امام منصوص مانتے ہیں مستشرقین تمام ہمدویہ ائمہ کے باب بن شافع سے انکے بعد ہیں مگر انہوں نے امام کے متعلق اختلاف ہو گیا اور پھر آگے چل کر آئمہ کے بعد سے دوبارہ اختلاف پیدا ہو گیا جس کی تفصیل آگے چل کر معلوم ہوگی۔ ائمہ ہمدویہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) عبد اللہ ہمدی یا اللہ افریقہ میں ان کی حکومت کی ابتدا ۱۹۹۰ء سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ زیادہ اللہ ماہ رمضان سنہ مذکور سے افریقہ سے

ہا کا تھا ۲۶ برس حکومت کر کے بائیس برس کی عمر میں سنہ ۲۲۰ھ میں انتقال کیا ہمدیہ میں مدفون ہوئے جو اب مملکت تونس میں واقع ہے۔ سنہ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

(۲) ابوالقاسم محمد الملقب قائم بامر اللہ بن ہمدی باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوئے ان کے وقت میں ابو یزید خارجی نے خروج کیا تھا قراسا علیہ اسے دجال کہا کرتے تھے تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ ہمدویہ کا اقتقاد یہ ہے کہ دجال ابو یزید سے کنایہ ہے اور ایک حدیث اس مضمون کی روایت کرتے ہیں کہ دجال ہمدی یا قائم پر خروج کرے گا قائم کو ابو یزید نے ہمدویہ میں محصور کر لیا حالت محاصرہ میں بیمار ہوئے اور وہیں شوال ۳۳۰ھ میں ۷۷ سال حکومت کی۔

(۳) ابو طاهر اسماعیل الملقب منصور بقبوۃ اللہ بن قائم یہ بڑے فہم و خفا تھے تخت پر بیٹھ کر انھوں نے ابو یزید کو شکست دی سنہ ۳۳۰ھ میں اسے گرفتار کر کے کھال نکلو کر اس میں بھس بھر دیا انھوں نے شوال کی آخری تاریخ کو سنہ ۳۳۰ھ میں سال حکومت کر کے ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(۴) ابو تمیم محمد الملقب معز الدین اللہ بن منصور سلطنت نے ان کے زمانے میں عروج پکڑا مغربی مصر کو انھوں نے اپنا دار الخلافہ قرار دیا اور پھر برابر سلاطین اسماعیلیہ کا بی دربار حکومت رہا ۱۹ ربیع الثانی ۳۶۵ھ ہجری روز جمعہ کو اسی ملک آخرت ہوئے ۲۳ سال ۵ ماہ حکومت کی ۴۵ سال عمر پائی۔

(۵) ابو منصور تزار الملقب عزیز اللہ بن معز شام سے اندلس تک تمام ممالک مغربی برائے انکا قبضہ تھا رمضان سنہ ۳۶۵ھ ہجری میں مرنے ۲۲ سال عمر پائی ۲۱ سال امامت کی (۶) ابو علی منصور الملقب حاکم بامر اللہ بن عزیز یہ بڑے متشیع بادشاہ تھے انھوں نے عربوں کے پردے میں حنفی کی مسکرات کی خرید و فروخت بند کرادی

ان کے وقت میں انشام غریبی اچھا تھا قاہرہ میں سید ہر خین کی بنوائی ہوئی تھی لیکن بعض مویخ ان کو فرعون ثانی کہتے ہیں اور ان کی سختیوں کو حد و شرعی سے متجاوز بتاتے ہیں انھوں نے حکم دیا تھا کہ کوئی یہودی اور نصرانی گھوڑے پر سوار نہ ہو گدھے اور خچر پر سوار ہو مگر لوہے کی بدکاب استعمال نہ کرے اور ہمیشہ چند گھوڑے لگتے رکھے اور عام میں جائے تو پاؤں میں کڑا رکھے تاکہ مسلمان سے امتیاز ہے ان کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی بہن کی سہ سالار کے ساتھ آشنائی ہے اس لیے دونوں کو سزا دینا چاہا سہ سالار نے ان کے ارادے سے مطلع ہو کر کچھ آدمی گھات میں لگا دئے جنھوں نے سہ سالار

میں مار ڈالا ۶۱ سال کی عمر پائی ۲۵ سال حکومت کی۔

مذہب اسلام کے وقت میں انشام غریبی اچھا تھا قاہرہ میں سید ہر خین کی بنوائی ہوئی تھی لیکن بعض مویخ ان کو فرعون ثانی کہتے ہیں اور ان کی سختیوں کو حد و شرعی سے متجاوز بتاتے ہیں انھوں نے حکم دیا تھا کہ کوئی یہودی اور نصرانی گھوڑے پر سوار نہ ہو گدھے اور خچر پر سوار ہو مگر لوہے کی بدکاب استعمال نہ کرے اور ہمیشہ چند گھوڑے لگتے رکھے اور عام میں جائے تو پاؤں میں کڑا رکھے تاکہ مسلمان سے امتیاز ہے ان کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی بہن کی سہ سالار کے ساتھ آشنائی ہے اس لیے دونوں کو سزا دینا چاہا سہ سالار نے ان کے ارادے سے مطلع ہو کر کچھ آدمی گھات میں لگا دئے جنھوں نے سہ سالار میں مار ڈالا ۶۱ سال کی عمر پائی ۲۵ سال حکومت کی۔

۱۔ ہر کسی بھی ظالم کو مروت دلائی جائے اور اگر وہ کسی سے زیادہ ظالم ہو تو اس کا جہنم کا اجر دیا جائے

۷۸۔ ابو الحسن علی الملقب ظاہر لاغزادین اشدین حاکم بہ بڑے ایک نام تھے انکی نیک نامی شکر خاں خراسان ج کر کے لوٹے تو مصر ہو گئے آئے اور وہاں سے خلعت لائے محمود غزنوی کو اس کی خبر لگ گئی انھوں نے فوراً خلیفہ بغداد قادر باد کو مطلع کیا حجاج ابھی مصر سے لوٹ کر بغداد ہی میں تھے کہ خلیفہ نے اُن سے باز پرس کی اور خلعت کے کپڑے جلانے لگے ظاہر نے سہ سالار اور اپنی بیوی کو روڈ اٹھا اٹھا انکا انتقال شوال ۵۳۳ھ میں ہوا ۳۳ سال کی عمر پائی۔ ۱۶ سال حکومت کی۔

۷۹۔ ابو تیمم محمد الملقب مستنصر باللہ بن ظاہر ابو الفداء نے بیان کیا ہے کہ مستنصر کے عہد میں انکی والدہ حکمرانی میں اپنے غالب خدین آخر کار ناصر الدولہ نے زور ہاندہ کر مستنصر کی والدہ کو قید کر دیا اور حکمرانی کے عوض انکو پچاس ہزار دینار دیے اور مستنصر کو ان کی اولاد اور بی بی سے علحدہ کر کے نظر بند کر لیا اور انکی یہاں تک تعمیر و تزیین کی کہ ان کی شان و شوکت میں بڑے لگ گیا مستنصر کی یہ نوبت پہونچی کہ ایک سند پر بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سوا کچھ اُن کے پاس نہ تھا آخر الامر ناصر الدولہ کو دوسرے امر نے مار ڈالا اور شمس الدین قوج کے ایک سردار نے جبکا نام بدر جالی ہے اسے سر نو مستنصر کا اقتدار چایا اور تمام سلطنت کی نیابت بد کرنے لگا شمس الدین بدر نے انتقال کیا تو اسکا بیٹا افضل نائب سلطنت ہوا مستنصر ایسے صابر و شاکر تھے کہ اپنے بڑی بڑی مصیبتیں اور سختیاں پڑیں تمام مال و اسباب اور خزانہ انکا خرچ میں آگیا سواے ایک سند کے جس پر وہ بیٹھے رہتے تھے اُن کے پاس کچھ باقی نہ رہا لیکن انھوں نے صبر کو ہاتھ سے نہ دیا مستنصر نے عشرت بھری میں رحلت کی ۶۷ سال کی عمر پائی ساٹھ سال امامت و خلافت کی تاریخ گزیدہ میں مسطور ہے کہ مستنصر نے سبب قیامی ہجرات کو باون میں ہوا کر پانی میں بہا دیتے تھے سپاہ کی تنخواہ وقت پر زمین دیتے تھے یہاں تک کہ ایک بازنگ اگر سپاہ نے اپنے راجو کر دیا اور اُن کو پکڑ کر چڑھی ہوئی تنخواہ وصول کی مگر ناصر خسرو اپنے سفر نامے میں اُن کی فیاضی کی بڑی تعریف کرتا ہے

۱۔ ہر کسی بھی ظالم کو مروت دلائی جائے اور اگر وہ کسی سے زیادہ ظالم ہو تو اس کا جہنم کا اجر دیا جائے

اور کہتا ہے کہ رعایا کو سلطان پر بڑا اعتماد ہے کوئی شخص غلطی را در سرکاری ذکر سے نہیں ڈرتا سلطان نہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کے مال پر لالچ کرتا ہے۔
(۹) ابو القاسم احمد الملقب مستعلی باقشہ بن منصور ۵۹۵ھ ہجری میں انتقال ہوا سات سال دو ماہ امامت کی اجل طبعی سے مرے تھے مگر وفاتہ العالیہ میں لکھا ہے کہ نزار کے ایک طرفدار نے مار ڈالا ۲۴ سال کی عمر پائی۔

(۱۰) ابو علی منصور الملقب آفر باحکام اشد بن مستعلی ان کے وقت میں شمالی عیسائیوں سے بڑی لڑائی ہوئی اور سلمان غالب رہے ان شمالی عیسائیوں کو سلطان مورخ اہل فرنگ لکھتے ہیں ان کے وقت میں حسن صلح اور نزار یہ کو شام میں بہت قوت حاصل ہو گئی اور کچھ ملک علویوں کا اس خاندان کے قبضے میں آ گیا ان کے کو بیٹا تھا اس لیے اپنے چچا کے بیٹے عبد المجید حافظ بن ابی القاسم بن مستعلی کو ولی عہد کیا ۵۹۵ھ قیعدہ ۵۹۵ھ ہجری کو ایک فدائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۲۹ برس ۵ ماہ ۱۵ دن حکومت کی حافظ ابرو کے نزدیک کچھ کم ۳۴ سال کی عمر پائی اور نزار گزیدہ سے ۴۰ سال کی عمر ثابت ہے بوہرون میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ آفر کا صلی بیٹا بیٹے کی عمر کا اس وقت میں موجود تھا جسکا نام ابو القاسم طیب تھا اور احمین کی امامت کے لیے آفر نے نص کی انکو امراسے دولت لیکر قاہرہ سے چلے گئے اور دستور ہو گئے۔ اسی لیے بوہر سے آفر کے بھائی کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے۔

(۱۱) ابو یحییٰ عبد المجید الملقب حافظ الدین اشد بن امیر ابو القاسم بن منصور عہدہ دراز تک حافظ کی بیعت نہ کی گئی اس خیال سے کہ آفر کے محل میں شاید کسی عہدہ کو محل ہو بطور نیابت کے کام کرتے رہے ان کی وزارت ابو علی احمد بن فضل بن بدعیالی کے ہاتھ میں تھی اور وہ حافظ پر بھید غالب تھا یہاں تک کہ ۵۹۵ھ میں علایہ یامی ہو گیا اور حافظ کو قید کر کے اپنا خطبہ جاری کیا اور اذان میں سے حی علی خیر العمل کا غلط کر کے کر دیا یہ بات شیعہ پر شان گذری علاموں کی ایک جماعت نے اس کو قتل کر کے تمام سامان اسکا لوٹ لیا اور حافظ کو قید خانے سے نکالا اور اس وقت آگئی بیعت

۱۲ھ دیکھو درویش الصفا کے نام ۱۳ھ دیکھو ابو القاسم ۵۹۵ھ متوال زمانہ اس کی بیعت

کی ابو القاسم نے اسی طرح لکھا ہے مگر حبيب السیرور وفتہ الصفا میں کہتا ہے کہ ابو علی انہوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور بعد اسکے حافظ کے دوسرے وزیر کو بھی قتل کر دیا اور ذوال سلطنت علویہ شروع ہوا جمادی الاخری ۵۹۵ھ ہجری میں یہ خلیفہ فوت ہوا ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۰ سال خلافت و امامت کی۔

(۱۲) ابو منصور اسماعیل ثانی الملقب ظافر باقشہ بن حافظ ان کو اپنے وزیر عباس بن تمیم کے بیٹے نصر کے ساتھ قشتق پیدا ہو گیا ایک خطہ اسکو ہوا لکھتے تھے اور اسکو ایک آباد قریہ عطا کیا ظفر سے مصر کی زبانوں پر یہ بات جاری ہوئی کہ نصر کا مہر تو اس سے بھی زیادہ ہے وزیر کو اس مطعونی سے غیرت آئی اور اپنے مہر موت کے بہانے سے بلا کر مروا ڈالا یہ واقعہ ۵۹۵ھ ہجری کا ہے کچھ کم یا کچھ سال سلطنت کی ۲۱ سال کی عمر پائی۔

(۱۳) ابو القاسم عیسیٰ الملقب فائز بنصر اشد بن ظافر اہل فرنگ سے ان کے وقت میں بھی لڑائی رہی بلا و غزنی پر اہل فرنگ کا جو قبضہ ہو چکا تھا وہ مستحکم ہوا اور کچھ حصہ فائز نے ان سے واپس بھی لے لیا ۵۹۵ھ ہجری میں وفات پائی ۱۱ باغی سال حکومت کی اور بقولے چھ سال اور چند ماہ حکومت کی ۲۱ سال کی عمر پائی۔
(۱۴) ابو محمد عبد اشد الملقب عاصد الدین اشد بن یوسف بن حافظ انہوں نے اپنے وزیر شاور کے ہاتھ سے تنگ آکر اتابک نور الدین سلطان موصل دمشق سے مدد چاہی سلطان نے اپنی فوج شیرکوہ کے ساتھ روانہ کی وزیر نے اہل فرنگ سے مدد چاہی شیرکوہ نے لشکر مصر و فرنگ دونوں کو شکست دی اور مصر کو فتح کر کے دہلیہ اور پانچ دن کی حکومت کے بعد فوت ہو گیا پھر اسکا بیچا صلاح الدین حاکم ہوا اور ۲۰ محرم ۵۹۵ھ کو عاصد کے انتقال کے بعد خلفائے بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا یہ پورا حال جامع التواریخ مولف رشید الدین فضل بن ویکھنا چاہیے۔

۱۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد

۱۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۱۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۱۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۱۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۲۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۳۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۴۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۵۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۶۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۷۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۸۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۱ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۲ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۳ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۴ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۵ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۶ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۷ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۸ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۹۹ھ سلطان صلاح الدین کے بعد
۱۰۰ھ سلطان صلاح الدین کے بعد

دول اسلام میں لکھا ہے کہ ابتدا اسماعیلیہ کی مصر میں ۲۹۶ھ بمصر ہجری سے ہوئی اور خاتمہ ان کی دولت کا ۳۵۰ھ میں ہوا مدت حکومت دوسو سال ہے اور ان اسماعیلیہ کی تعداد ۱۴۰۰ ہے اور جامع التواریخ کے ایک مقام سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خاتمہ دولت اسماعیلیہ کا ۳۵۰ھ میں ہوا اور لطافت اخبار الدول میں قاضی محمد عبد المصطفیٰ نے لکھا ہے کہ انکی سلطنت کی مدت میں مصر میں ۲۹۸ سال ۵ ماہ ہے سلطان صلاح الدین اور قاضی صدر الدین مارانی مذہب اشاعہ پر تھے ان دونوں نے ابتدا سے خدمت سلطان نور الدین سے دمشق میں اسی طریقہ پر نشو و نما پایا تھا بلکہ صلاح الدین نے چین میں عقیدہ مولفہ قطب الدین سعود نیشاپوری کو حفظ کر لیا تھا اور اپنے چھوٹے بھائی کو یاد کرا دیا تھا اس وجہ سے وہ اسی عقائد اشعری پر تھے ہوئے تھے جب یہ مصر کا بادشاہ ہوئے تو سارے لوگوں کو التزام عقائد اشاعہ پر آمادہ کیا اور تغیر نہ کیا گیا و ہمدویہ و ازالہ تشیع میں کو شش مشق کرنی شروع کی اور مصر میں واسطے فقہائے شافعیہ و مالکیہ کے کئی عالی شان مدرسے تیار کرائے اور سارے قضاۃ شیعہ کو مصر سے نکال دیا اور صدر الدین عبد الملک بن درباس مارانی شافعی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا تب سے اظہار میں جو کوئی قاضی مقرر ہوتا وہ شافعی المذہب ہوتا لوگ حکم کھلانے پر شافعی ہو جاتے تھے اور مذہب شیعہ اسماعیلیہ و امامیہ چھپ گیا یہاں تک کہ میں مصر سے بالکل جاتا تھا تنہا یہ عاصد قانز کے بیٹے نہ تھے جیسا کہ صاحب تحفۃ اثناعشری نے لکھا ہے بلکہ عاصد یوسف کے بیٹے ہیں اور یوسف بیٹے ہیں عبد الحمید حافظ لدین اللہ کے اور اس خاندان میں ہوا ہے حافظ اور عاصد کے کوئی اور ایسا آدمی خلیفہ نہیں ہوا جس کا باب خلیفہ نہ ہو اور امیر یوسف خلیفہ نہ تھے جیسا کہ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ الخلفاء مؤلف سیوطی وغیرہ میں لکھا ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفۃ اثناعشریہ میں حافظ احمد مستعلی کا بیٹا بتایا ہے اور حبیب السیر میں مستنصر کا بیٹا لکھا ہے بعض کتابوں میں ان کے باپ کا نام ابوالقاسم محمد بن مستنصر لکھا ہے اور ابوالفدا نے بھی انھیں ابوالقاسم بن مستنصر کا بیٹا بتایا ہے اور تاریخ گزیرہ میں لکھا ہے کہ وہ عبد الحمید بن مستنصر کے

شاہ ہمدویہ میں صلاح الدین نے پلا مدرسہ شافعیہ نامی کتب خانہ بنائی اور کچھ کتب و کتب خانہ بنوائی

بن مستنصر کے بیٹے تھے نزار احمد عبد الحمید اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ہمدویہ کے بعد خود عبد الحمید بن مستنصر تخت خلافت پر بیٹھ کر حافظ کہلائے۔
 خط جن ان خلفاء کے ناموں کی نسبت کئی غلطیاں واقع ہوئی ہیں رجال المومنین میں غلطی سے ابو تمیم مستنصر کو قاہرہ کا بیٹا لکھا ہے حالانکہ ان خلفاء میں قاہرہ کی لقب تھا اور مستنصر کے بیٹے بن علی بن منصور کے اور علی کا لقب ظاہر لاغز وین باشد ہے اور اس باب میں روضۃ الصفا حبیب السیر تاریخ گزیرہ اور عیون التواریخ وغیرہ میں لکھا ہے کہ بڑی بھاری غلطی ہوئی ہے کہ خود ہمدی کا نام محمد بتایا ہے اور ابوالقاسم انکی کنیت علی ہے مگر مراثی عالم کے مؤلف نے انتہائے غلطی یہ کی ہے کہ کہا ہے کہ ابوالقاسم محمد حسن بن انا لقب ہمدی مقرر کیا تھا اور جبکہ اسماعیلیہ ہمدی آخر الزمان جانتے ہیں ہمدویہ کے بانی وہی تھے جب انھوں نے ۳۵۰ھ میں رحلت کی تو ان کی جگہ لکھا بیٹا القائم بامر اللہ نزار مستنصر بن ہوا حالانکہ نزار ہمدی سے پانچویں پشت میں ہیں اور ان کا لقب عزیز باشد تھا ہمدی تو عبد اللہ کا لقب ہے اور قائم ان کے بیٹے کا اور جبرۃ النسب میں جو عبد اللہ کے ساتھ قائم کا لفظ استعمال کیا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور تاریخ فرشتہ میں مستنصر اور علی ظاہر کے درمیان ایک نام محمد لکھا ہے اور وہ زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ دوسری کتب سے ثابت نہیں۔

ہمدویہ کا امامت میں اختلاف

مستنصر کے بعد ہمدویہ میں اختلاف واقع ہو گیا اور دو فرقے بن گئے و ہر اسکی یہ ہے کہ مستنصر نے اولاً اپنے بڑے بیٹے المصطفیٰ بن اللہ نزاری کی امامت کے لیے اپنے بدنص کی پھر ان سے ناراض ہو کر چھوٹے بیٹے ابوالقاسم احمد الملقب مستعلی باللہ کی امامت کے لیے نص کر دی سو ایک جماعت نے نص ثانی کو نص اول کا ناسخ قرار دیا اور مستعلی کو امام بن جانا چنانچہ ان لوگوں کو مستعلویہ کہتے ہیں اور ایک جماعت مستنصر کی نص اول کے بموجب نزار کو امام ماننے لگی اور کہنے لگی کہ نص ثانی لغو ہے اس لیے کہ نص اول پنا کام

پورا کر چکی تھی اور دلیل اس پر یہ بیان کی کہ حضرت جعفر صادق کے بعد ان کی نص کے بموجب اسماعیل امام ہوئے نہ موسی کاظم تو یہاں بھی نزار کی نسبت حق و سبب باطل نہیں ہو سکتا اس فرقے کو نزاری یہ کہتے ہیں یہ لوگ نزار کی دعوت دینے لگے حسن صلیح اسی مذہب کا سرگرم داعی تھا اور شیخ نزاری قستانی بھی مذہب نزاری کا پابند تھا اسی لیے نزاری تخلص کرتا ہے اور مرآت عالم میں جو لکھا ہے کہ نزاری قستانی حسن صلیح کا عرف تھا یہ غلط ہے شیعہ اثنا عشریہ میں نزار کو مستنصر کا بھائی بتایا ہے۔ اور دوستان المذہب تاریخ فرشتہ جبیل السیر اور مرآت عالم اور روضۃ الصفا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستنصر کے بیٹے تھے اور مجالس سفیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ مستنصر باللہ نے دنیا سے رحلت کی ان کے پسر اکبر نزار پہلے ولی عہد تھے اسکے بعد وہ خارج ہوئے اور ان کے چھوٹے بھائی مستعلی ولیعہد ہوئے مستنصر کی وفات کے بعد مستعلی نے تخت قاہرہ مغربیہ چڑھ کر فرمایا اور نزار نے علحدہ نشان حکومت قائم کیا دونوں بھائیوں میں جنگ عظیم ہوئی نزاریاں قلعہ الموت ایران سب نزار کے طرفدار تھے اور اہل بین سب مستعلی کے طرفدار تھے اور کھوکھو کہ جب احمد مستعلی مستنصر خلافت پر متمکن ہوئے تو نزار اسکندریہ کو بھاگ گئے وہاں مستنصر کا ایک غلام حاکم تھا اس نے تعظیم و تکریم کر کے سریر دران روانی پر بٹھا دیا مستعلی نے ایک بھاری فوج اسکندریہ کو بھیجی جس نے ہوٹیکر غلام کو مار ڈالا اور نزار کو قاہرہ میں پکڑ لائے مستعلی نے ان کو قید کر دیا قید ہی میں انتقال ہوا۔ نزاریہ کا نام صلیح جیمہ اور حمیر یہ بھی ہے اور یہ نسبت ہے حسن بن محمد صلیح حمیری اسماعیلی کی طرف اور یہ سارے ممدویہ میں سے اکثر تھے اس لیے انکو ملاحدہ بھی کہتے ہیں اور حقیقت میں اسماعیلیہ کی ایک شاخ ہون بلکہ ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ سارے اسماعیلیہ ملاحدہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے مقابلے میں اتحاد بھرا ہوا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ ممدویہ بظاہر ہر ایک حکم شرع کی پابندی کرتے تھے اور انھوں نے ظاہر میں بھی رعایت شرع کی اتحادی تھی نزاریہ کو بھی

الطیہ کہتے ہیں اس حسن کی نسبت اور باب تواریخ میں یہ بات مشہور ہے کہ اسکا نسب حسن بن صلیح حمیری سے ملتا ہے مگر خواجہ نظام الملک نے اپنے وصایا میں اس خواجہ کی تردید کی ہے اور کہا کہ جب حسن فیضا پور میں طالب علمی کو آیا تو لوگوں سے بیان کیا کہ اتنا کہ میں نسل عرب سے ہوں خاندان صلیح حمیری سے میرا باپ میں سے کہ میں کوئے سے تم میں تم سے رہے میں آ رہا تھا مگر اہل خراسان خصوصاً اہل طوس نے میں کو یہ قول اسکا صحیح نہیں اٹکے اسلاف اس ملک کے کسان تھے خواجہ نے ملکہ دمایا میں حسن کی عیاری اور غداری کی طول طویل داستان لکھی ہے اور اس میں اس کے سخت شاکی ہیں اور اسکے باپ کا نام علی لکھتے ہیں اور اسکے بھی عقیدہ فاسد اور خیانت طینت کو بیان کرتے ہیں یہ علی سے کا باشندہ تھا ابو مسلم حاکم سے ایک دیندار شخص تھا اس لیے علی سے نفرت رکھتا تھا علی ہمیشہ ابو مسلم کے سامنے اپنے عقیدے کی صفائی ظاہر کرتا اور قسمیں کھاتا اس زمانے میں فیضا پور میں امام موفق بنکی عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی طلباء کو درس دیا کرتے تھے اور ان کے درس کی برکت تھی کہ ان کے ہمارے طالب علم غالباً کسی مرتبے کو پہنچ جاتے تھے حسن کے باپ نے کہ اسماعیلی المذہب تھا مسلمانوں کی اپنی طرف سے اس بذہنی کے دفعیہ کے لئے حسن کو فیضا پور لیا کہ امام موفق کے حلقہ درس میں داخل کیا حسن اور خواجہ نظام الملک طوسی اور حکیم عمر خیام تینوں ہم درس تھے اور آپس میں یہ معاہدہ ہو گیا کہ ہم میں سے جو شخص مرتبہ امارت کو پہنچے اس کی دولت تینوں میں علی السو یہ مشترک ہے خواجہ نظام الملک جب لپا رسلان کے وزیر اعظم مقرر ہو گئے تو عمر خیام ان سے ملے خواجہ نے انکا معقول بندوبست کر دیا عمر خیام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور علوم کے پھیلائے میں مشغول ہو گئے خواجہ نے حسن کے ساتھ لپا رسلان کے عہد میں تو کوئی سلوک نہ کیا سلطان ملک شاہ سے حسن کو ملا دیا لیکن خواجہ حسن سے کھلتے رہے حسن نے سلطان کے مزاج میں بہت دخل پیدا کر لیا سلطان نے ایک روز خواجہ سے کہا کہ بھلا کہتے دونوں میں تمام ممالک کے جمع خرچ کا حساب منہج و مرتب کر لو گے خواجہ نے کہا

کہ دو برس میں سلطان نے کہا کہ یہ مدت بہت زیادہ ہے حسن نے سلطان سے وعدہ کیا کہ اس خدمت کو فدوی چالیس دن میں انجام دے سکتا ہے چنانچہ وہ اس کام پر مامور ہوا اور سارا حساب طے کر کے پیش کرنے کے لیے لے گیا حسن کے نوکر کے پاس یہ دفتر تھا اور وہ دربار سے باہر نکلے کھڑا تھا خواجہ نے وہ کاغذات اس سے دیکھنے کے نام سے لیکر دین پر وادے تمام پریشان ہو گئے نوکر نے اُن کو جمع کر کے رکھ لیا اور حسن سے یہ بات نکلی حسن جب وہ کاغذات سلطان کو ملاحظہ کرائے لگا تو اُنکو بالکل ابھرا یا حسن سے جب سلطان نے سوال کئے تو بان ہون کرنے لگا سلطان نے ملول ہو کر فرمایا کہ تعلق کا کیا سبب ہے نظام الملک نے عرض کیا کہ وہ افکار لوگ جس کام میں دو برس کی مہلت چاہتے ہوں اُسکو ایک ناواقف چالیس دن میں کیسے پورا کر سکتا ہے میں نے تو سابق میں حضور سے عرض کر دیا تھا کہ اس شخص کی طبیعت میں کڑی اور مزاج میں طیش ہے اعتماد کے قابل نہیں سلطان حسن سے ناخوش ہو گیا حسن چپکے رو دبار کو چلا گیا پھر یہاں سے اصفہان پہونچا یہاں بھی زیادہ نہ ٹھہرا اور مصر کو چلا گیا مستنصر اسماعیلی یہاں امامت کرتے تھے اُنھوں نے حسن کی بہت خاطر کی مگر ڈیڑھ برس سے زیادہ حسن اُن کے پاس نہ ٹھہر سکا اسلئے کہ حسن نزار کا جانشین تھا اور علی کی امامت کے لئے جو مستنصر نے نص کی تھی اسکا مخالفت تھا اور یہ بات سپہ سالار اور افواج مصری اور تمام اعیان دربار کے خلاف تھی حسن کو مصر بھی چھوڑنا پڑا اور یہاں سے حلب کو حلب سے بغداد کو بغداد سے خوزستان کو خوزستان سے اصفہان کو گیا اور اسی طرح ولایت عراق اور آذربائیجان میں پھرنے لگا اور لوگوں کو طریقہ اسماعیلیہ اور امامت نزار کی طرف دعوت کرنے لگا اور چند روز دمشق میں رہنے کے بعد اُس نے قستان میں جا کر دعوت اسماعیلیہ کا سلسلہ جاری کیا اور بہت سے آدمی خفیہ طور پر اُسکی اطاعت کرنے لگے روضۃ اصفہان میں لکھا ہے کہ اسماعیلیہ حسن کو سیدنا کہتے ہیں اور حسن نے رو دبار پہونچنے سے پیشتر کچھ اپنے آدمی الموت کو بھیجے تاکہ وہاں کی رعایا کو مذہب نزار کی طرف دعوت کریں

میں قاضی ایک داعی کی کوشش سے رعایاے الموت اس مذہب میں داخل ہو گئی سلطان جلال الدین ملک شاہ کی طرف سے یہاں کا حکمران ہمدی علوی تھا اور نظام اسماعیلیہ کی طرف داری کرتا تھا اور باطن میں ان کے مخالف تھا جب ہمدی نے دیکھا کہ اسماعیلیہ نے یہاں تک قوت پیدا کر لی ہے کہ قلعہ ہمدی سے جاتا ہی تو لیک دن شب کے وقت فریب سے سارے اسماعیلیہ کو قلعہ سے نکال دیا اور کہا یہ قلعہ سلطان کا ہے اور اس میں کیا کام اسماعیلیہ میں اور ہمدی میں بہت سی گفتگو ہوئی جس کا آخری نتیجہ نکلا کہ ہمدی نے سب کو قلعہ میں واپس بلالیا اب اسماعیلیہ اُس سے ہوشیار رہنے لگے بلکہ ایک شب اچانک ہمدی کی غفلت میں حسن کو قلعہ پر بلالیا - یہ واقعہ ۱۰۸۵ھ جب شمس جہری کا ہے حسن نے ہمدی کے ساتھ بڑی چال یہ کی کہ اس سے کہا کہ میں نے یہاں لگی زمین اپنی سکونت اور عبادت کے لئے لینا نہیں چاہتا تین ہزار دینار کو میرے ہاتھ چرسہ بھر زمین فروخت کر دو ہمدی راضی ہو گیا حسن نے اُس چرسے کے بارے میں کہتا کہ تمام قلعہ کے آس پاس بچھو اوئے اور اُس قیمت کے ادا کر دینے کے لیے ایک رقمہ حاکم گردوہ کے نام جسے رئیس مظفر کہتے تھے اور مخفی طور پر وہ حسن کی دعوت قبول کر چکا تھا لکھنوا اور قلعہ میں سے ہمدی کو نکال دیا ہمدی نے کچھ عرصے کے بعد رئیس مظفر کو وہ رقمہ دیکر دینار وصول کر لئے مارت خان اصفہانی بہتہ العالم میں کہتا ہے رو دبار قزوین کے شمال میں چھ فرسخ کے فاصلے پر ہے اُس میں پچاس قلعہ موجود ہیں جن میں سے بہتر قلعہ الموت ہے یہ قلعہ اسماعیلیہ کا دارالملک تھا اور اعلیٰم چارم میں داخل ہے شمس میں حسن کے قبضے میں آیا ہے اس قلعہ کی وجہ تسمیہ یہاں قاطع میں یہ لکھی ہے الموت الف اور لام کے فحون سے جروت کے وزن پر مشہور قلعہ کا نام ہے جو قزوین اور گیلان کے درمیان میں واقع ہے اس قلعہ کو نہایت بلند ہونے کی وجہ سے آلہ آموت کہا کرتے تھے جبکہ قطعی معنی عقاب کا گھونسلہ ہے اس لئے کہ الہ (الف کے فح لام کے مضمر کے ظہور سے) عقاب کو کہتے ہیں اور آموت (لاہوت کے وزن پر) گھونسلے کے معنی ہیں ہے عقاب اونچے مقامات پر گھونسلارکھتا ہے

مل سکتا ہے اور ان کو اسکے احکام کی تعمیل کی ترغیب دلائی جاتی تھی پھر وہ
 کے لوگ لاسک تھے جس کا ترجمہ نو آموز اور مبتدی ہے اور ساتویں درجہ میں
 عوام تھے اس گروہ نے بڑی بڑی تختیاں کی تھیں دوسری تک اطراف و جوار
 میں ایک تنگہ ڈال دیا تھا بڑے بڑے آدمیوں کو جو شیخ سے مخالفت رکھتے تھے
 انھوں نے مار ڈالا سب سے اول نظام الملک مارا پھر اسکے بیٹے کو پھر سے مارا سلطان
 ملک شاہ کا زہر سے مرنا بھی انھیں کی سازش سے سمجھا جاتا ہے اور یہ فدائی مالک میں
 پھیل گئے تھے اب بھی ان کے چھوٹے چھوٹے گروہ شام کے پہاڑوں میں موجود ہیں
 ہمارے کتال نے اس فرقے کی تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جو جو علماء فرقہ اسماعیلیہ
 کے خلاف تھے ان کو بین بین کران فدائیوں نے ہر ایک طرح کی گات سے قتل کر ڈالا کسی کے خاں
 بنکر مار ڈالے کسی کو خدنگار بنکر قتل کر ڈالے اس لئے ہر ایک مذہب کے علماء ڈرتے تھے
 اور حسن کے خلاف منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالتے تھے ان فدائیوں کا یہ حال تھا کہ جب
 سلطان سجز نے قلعہ الموت کی تباہی کے لئے کئی بار سپاہ بھیجی تو حسن نے اسکے ایک
 نوکر کو جو نہایت مقرب تھا اور حسن سے حسن عقیدت رکھتا تھا حکم دیا کہ جب سلطان
 سوتا ہو تو اسکے سر پرانے ایک چھری میں گار دے اسے ایسا ہی کیا سلطان بیدار
 ہوا تو اس بات سے اس کے دل میں بڑا اندیشہ پیدا ہوا تو بڑے دھڑکنے کے بعد
 حسن نے سلطان سے کہلا بھیجا کہ اگر مجھ کو اپنے محبت نہوتی تو وہ چھری جو زمین سخت میں
 گڑوئی گئی تھی آپ کے سینہ نرم میں گڑوئی جاتی سلطان نے حسن سے صلح کر لی اور
 اس وجہ سے حسن کا کام زیادہ خفائی کرنے لگا حسن نے اپنے ایک بیٹے حسین نامی کو
 حسین قانیفی فاتح قستان کے جرم قتل کی سزا میں مروا ڈالا اور دوسرے بیٹے کو
 شہاب نوشی کی علت میں مروا دیا ۸۰۰ ربيع الثانی ۵۵۰ ہجری مطابق ۱۱۵۵ء
 کو حسن کا انتقال ہو گیا حسن مذہب نزاریہ اسماعیلیہ کا داعی تھا۔

نزاریہ نزار کے بعد اسکے بیٹے ہادی کو نام جانتے ہیں مگر مورخین کی تحقیق یہ ہے
 کہ نزار نے کوئی اولاد باقی نہیں چھوڑی تھی احمد مستعلی نے حکومت پائی تو نزار کے

ہاں کے دو بیٹوں کے قید کردہ تینوں نے قید ہی میں جان دی اور نزاریہ یون
 بعد بنائے ہیں کہ ابوالحسن سعیدی مستنصر علوی کے انتقال کے بعد مصر سے
 الموت میں حسن بن محمد صباغ حمیری کے پاس آیا اسکے ساتھ ایک لڑکا تھا نزار
 اولاد میں سے حسن کے حال سے حسن بن صباغ حمیری کے سوا کوئی واقف نہ تھا
 اس لیے حسن نے اس لڑکے کو نہایت تعظیم کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور بعض یون
 کہتے ہیں کہ خود حسن بن صباغ حمیری مصر میں آیا اور نزاریہ کی ایک عورت سے جو
 حسن تھی ملا اسکے پاس سے ایک صغیر السن بچے کو لے لیا اور لوگوں سے بیان کیا
 کہ نزار کا فرزند ہے اور اس لڑکے کو شہر رے کو لے گیا اور نام اسکے ہادی مقرر کر کے
 اس کے نام سے شریع کی ہزار ہا آدمی اسکے حلقہ اطاعت میں آگئے پھر ابن
 صباغ نے طبرستان کے قلعے فتح کر لیے اور قلعہ الموت پر قبضہ کر کے اسے دار الحکومت
 قرار دیا اور نام اسکے بلدۃ الاقبال رکھا اور اسے اپنے مرض الموت میں ایک شخص
 ہادی کو خلیفہ بنا کر وصیت کر دی کہ ہادی کی تعلیم و تربیت میں جو ابھی لڑکا تھا
 ہادی کو شمش کرے اور کیا نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے محمد کو اپنا نائب مقرر کیا
 ایک دن جو ہادی کو شہوت کا غلبہ ہوا تو محمد ابن کیا کی عورت کو بلا کر اس سے
 محبت کی کیونکہ ان کے نزدیک امام کے لیے ہر ایک حرام حلال ہے وہ عورت عالمہ ہو گئی
 ہادی کے انتقال کے بعد ایک لڑکا جنی جسکا نام حسن رکھا گیا یہ بیان اسی
 محبت کا تھا جسے ہادی کے اکثر متبعون سنے باور کر لیا اور کچھ لوگوں کو شک پیدا
 ہو گیا اور یہ کہنے لگے کہ ہادی جس عورت سے ہم بستر ہوا تھا وہ اور تھی اور محمد بن کیا
 کی زوجہ کو بھی اسی زمانے میں جب ہادی نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی
 اسی اپنے شوہر سے حل رہ گیا اور اتفاقاً دونوں عورتوں کے ایک ہی وقت میں
 بچہ پیدا ہوا محمد بن کیا کی بی بی نے اپنے لڑکے سے اس لڑکے کو جو ہادی کا
 غلط تھا بدل لیا بہر صورت بعد محمد بن کیا کے حسن نے ظاہر کیا کہ میں نزاریہ کی اولاد
 سے ہوں اور ہادی کا بیٹا ہوں اور امامت کا دعویٰ کیا جس کو نزاریہ نے

تسلیم کیا اور بعض نے سلسلہ نسب کا یوں لکھا ہے حسن بن ہمدی بن ہادی بن نزار برصو ر ست حسن بن ہادی نہایت عاقل مبلغ حاضر جواب اور خوش محاورہ تھا بہت خطبے دیتا تھا اور لوگوں میں اس بات کو تاکید سے بیان کرتا تھا کہ امام کو حق حاصل ہے کہ جو چاہے کرے اور امام تکالیف شرعیہ کو دور کر سکے ہے اور مجھے خدا کا حکم غیب سے یہ پہونچتا ہے کہ تم سے ساری تکالیف شرعیہ کو اٹھا دو اور تمام عمرات کو تیرے سوا کر دو جو کچھ چاہو کرو بشرطیکہ باہم جنگ و جدال و کشت و خون نہ کیا کرو اور اپنے امام کی اطاعت سے انحراف نہ کرو ورنہ اس کو امام برحق جانتے تھے اور اس کی ذات کو قیامت کہتے تھے اس لیے کہ انکا اعتقاد یہ تھا کہ اسوقت قیامت قائم ہوگی جب آدمی خدا رس ہو جائیں گے اور تکالیف شرعیہ اٹھ جائیگی اور قیامت سے پہلے یہ مطلب ہے حسن بن ہادی اپنی امامت کے زمانے میں غلامی کو خدا سے ملادیا اور شریعت کے رسوم اٹھا دیے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ امام ہوا تو ۵۵ ہجری میں ساکنان الموت کو عید گاہ میں جمع کیا اور ایک نمبر رکھوایا جس کے چاروں کونون پر چار علم سرخ زرد سبز اور سفید بکھڑے کرادیے اور ۵۵ تاریخ رمضان سنہ مذکور کو نمبر پر بیٹھ کر فرمایا میں امام زمانہ ہوں اور نبی کی تکلیف اہل جان سے میں نے اٹھا دیں اور تمام احکام شرعیہ کو موقوف کر دیا اب زمانہ قیامت کے قائم ہونے کا ہے چاہیے کہ مخلوق کا باطن خدا کی طرف متوجہ ہو اور ظاہر میں جو کچھ چاہیں کریں اور ممبر سے اتر کر روزہ افطار کر لیا اور تمام آدمیوں کو حکم دیا کہ مثل عید کے خوشی منائیں اور اس دن کا نام عید القائم رکھا اور الموتیاں سے کھلی ذکرہ اسلام کہتے تھے شعر ہے ملاعدہ نے اسکی وح میں قصائد لکھے تھے اس کی وح میں یہ ایک شعر ہے۔

ہر داشت غل شرع بتاید از دی | مخدوم روزگار علی ذکرہ اسلام

اس حسن کے زمانے میں امام فخر الدین رازی دے میں رہتے تھے اور تصنیف اور وعظ و نصیحت سے مسلمانوں کو فیض پہونچاتے تھے مسائل خلافت میں جب ان سے کوئی بات دریافت کی جاتی تو فرماتے خلافاً للملاحدة نعہم اللہ خذ لہم اللہ حسن نے ایک فذلی کو متعین کیا وہ امام کے پاس آیا اور طالب علموں کے لباس میں رہا اور فرصت کا منتظر

ہوا تھا ماہ کے بعد اتفاق سے امام رازی کو تنہا حجرے میں پالیا اندر سے دروازہ بند کر کے امام کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور حجرہ کھینچ کر ان کی چھاتی پر کھدیا اور کھنے لگا کہ کس لیے ہمیشہ ہمارے پیشواؤں پر لعن و طعن کرتے رہتے ہو امام نے اسکو قسم دی اور بت کچھ احتجاج کی تب اسنے کہا کہ مجھکو تمہارے قتل کا حکم نہ تھا ورنہ ہرگز نہ چھوڑتا ہمارے سید نے تمکو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہکوعوام کی باتوں کا خوف نہیں تمہاری باتوں کا خیال ہے کیونکہ جو بات تمہارے منہ سے نکلے گی وہ ہمیشہ باقی رہے گی اور اس سے ہماری بدنامی قائم رہے گی آپ قلعہ میں تشریف لائیے تاکہ شرعاً غنڈہ نگاری اور کی جائے امام نے کہا کہ میرا وہاں چلنا تو ممکن نہیں مگر آئندہ کبھی بُرائی کے لفظ سے یاد کیا جائے گا بعد اسکے فدائی نے تین سو شقال سونا اور دو مانی چادرین امام کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ یہ وظیفہ تمہارا ایک سال کا ہے اور آئندہ ہر سال سی طرح پہونچتا رہے گا اور خود حجرے سے چلا گیا کہ پھر کسی نے اسکو وہاں نہ دیکھا اس واقعہ کے بعد سے امام جب کبھی خلافت میں مسئلہ بیان کرتے تو کہتے خلافاً لاسما علیہ ایک شاگرد نے عرض کیا کہ اس کلمے کے اختیار کرنے کا کیا سبب ہے امام نے جواب دیا کہ وہ برہان قاطع رکھتے ہیں حسن کے بارے جانے کے بعد اسکا بیٹا محمد امام ہوا محمد کو اسکا بیٹا جلال الدین حسن ہلاک کر کر خود امام ہوا اور اسنے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ دیا مسلمان پاک ہوا یہاں تک کہ اپنے اسلاف کا کتب خانہ بھی جلوا دیا اور اپنے طعن کرنے لگا اور مذہب باطنیہ کو مشائش شروع کر دیا اور اپنی تمام رعایا کو بھی مذہب اہل سنت پر چلنے کی تاکید کرنے لگا اور اپنے حسن اعتقاد پر غلیظہ اور اہل ہند کو بھی اطلاع کر دی اور اپنی مان کو بہت سے تحائف اور ہایاد دیکر فائدہ کتبہ کوچ کے لیے بھیجا جلال الدین حسن کے بعد اسکا بیٹا علاء الدین محمد امام ہوا تو اسنے طریقہ ملاحدہ باطنیہ کو اختیار کر لیا اس علاء الدین کے عہد میں ناصر الدین عبد الرحیم بن ابونصور حاکم قستان نے محمد بن حسن عرف خواجہ نصیر الدین طوسی کو قستان میں پابند کر لیا تھا خواجہ نے اخلاق نامری اسی کے نام پر لکھی ہے علاء الدین محمد کے مارے جانے کے بعد اسکا بیٹا رکن الدین بھی اپنے

بزرگوں کے طریق پر ہوا ہادی کی ذریعات میں امامت و حکومت ایک سواکھتر برتن
رہی رکن الدین پورے ایک سال بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ قرکان تترارینی
چنگیز خانیوں کے ہاتھ سے اسکی دولت برباد ہوئی غرغٹک ان اسماعیلیہ کا خاتمہ
نامدیون نے ایمان میں اور گردنوں نے شام میں ہمیشہ کے لیے ساتویں ہجری میں کیا۔
نزاریہ کا مسقطیہ اور سقطیہ بھی نام ہے اس لیے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ امام فروغ
کے ساتھ مکلف نہیں ہے بلکہ اسکو بھی اختیار ہے کہ بعض نکالیت یا تمام نکالیت کو
ادیون سے دور کر دے اور نزاریہ کی رائے یہ ہے کہ امام ایک بار کسی بات کی وصیت
کر دے اور پھر اس کے خلاف پر نفس کرے تو نفس اول ہی پر عمل کرنا چاہیے اور ثانی انوسہ
بجلاف مستعلاویہ کے کہ ان کے نزدیک نفس دوم ناسخ ہے نفس اول کی نزاریہ اسی لیے
مستفہر کے بعد نزار کو امام مخصوص جانتے ہیں اور نزار کے بعد ہادی کو اور ہادی کے بعد
حسن کو اور ملاحدہ امام کا مزار میں لطف ہونا مانتے ہیں بخلاف اثنا عشریہ کے کہ وہ
اداسے واجبات عقلیہ یا حجت نقل شریعت وغیرہ میں اسکا لطف ہونا قرار دیتے ہیں اور
نزاریہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے اور زمانہ غیر متناہی ہے اور ارواح تشارح کرتی ہیں اور
معاویہ جسانی کا انکار کرتے ہیں جنت و دوزخ کے بھی منکر ہیں کہتے ہیں کہ معاد روحانی ہے
اور بہشت و دوزخ معنوی چیز ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے قیامت اسکی موت اور
اور ملاحدہ کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ ثابت نہیں ہوتا پس ایمان
یا شک کو عقل واجب نہیں کرتی اور عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کی بُرائی دریافت
ہو سکتی ہے بلکہ یہ سب باتیں شرع سے جانی جاتی ہیں۔

اسماعیلیہ کے مناصب و دعوت کے طریق

فرقہ اسماعیلیہ کا نام سبعیہ بھی ہے اور یہ نام اس وجہ سے مقرر ہوا ہے کہ کہتے ہیں
کہ انبیاء شریعت کے پچاسنے والے صرف یہ سات شخص ہیں۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ
عیسیٰ۔ محمد اور محمدی اور درمیان دو رسولوں کے سات امام ہوتے ہیں جب ایک رسول کی

دعوت کو تمام کرتے ہیں اور احکام کا اجرا فرماتے ہیں جب تک دوسرا رسول مبعوث ہو
اول امام اول حضرت علی امام دوم حضرت حسن امام سوم حضرت حسین امام چارم حضرت علی
امام ہادی بن امام نجم حضرت محمد باقر امام ششم حضرت جعفر صادق امام ہفتم حضرت
امام میل بن جعفر ہیں جو درمیان محمد علیہ السلام اور محمدی کے خیریت قائم رکھتے ہیں
اور طرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان کو سبعیہ اسیلے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک سات امام ہیں
اسالین محمد بن اسماعیل ہیں بعض سبعیہ ان پر توقف کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سات
سات امام کا اس طرح دوران رہتا ہے جس طرح ہفتون کا اور دنوں کا شرح موافق میں
کہو ہے کہ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر عصر میں واسطے ہدایت لوگوں کے سات آدمیوں کا
ہونا ضروری ہے اول امام کہ جانب غیب سے اسکو علم اور احکام بے واسطہ پہونچتے ہیں اور
سلسلہ معلوم کی انتہی اسی کی ذات ہوتی ہے۔ دوسرا حجت کہ امام سے حاصل کر کے دوسرے
ادیون تک پہونچتا ہے تیسرا فرم مصدقہ حجت سے علم حاصل کرتا ہے چوتھا داعی اکبر
مومنون کے درجات کو بڑھاتا ہے اور امام اور حجت کے نزدیک ان میں ترقی دیتا ہے
پانچواں داعی ماذون یہ طالبین سے عہد و پیمان لیکر امام کی بیعت میں داخل کرتا ہے
اور لوگوں کو علم و معرفت سکھاتا ہے چھٹا مکتب شخص اگر بڑے درجے کا آدمی ہوتا ہے
لیکن اس کو دعوت کا اذن نہیں ہوتا اسکا صرف یہی کام ہے کہ غیر مذہب والے کے
حقانہ میں حجت اور دلیل کے ساتھ شبہات ڈال دے اور اس کے احتمالات کا جواب دے اور
جب وہ تھک ہو کر طلب حق کی درخواست کرے تو یہ داعی ماذون کو بتا دیتا ہے کہ اس
آدمی کے پاس جاؤ اس سے یہ مقصد بخوبی حاصل ہو جائے گا پھر داعی ماذون
اس سے عہد و پیمان لیکر ذومعدہ کے حوالے کر دیتا ہے اگر استعداد طالب کی ذومعدہ
کے مبلغ علم سے بڑھ کر ہوتی ہے تو وہ حجت کے پاس پہونچا دیتا ہے اسی طرح حجت
امام کے پاس اگر موجود ہو ساقوان مومن۔

علامہ ابوہریری احوال ابوہریرین لکھا ہے کہ کتب اسماعیلیہ کی سیر سے معلوم ہوتا ہے
کہ دعا اسماعیلیہ خصوصاً دعا فاطمیین نو دعوتین ارشاد کرتے ہیں مگر داعی جس عزمین

جس قدر شوق اور قابلیت پاتا ہے اُسی قدر دعوتیں اُسکو کرتا ہے۔

دعوت اول داعی نہایت وقار سے مسند ارشاد پر بیٹھا ہوتا ہے جس کو دعوت کرتا ہے اول اُس سے تاویل آیات اور معانی امور شریعت کی مشکل باتوں کے اور تھوڑے سے علم طبعیات وغیرہ کے مشکل مسئلوں کے بھی سوالات کر کے کہتا ہے کہ اے شخص اسلام دین پوشیدہ ہے اور اکثر آدمی اُس سے منکر اور جاہل ہیں اگر امت محمدی کے لوگ ان باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت سے شخص کی ہر توادیموں میں اختلاف پیدا نہوتا جب مدعو یہ بات سُنتا ہے تو داعی کے پاس جو کچھ معلومات ہوتی ہے اُسکے سننے کا شتاق ہوتا ہے پھر داعی اُسکی رغبت باکر بیان کرنا شروع کرتا ہے اور بڑی عمدگی سے آیات قرآن اور شرائع دین کے مطالب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ اختلاف لوگوں میں آیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ائمہ دین اور حافظان دین نبی سے روگردانی کی ہے اور غیروں کی اتباع کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ائمہ ہدیٰ شرع رسول کے حافظ ہیں اُسکی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں معانی ظاہری و باطنی اور تاویل و تفسیر قرآن سے آگاہ ہیں جب مسلمانوں نے دوسروں کی اتباع کی اور اپنی عقل سے دلائل نکالنے لگے تو گمراہی میں پڑ گئے اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پھر وہیں مخفی رکھا ہے تاکہ اسرار الہی مبتذل نہوجائیں پس اللہ کے مجید سولے فرشتے مقرب اور نبی مرسل یا بندہ نیک کے جسکا دل خدا نے تقویٰ میں استقامت کر لیا ہے کوئی نہیں جان سکتا جب مدعو کا دل داعی کی باتوں سے خوب ملوث ہوجاتا ہے اسوقت داعی دوسری باتیں شروع کرتا ہے کہ کتاب و سنت

[illegible]

301

حق صفا کیا ہے اور کس لئے حالتِ غصہ کو روزے کی قضا کا حکم ہے اور قضا سے نماز کی
 اہمیت ہے اور کیا سبب ہے کہ جنابت کے لیے غسل کا حکم موانع ہے اور بول و برزخ کے
 واسطے غسل کا حکم نہ ہو اور کیا سبب ہے کہ خدا نے مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا کیا
 ایک گھڑی میں پیدا کرنے سے عاجز تھا اور صراط کے کیا معنی ہیں اور کرنا کا تین کیا ہیں
 کرنا کا تین کو جو ہم نہیں دیکھتے اسکا کیا سبب ہے کیا وہ ہم سے مکارے کے
 سب سے خالفت ہیں اور ہم سے اس خوف سے چھپ کر گواہ بنے ہیں اور ہمارے اعمال
 سے بہتے ہیں اور زمین کا بدل دینا قیامت کو اور عذابِ عظیم کیا ہے اور کیونکر صحیح
 دیکھا ہے کہ عاصی کی جس جلد سے گناہ کیا ہے وہ ایک اور جلد سے بدل دیا جائیگی جگناہ میں
 ان زمین تاکہ اسکو عذاب دیا جائے اور اس میت کے کیا معنی ہیں و کھیل عیش و ہوا کے
 قفسہ یومرین نماز اور شیطان اور اسکی صفت کیا ہے اور وہ کہاں رہتا ہے اور
 حوج و ما حوج اور ہاروت و ماروت کیا ہیں اور کہاں رہتے ہیں اور سات دوزخین

۱۵۷۰ء کا عالم بھی درنہاں ہیمن مقصود ہے۔ ۱۲ منہ ۱۵۷۰ء کا عالم بھی گئے سیر سے سب کا عرض اچھا اور پر اس قدر ان شخصوں کو چاہا تھا کہ ہرے برون کس دن چار لاکھ زیادہ ہو جائیں گے نہ

[illegible]

اور آٹھ ہشتین کس وجہ سے ہیں اور کیا ہیں اور قوم کا درخت اور واہد الارض اور
یوسف علیہ السلام اور فخر ماحولہ اور تین اور زیون کیا ہیں اور اس آیت کے کیا معنی ہیں
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ اور حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں اور سات آسمان
اور سات زمین اور شمع المثنیٰ اور بارہ بیض کس وجہ سے ہیں اور قرآن و سنت پر عمل کیا
تھارے حق میں کیا کرے گا اور فرائض لازمی کے کیا معنی ہیں اور اول اپنے نفس کی فکر

انسانی ہستی کے کمان ہے اور تھاری روح اور اس کی صورت کس طرح کی ہے اور وہ
میں کس جگہ رہتی ہے اور روح کا حال کیا ہے اور انسان کیا ہے اور کیا ہے تفاوت
انسان اور بہائم اور حشرات کی زندگی اور حیات میں اور کیا فائدہ ہے حشرات کے
پیدا ہونے اور نباتات کے اگلنے میں اور اس کے کیا معنی ہیں کہ حوا آدم کی پہلی بیوی سے
پیدا ہوئی ہے اور ظلا سفہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم
انسان کبیر ہے اور انسان کا قامت کیونکر پیدا ہوا اور حیوان کا خلاف اس کے کیا
اور کس واسطے پانوں اور ہاتھوں کی دین دین انگلیاں ہوئیں اور کیا وجہ ہے کہ
ہر انگلی میں تین تین ممبر ہوں اور انگوٹھے میں دو اور چہرے میں سات سوراخ
کیونکر مقرر ہوئے اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیونکر رکھے گئے اور کیا وجہ ہے
اس بات کی کہ پشت کی ہڈی میں بارہ گڑھے ہیں اور گردن میں سات اور کس واسطے
آدمی کی گردن کی شکل سیم کی سی ہے اور دونوں ہاتھوں کی شکل حلیٰ کی سی ہے
اور شکم کی شکل سیم کی سی اور پانوں کی شکل دال کی صورت پر کیونکر ہے جس سے
آدمی کے قامت میں ان حروف کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے جو لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
میں جمع ہیں اور کس واسطے آدمی کا قامت الف کی طرح سیدھا ہے اور رکوع میں
لام کی صورت پر ہو جاتا ہے اور سجدے میں یمن جاتا ہے کہ مجموعہ ان تین حروف
کا وہ ہے جو لفظ اللہ میں موجود ہیں اور کس واسطے انسان کی ہڈیاں اس قدر ہیں
اور دانت کیونکر اس قدر واقع ہوئے اور اس کے اعضاء رئیسہ اور رگون کی اتنی مقدار
کیونکر ہے اسی طرح داعی تمام تشریح اعضاء کا ذکر کرتا ہے پھر داعی کہتا ہے تم اپنے
نفس پر غور و خیال کیونکر نہیں کرتے ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا حکیم اور علیم ہے اور
اس کے سب کام حکمت سے بہا لب ہیں حالانکہ اس نے قرآن میں جانچا غور کرنے کے
واسطے تاکید فرمائی ہے فی کلا من آیات اللہ وقین وفی انفسکم افلا تبصرون
زمین میں نشانیاں ہیں یقین لائے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر کیا تم نہیں
دیکھتے ہو دوسری جگہ فرمایا ہے سنو ہم ایا تکتنا فی الافاق وفی انفسکم حتی

مذہب الاسلام کے نزدیک سارا قرآن سچا نشانہ ہے

انسانی ہستی کے کمان ہے اور تھاری روح اور اس کی صورت کس طرح کی ہے اور وہ
میں کس جگہ رہتی ہے اور روح کا حال کیا ہے اور انسان کیا ہے اور کیا ہے تفاوت
انسان اور بہائم اور حشرات کی زندگی اور حیات میں اور کیا فائدہ ہے حشرات کے
پیدا ہونے اور نباتات کے اگلنے میں اور اس کے کیا معنی ہیں کہ حوا آدم کی پہلی بیوی سے
پیدا ہوئی ہے اور ظلا سفہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم
انسان کبیر ہے اور انسان کا قامت کیونکر پیدا ہوا اور حیوان کا خلاف اس کے کیا
اور کس واسطے پانوں اور ہاتھوں کی دین دین انگلیاں ہوئیں اور کیا وجہ ہے کہ
ہر انگلی میں تین تین ممبر ہوں اور انگوٹھے میں دو اور چہرے میں سات سوراخ
کیونکر مقرر ہوئے اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیونکر رکھے گئے اور کیا وجہ ہے
اس بات کی کہ پشت کی ہڈی میں بارہ گڑھے ہیں اور گردن میں سات اور کس واسطے
آدمی کی گردن کی شکل سیم کی سی ہے اور دونوں ہاتھوں کی شکل حلیٰ کی سی ہے
اور شکم کی شکل سیم کی سی اور پانوں کی شکل دال کی صورت پر کیونکر ہے جس سے
آدمی کے قامت میں ان حروف کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے جو لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
میں جمع ہیں اور کس واسطے آدمی کا قامت الف کی طرح سیدھا ہے اور رکوع میں
لام کی صورت پر ہو جاتا ہے اور سجدے میں یمن جاتا ہے کہ مجموعہ ان تین حروف
کا وہ ہے جو لفظ اللہ میں موجود ہیں اور کس واسطے انسان کی ہڈیاں اس قدر ہیں
اور دانت کیونکر اس قدر واقع ہوئے اور اس کے اعضاء رئیسہ اور رگون کی اتنی مقدار
کیونکر ہے اسی طرح داعی تمام تشریح اعضاء کا ذکر کرتا ہے پھر داعی کہتا ہے تم اپنے
نفس پر غور و خیال کیونکر نہیں کرتے ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا حکیم اور علیم ہے اور
اس کے سب کام حکمت سے بہا لب ہیں حالانکہ اس نے قرآن میں جانچا غور کرنے کے
واسطے تاکید فرمائی ہے فی کلا من آیات اللہ وقین وفی انفسکم افلا تبصرون
زمین میں نشانیاں ہیں یقین لائے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر کیا تم نہیں
دیکھتے ہو دوسری جگہ فرمایا ہے سنو ہم ایا تکتنا فی الافاق وفی انفسکم حتی

یقیناً ہم انہی الحق اب ہم ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں کو کھائیں گے جب تک کہ ان پر کھل جائے کہ یہ حق ہے اس قسم کی آیات سراسر دلائل کرتی ہیں کہ خدا کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو اپنے اسرار مخفی قلمائے اگر تم متنبہ ہو جاؤ اور جان لو تو تم سے سب حیرت زائل ہو جائے اور شبہ و شک مثلاً او و حار و منہ تم پر ظاہر ہو جائے کیا یہ نہیں خیال کرتے کہ تم اپنے نفوس سے بھی بے خبر ہو جاؤ لاکہ خدا نے فرمایا ہے من کان فی ہذا فی الاخرۃ اعصہ و اضل سبیلاً جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا سو وہ پچھلے جہان میں اندھا ہے اور نہایت گمراہ یعنی ہدایت سے اندھا ہے ویسا ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے اور دور پڑا ہے۔ جب داعی دیکھتا ہے کہ مدعو کو میری باتوں کی طرف بخوبی رغبت ہے تو اس سے کہتا ہے اسے شخص جلدی ست کر خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہنا اہل آگاہ ہوں بدوین معاہدے کے آگاہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جس کو ہدایت کرتا ہے اس سے اول عہد و پیمان کر لیتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے و اذاخذنا من النبیین میثاقہم و منک و من نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم و اخذنا منہم میثاقاً غلیظاً اور حبیب لیا ہننے نبیوں سے انکا عہد اور پیمان سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے اور لیا ہننے ان سے گاڑھا عہد اور فرمایا ہے و من الموصنین جال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ بعض بان والون میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا انھوں نے اس چیز کو کہ عہد کیا تھا اللہ تعالیٰ سے اور فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعہود اے ایمان والو پورا کرو اقرار اور فرمایا ہے ولا تنقضوا الایمان بعد تکیدہا مت توڑو قسموں کو ان کی مضبوطی کے بعد اسی قسم کی آیات پڑھ کر کہتا ہے کہ بیعت پر ہاتھ دو اور ہم سے عہد استوار کرو کہ ہرگز بیعت کو توڑو گے اور اگر کسی افشا کر دے گا تو ہمارے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھو گے جب مدعو نے بیعت کر لی تو سوقت داعی اس کے مال میں سے بقدر حیثیت کچھ امام کی نذر میں مانگتا ہے اگر مدعو یہ تیا ہے تو داعی کی مجلس میں بار دیگر حاضر ہو سکتا ہے اور نصیحت وغیرہ

اللہ کا ہمارا ہوتا ہے ورنہ اسکو بار نہیں ملتا۔
دعوت دوم جبکہ عوسب باتیں پہلی دعوت کی تسلیم کر لیتا ہے اور مال بھی دے کر دیتا ہے تو دوسری مجلس میں داعی بار دیگر کہتا ہے کہ افسر راضی نہیں ہوتا اپنی طاقت سے اور جو کچھ بندوں پر مقرر کیا ہے اسکی بجا آوری سے جب تک کہ حق کی طاقت نہ کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا ہے اور انکو طاقت کا محافظ بنایا ہے پھر ان امور کی تفسیر کرتا ہے اور اپنے کلام پر دلائل لاتا ہے اس فریق کی کتب میں مفصل مذکور ہیں جب داعی کو معلوم ہوا کہ مدعو کے دل میں اللہ کی طرف سے اعتقاد راسخ ہو گیا تو تیسری دعوت ارشاد کرتا ہے۔
دعوت سوم جب تیسری دعوت کی مجلس میں مدعو حاضر ہوتا ہے تو داعی کہتا ہے کہ انہی سات ہیں حضرت علی حسن حسین زین العابدین محمد باقر جعفر صادق ساتویں امام صاحب الزمان اور چنانچہ کہ قائم میں اختلاف ہے بعض محمد یکتوم بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کو جانتے ہیں اور بعض اسماعیل بن جعفر کو جب دلائل اور توجیہات سے مدعو کے دل میں ثابت ہو جاتا ہے کہ امام سات ہیں تو شیعیہ اثنا عشری سے برخلاف ہو جاتا ہے جو دوازده امام کے قائل ہیں اور داعی بیان کرتا ہے کہ صاحب الزمان کو علم باطنی اور مخفی وہ کچھ ہے کہ اس سے زیادہ اور بہتر خدا کے پاس بھی علم نہیں اور وہی تاویل تفسیر قرآن اور تاویل تاویلات کے ماہر ہیں اور انھیں کو تمام اسرار الہی کا علم ہے اور دعا انکے وارث ہیں اور کوئی دعا کی ہمسری نہیں کر سکتا اور داعی اپنے ان مطالب پر بڑی بڑی دلیلیں لاتا ہے جو اس فریق کی کتب میں مذکور ہیں جب داعی نے خیال کیا کہ میری تقریر نے اس کے دل میں اثر کیا تو دعوت چہارم شروع کرتا ہے۔
دعوت چہارم اس دعوت میں داعی بیان کرتا ہے کہ مجددین شریع کے سات ہیں اور ہر ایک کو ناطق کہتے ہیں اور ہر ناطق کی شریع کے رواج دینے والے اور وہی ہی سات آدمی ہوتے ہیں جنکو صامت بولتے ہیں پہلے ناطق آدمیوں جنکے صامت اول نبوت علیہ السلام تھے جب ان سب صامتوں کا زمانہ گزر چکا تو دوسرے ناطق نوح علیہ السلام

ہوئے جنھوں نے ناطق اول کی شرع کو ایک قلم موقوف کر دیا ان کے صامت اول سے
تھے تیسرے ناطق ابراہیم علیہ السلام ہیں اور انکے جانشین یعنی صامت اول اسامیل
علیہ السلام تھے ان کے بعد ناطق چہارم موسیٰ علیہ السلام ہوئے ان کے وصی اول
ہارون علیہ السلام تھے ان کے بعد نون پانچویں ناطق عیسیٰ علیہ السلام تھے اور
ان کے وصی اول شمعون تھے اور ناطق ششم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے
وصی اول حضرت علی پھر امام حسن پھر امام حسین پھر علی بن امام حسین پھر محمد باقر
جعفر صادق پھر اسماعیل بن جعفر آخر موشان صامت ہفتم ہیں ساتویں ناطق
صاحب الزمان محمد بن اسماعیل ہیں کہ انھیں پرچمہ علوم اولین و آخرین تمام
ہوئے ہیں اور ان کی اطاعت میں ہدایت و نجات منحصر ہے جب اس ترتیب
کو عمدہ عمدہ تقریروں کے ساتھ ان کی کتب میں مذکور ہیں و لفظین کر دیتا ہے
تو پانچویں دعوت آغاز کرتا ہے۔

دعوت پنجم داعی اس میں کہتا ہے کہ ہر امام صامت کے ساتھ بارہ آدمی مطلق
عدد و مینون اور برجوں کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک حجت کہلاتا ہے خدا نے انسان کے
جسم کو زمین کی طرح پیدا کیا ہے اور چاروں انگلیوں کو جزائر کی طرح بنایا ہر انگلی
میں تین تین ہڈیوں کے رکھے ہیں جو کل بارہ ہڈیوں کے ہوتے ہیں اور یہ بارہ ہڈیوں کے انھیں
جھٹون کی طرف اشارہ ہیں اور انگوٹھا کہ کت دست کو اس سے استحکام اور قوام ہے
اس میں دو ہڈیوں کے ہیں سو اس میں اشارہ ہے کہ رسول و امام یعنی وصی جدا جدا زمین میں
اور خدا تعالیٰ نے پشت میں جو بارہ گریبان پیدا کی ہیں وہ بھی انھیں بارہ جھٹون
کی طرف اشارہ ہیں اور گردن یا دو ہڈیوں کے پشت سے افضل داعی ہے مگر اس میں
سات گریبان بنائی ہیں سو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں سات ناطقوں کی ذات کی
طرف اشارہ منظور ہے اور انکے ائمہ جانشین کی طرف بھی اشارہ ہے اور اسی اشارہ
کی وجہ سے آسمان اور زمین اور دریا اور پہلے کے دن اور کوکب بارہ بھی سات
چین جو تمام عالم کے مدبر ہیں اور اسی سبب سے چہرے میں بھی سات سوراخ

ہے ان جب داعی تقریر طویل کے ساتھ اس مطلب کو بھی مدعو کے ذہن نشین
کرنا ہے تو دعوت ششم شروع کرتا ہے۔
دعوت ششم اس میں آیات قرآن کی تفسیر کرتا ہے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ
اور اس درج اور جہاد اور طہارت وغیرہ امور مختلفہ شرعی کے قاعدے اور طریقے
جان کرنا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب امور ہیں کہ واسطے مصلحت اور سیاست عام کے
ہماری کیے گئے ہیں تاکہ اس میں مشغول ہو کر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلا لیں اور
حاکم وقت کی حکومت اور تابعداری سے انحراف نہ کریں ورنہ فی الحقیقت وضو سے
سدا و نام کی دوستی ہے اور ہم سے مراد یہ ہے کہ امام کی غیبت میں حجت سے ضروریات
کا اہل کرنا اور اخلاص عبارت ہے راز کے ظاہر کر دینے سے ایسے شخص کے سامنے جو اپنا
ہم مذہب نہ ہو بغیر قصد ہدایت کے اور صوم سے مراد امام کے اسرار کی حفاظت ہے اور
اسرار دین کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور غسل سے مقصود تہجد و عہد و پیمان ہے اور
زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ امورات دینی سیکھ کر نفس کو پاک کرنا اور لہجہ کتابوں میں یوں
کہتا ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے یہ مراد ہے کہ امام معصوم کی متابعت کرے
اور زکوٰۃ سے یہ مطلب ہے کہ اپنے مال میں سے پانچواں حصہ امام معصوم کو دے اور کہے سے
مراد پیغمبر علیہ السلام ہیں اور باقی حضرت علی اور صفائے نبوی علیہ السلام اور مرقہ
وصی اور حایوں کے لیک کہنے سے مراد یہ ہے کہ امام کی دعوت کو قبول کرے اور
خاتم النبیین کا سات بار طواف کرنے سے مراد یہ ہے کہ ائمہ سبعہ سے دوستی رکھے اور جنس کے
مراد بدن کو تکلیف سے بچانا ہے اور دوزخ سے مراد بدن کو شقت اور تکالیف میں
ڈالنا ہے وغیرہ وغیرہ جب مدعو کے دل میں یہ باتیں جم جاتی ہیں تو داعی فلسفہ کی
بائیں شروع کرتا ہے اور اقوال فلاطون و ارسطو و فیساغورس وغیرہ کو دلائل عقلی
کے ساتھ سمجھاتا ہے اور جب یہ مطالب بھی ذہن نشین ہو جاتے ہیں تو ایک عرصہ
ساز کے بعد ساتویں دعوت شروع کرتا ہے۔

دعوت ہفتم اس میں کہتا ہے کہ صاحب ولایت اور ناصر نبوت کے لیے

جو نفس کلیہ کو عقل کلی کے ساتھ کائنات کے ایجاد کرنے کے بارے میں نسبت ہمارا
اس نفس ناقص کو جو رسول کا نائب ہوتا ہے امام اور رسول کا وصی کہتے ہیں اور
جس طرح افلاک کو عقل اول اور نفس اولیٰ حرکت دیتے ہیں اسی طرح رسول اور
امام انسانوں کے نفوس کو نجات کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ مگر ان اسماء علیہ
السلام مدبر الوجود یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی نام ہے نہ نشان نہ بیان نہ صفت
اور نہ اشکو الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں پس ان کے ذمہ بن خدا نہ موجود ہے
نہ معدوم نہ عالم نہ جاہل نہ قادر نہ عاجز وغیرہ وغیرہ کیونکہ انکا زعم یہ ہے کہ ان اوصاف
کے ثابت کرنے سے خدا کی مشارکت موجودات کے ساتھ لازم آجائے گی اور ان
اوصاف کی اُس ذات پاک سے نفی کرنے سے تعطیل لازم آتی ہے اس لیے یہ
کہتے ہیں کہ جو کچھ قدیم ہے وہ خدا کا امر اور کلمہ کن ہے اور جو کچھ حادث ہے وہ
مملوک ہے اور اسکی نظرت ہے بعد اسکے داعی مدعو سے کہتا ہے کہ یہ دوسرا جسے
عقل کامل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اعمال ذات ہیں مدبر الوجود کی اتباع و خستہ
کرنا ہے یہاں تک کہ یہ مدبر الوجود کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح امام جسے صامت
اور وصی بھی کہتے ہیں اپنے اعمال میں رسول کی پیروی کر کے رسول کے مرتبہ کو
جسے ناطق بھی کہتے ہیں پہنچ جاتا ہے اور دونوں میں ذرہ بھر تفاوت نہیں
رہتا اسی طرح داعی وصی کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے غرض کہ عالم کے کاروبار اسی
طریق پر جاری ہیں اس کے بعد داعی کہتا ہے کہ رسول کا معجزہ یہی چیز ہیں جن
میں سے انسانوں کی سیاست کا کام متعلق ہے سو اس کے کچھ بھی نہیں اور انتظام
عالم کی غرض ہی سے نبی زمین و آسمان جواہر و اعراض کی حقیقت بیان کرتا ہے
کبھی ایسی وضاحت کے ساتھ کہ لوگ اُسے سمجھ لیتے ہیں اور کبھی ایسے رمز کے ساتھ
کہ علماء بھی اُس کے ادراک سے عاجز آتے ہیں اور اسی تدبیر کے ساتھ رسول کی شخصیت
کو انتظام حاصل رہتا ہے اور آدمی اُسے مانتے ہیں۔ اور داعی کہتا ہے کہ قیامت
اور ثواب و عذاب کے معانی کچھ اور ہیں جن جو عام طور پر ہر ایک کی سمجھ میں آتا

اور جن اور وہ یہ ہیں کہ کو اکب کے دور سے ختم ہو کر دوسرے دور سے شروع
ہو جاتے ہیں ورنہ سیارات اور ثوابت میں کسی طرح کون و فساد نہیں آسکتا انکی طالع
و ہوتے اور فنا ہونے سے بری ہیں پس قیامت کے یہ معنی کسی طرح درست نہیں ہیں
امام علوی فنا ہو جائیں گے اس کے بعد داعی دعوت نہم شروع کرتا ہے۔
دعوت نہم یہ دعوت سب دعوات کا نتیجہ ہے جب داعی مدعو کی طرف سے مطمئن
ہو جاتا ہے تو اسے ہدایت کرتا ہے کہ فلاسفہ کی کتابیں دیکھا کر اور علوم انہی و طبعی کا
مطالعہ کرنا۔ جب داعی سمجھ لیتا ہے کہ مدعو کو فلاسفہ کے اقوال پر خوب واقفیت
حاصل ہو چکی تو اب داعی اپنے رازوں کو کھولنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ
ہم نے اصول و حدود سے اب تک اطلاع دی ہے یہ سب رموز اور اشارات ہیں
طرف معانی و مبادی اور انقطاب جواہر کے اور وحی صرف نفس کی صفائی کا نام ہے
اور رسول یا نبی کا کام یہ ہے کہ جوابات اُس کے دل میں آتی ہے اور اُس سے بہتر
علوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اور اسکا نام کلام الہی رکھ دیتا ہے تاکہ
لوگوں کے دلوں میں یہ قول شکر جاے اور اسے مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحت عام
میں انتظام رہے اور جبکہ نبی کی حقیقت یہ ٹھہری تو اس کے تمام اقوال پر عمل کرنا کیا ضرور
اسی قدر پر عمل کرنا چاہیے جو اپنی مصلحت اور حاجت کے مناسب ہو بلکہ عارف کے واسطے
تو نبی کے کسی قول پر عمل در آد اور پابندی ضرور نہیں اُس کے لیے صرف معرفت ہی کافی ہے
کیونکہ معرفت ہی اصل الاصول ہے اور سب کمالات کی انتہا اسی کی طرف ہے اور
جو کچھ قیدیں اور اعمال کی پابندیان مقرر ہیں وہ کافروں کے واسطے واجب ہوتی ہیں جو
معرفت سے آگاہ نہیں ہوتے اور عارف کے حق میں یہ باتیں بالکل عبث اور بارگراں ہیں
اور اقسام معرفت سے ان لوگوں کے نزدیک ایک یہ ہے کہ انہی اے ناطق صاحب
شرائع واسطے سیاست عام کے مقرر ہیں اور جن انبیاء کے پاس حکمت خاص ہے وہ فلاسفہ
کی جماعت ہے اور عالم کا وجود روحانی ہے اور جو کچھ ریاضت کتب معارف کے مطالعہ میں
کی جاتی ہے یہی ناظر کو نام تک پہنچا دیتی ہے اور امام کے طور کے معنی یہ ہیں کہ دعا کے

ذریعہ سے اُسکے احکام امر و نہی جاری ہوں یعنی یہی امر و نہی کا ظہور عینہ امام کا ہونا
فانکح مقتدایان اسماعیلیہ طالبین اور اپنے معتقدین کو غیر مذہب والوں کی
 اہل اسلام میں سے کتب دیکھنے سے منع کرتے ہیں بلکہ جس قدر بیانات مقتدین اسماعیلیہ
 نے اپنی کتب میں مندرج کئے ہیں ان کے سیر و مطالعہ سے بھی علما سے متاخرین
 اسماعیلیہ روکتے ہیں اور ان میں خوض و فکر کرنے سے منع کرتے ہیں تاکہ ذکی الطبع
 ہمارے فضائل و قبائح پر مطلع نہ ہو جائے۔

بوسہ

ایک اسماعیلی مذہب قوم ہے قلانداجو ہر لی احوال البواہر میں لکھا ہے کہ جب
 سلطان صلاح الدین کی کوشش سے ملک مصر سے مذہب مہدیہ اُکھڑ گیا تو اکثر مردمان
 اسماعیلیہ اپنے داعی کے ساتھ ملک مصر اور مغرب سے نکل کر چندے میں رہنے لگے
 جو کہ دمان شہر حراز میں قدیم سے ان کا داعی موجود تھا اس لیے ہندوستان کو چلے گئے
 اب گجرات - دکن - مالوہ - کوکن - راجپوتانہ میں بوسہ کے نام سے مشہور ہیں
 ایجاد العلوم اور سچا المرچان میں لکھا ہے کہ بوسہ ہندوستانی زبان میں تجارت
 کو کہتے ہیں اور بوسہ کے معنی تاجر ہیں اور بوسہ کے معنی ہیں اس لفظ کی جمع بوس
 چونکہ یہ ساری قوم تجارت پیشہ ہے اسلئے بوسہ کہلاتی ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ
 مرہ حالی کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے داعی سابق میں احمد آباد ملک گجرات اور
 برہانپور ملک خاندیس اور امین ملک مالوہ میں رہتے تھے اب کئی پشت سے
 ہندو سورت میں رہتے ہیں اور دس لاکھ روپیہ کے قریب سالانہ قوم بوسہ سے
 انھیں پہونچتا ہے امیرانہ ٹھانڈے سے بسر کرتے ہیں قاضی نور اللہ شومتری اثنا عشری
 (جو قلعہ بھری میں عہد ہائیکر میں بوجہ تصنیف کتاب مجالس المؤمنین کے درجہ خلداد
 سے شہرہ رس کی عمر میں بادشاہ کے حکم سے اتنے پٹوائے گئے کہ آخر دم نکل گیا)
 مجالس المؤمنین کی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ سے تھینا تھین سوبہ میں بیشتر
 ایک قاضی ملا علی نامی کی ہدایت سے یہ لوگ مسلمان ہوئے ملا علی کی قبر گھنایت میں ہے

لے دیکھو کہ ان کے ناموں اور ان کے نشانات و علامات اور ان کے اعمال و عادات

مذہب کتب تواریخ میں بھی لکھا ہے کہ بوسہ اصل میں ہندو تھے اس کی
 تصحیح کتاب گجرات اینڈ گجراتی مؤلفہ مہاراجی ملہاری کے صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ لندن
 ۱۸۹۹ء میں ہے اور رات احمدی کے ترجمہ انگریزی کے صفحہ ۲۸۹ کے نوٹ
 میں مندرج ہے کہ بوسہ دراصل ہندو تھے اور کسی قدر ہندوؤں کے رسم و رواج
 و عقیدے پر اب تک وہ چلتے ہیں۔ راس مالاک کے ترجمہ گجراتی کی جلد اول کے صفحہ ۹۴
 میں لکھا ہے کہ بچاٹ لوگ کہتے ہیں کہ احمد شاہ نے برہمن اور مہاجنوں کو مسلمان
 بنایا تھا وہ بوسہ بن گئے۔ اور پچنگ آف اسلام مؤلفہ آرٹلڈ کے صفحہ ۲۲۵
 میں لکھا ہے کہ محمود بیگڑہ کے عہد میں جس کی حکومت ۱۷۵۹ء سے ۱۷۶۱ء تک
 گجرات میں رہی ہے بوسہ کی جماعت اسلام لائی ہے اور یہ گیارہویں صدی
 اور چودھویں صدی میں غالباً مسلمان ہوئے ہونگے کیونکہ شمالی گجرات کے ہندو
 راجہ انہل واڑے والے فیض داغظون کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور غالباً
 انہی مسلمانوں میں وہاں اسلام پھیلا ہوگا ایسٹ نے تاریخ ہندوستان کی پہلی جلد
 میں آلفرڈ ریسٹی سے ترجمہ کیا ہے کہ فہرہ نروالہ (یعنی انہل واڑہ) میں بہت سے
 مسلمان بوسہ پاری آتے جاتے ہیں اور وہاں کاراجہ اور اس کا نائب ان کی عزت
 کرتے ہیں اور وہاں ان کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے الا درہیسی کا مؤلف
 ابو عبد اللہ ہے جو گیارہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا تھا ساکھو پیڈیا آف انڈیا کی
 جلد اول کے صفحہ ۴۰۳ میں لکھا ہے کہ ولسن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بوسہ کی بنیاد
 گجرات میں ہوئی ہے اور ایسا پایا جاتا ہے کہ وہاں پر ہندوؤں کو مسلمان بنایا گیا ہے
 مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھ کی طرف سے آئے ہوئے ہیں۔
 تاریخ تحفہ راجستان میں مولوی عبید اللہ فرحتی نے بیان کیا ہے گجرات کے بوسہ لوگ
 کسی وقت ناگروہن وغیرہ میں سے مسلمان بنائے گئے ہیں جو تجارت کے ذریعہ سے اکثر
 گزر کرتے ہیں اور اسماعیل مہدی کے پیرو ہونے کے سبب اسماعیلی کہلاتے ہیں اس بیان غلطی ظاہر ہو
 ایک فاضل بوسہ نے جس کا نام عبدالعلی سیف الدین ہے اوسے بھی تخلص ہے ایک کتاب

اور شہر کھنایت میں ہو چکے اور اس صورت کے مندر تک چلے گئے جان و مہو جاری رہتا تھا وہ لوگوں کو پڑھاتا تھا اور گائے (کھنکھ) (کھنکھ) کر کے حرفت بتاتا تھا شیخ صاحب منکر کہنے لگے کہ پنڈت جی ایک عجیب بات تمہاری تعلیم میں دیکھی کہ تم کہتے تو ایک حرف ہوا اور بولتے ہو چار حروف پنڈت انکی بات سنکر تعجب ہوا اور بھید اسکا دریافت کرنے لگا انھوں نے خلوت کا اشارہ کیا پس خلوت میں جا کر اُسکے ساتھ بات چیت کی کہ جس سے اسکا دل اپنی طرف کھینچ لیا اور جب کہ وہ انکی طرف مائل ہو گیا اور گرد گرد اگر گفتگو کرنے لگا تو اسکو راز ہائے حقانی سے مطلع کیا اور یہ کہ کما کہ تم ہندی میں لکھتے ہو ایک حرف ک (क) اور پڑھتے ہو چار حرف ککو وہ تین کات ہیں اور پندرہ ان کے واو پس ان میں پہلے دونوں کات ہر دو اصل روحانی کی شال ہیں اور وہ دونوں ایک جنس سے ہیں اور وہ عقل ہے اور عیساکات اور واو ہر دو اصل جسمانی کی شال ہیں اور دونوں کے درمیان میں ایک جہت سے فاصلہ ہے اور ہر ایک ہر دو اصل میں سے ایک متحرک ہے اور دوسرا ساکن اور وہ دلیل اس بات کی ہے کہ ایک دونوں میں سے مفید اور دوسرا مستفید ہے اسی قسم کی باتیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ پنڈت عبداللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور ایمان لایا پھر عبداللہ اس کے پاس ٹھہرے رہے اور اسکی تعلیم و تادیب و تہذیب میں سرگرم رہے اور سمجھاتے رہے کہ بھار مل کو اس راہ پرے آو پوجاری عبداللہ کی رائے پر عمل کرتا رہا جب بھار مل اس کے پاس آتا سچلے میں باتیں کرتا بتوں کے نقصان اور ان کی عبادت کے عیوب اُسکے سامنے بیان کرتا تھا جب اُسکے کلام نے اثر کیا بھار مل دین اسلام کی تعظیم و تکریم کرنے لگا وہ ہمیشہ شرف اسلام بیان کرتا تھا بھار مل وزیر اُسکی مراد اور میل جانب اسلام سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ صاف صاف بیان کیجیے کہ اگر آپ نے اپنا دین قدیم ترک کیا ہے اور اُسکے سوا اور دین اختیار کیا ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں جس دین پر آپ ہیں جبکہ بزرگی اُسکی آپ نے پہچانی بھار مل کے سامنے اُس پنڈت نے اپنا حال بیان کیا اور عبداللہ کا اظہار کیا یہاں تک کہ بھار مل داخل اسلام ہوا اور اس سے

عبداللہ پھر بھار مل مومن مخلص ہو گیا اور ایمان پوشیدہ رکھتا تھا اور چھپ کر نماز پڑھتا تھا اور پٹن سے کھنایت جا کر رہتا تھا اور پنڈت کے پاس ٹھہر کر عبداللہ سے نفیہ آداب دین اسلام اور اخلاق ایمان اور علوم ائمہ آل محمد علیہم السلام سیکھا کرتا تھا رفتہ رفتہ اُسکے دین اسلام میں آ جانے کے حال سے اسکا ایک بھائی ہنگار واقف ہو گیا اور سدھ راوہ سے سنگھ سے یہ سارا حال بیان کر دیا راجہ نے کہا کہ اگر میں اُسکو اپنی آنکھ سے نماز پڑھتا ہوا دیکھ لوں تو جیسا کہ اور لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اُسکو ویسی سزا دوں پھر حاسد خفل خور ایسے وقت میں راجہ کو لاسے کہ بھار مل نماز پڑھ رہا تھا بھار مل نے جب یہ بات سنی کہ راجہ یہاں آیا ہوا ہے اٹھ کھڑا ہوا اور سلام کیا راجہ نے کہا اے بھار مل یہ جو تم کر رہے تھے بُری بات ہے وزیر نے عرض کیا کہ یہ جو کام میں کر رہا تھا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے مخالف حضور سے عرض کیا گیا ہے بلکہ میں نے اس وقت ایک سانپ دیکھا تھا کہ نکل کر اس صندوق کے جویرے پاس رکھا ہوا ہے چلا گیا پس میں کھڑا ہوا اُسے ڈھونڈتا رہا پھر جھک کر دیکھنے لگا تو بھی نہ پایا پھر میں زمین پر سرنگا کر دیکھتا تھا کہ شاید نظر آجائے راجہ نے اس صندوق کے پیچھے سانپ کو ڈھونڈنے کا حکم دیا کیا ایک اُس کے پیچھے سے ایک سانپ بل کھاتا ہوا نکل آیا راجہ نے بھار مل کی بات کو سچ جانا اور خفل خور جھوٹے پڑے اور بھار مل کی آبرو خدا نے بچائی اور اُس پر وثوق زیادہ ہو گیا۔ اس مندر میں نو بے کا ایک ہاتھی سطح سے بلا کسی تعلق کے ٹک رہا تھا اور بڑے بت کے بعد اُسکی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی اور سدھ راوہ سے سنگھ ہر سال ایک مرتبہ کھنایت میں زیارت کے لیے آکر بڑے بت کی پوجا کرتا تھا جو جو قربانیان ممکن ہوتی تھیں چڑھاتا تھا اس سال جبکہ راجہ کھنایت میں آیا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح کے وقت بت کی زیارت کے لیے مندر میں جائے عبداللہ نے پوجاری سے کہا کہ راجہ سے جا کر کہو کہ شب کو باہمی نے مجھ سے خواب میں بیان کیا کہ مدت دراز سے متعلق ہوں بغیر سہارے کے کھڑے کھڑے اگتا گیا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ ایک پاؤں

زمین پر ٹیک دون یہ بات سنکر راجہ اور اسکے ساتھی متحیر ہوئے جب رات ہوئی تو راجہ
 اٹھ کر راتھی کے پاس گئے اور بنور دیکھا تو وہ ہوا میں معلق پایا گیا اور اسکے چاروں
 طرف ہر سطح میں سنگ مقناطیس ہر صبح جڑا ہوا تھا اور ہر سنگ اپنی طرف کھینچ
 ہوا تھا پس ایک چھڑ جو ایک پائون کے مقابل تھا اٹھ کھینچ لیا تاہی نے ایک پائون
 دین پر ٹیک دیا جب صبح ہوئی یہ خبر لوگوں میں منتشر ہوئی اور جھوم عام ہوا راجہ
 سنا تو حیرت و غم میں گرفتار ہوا پھر کئی روز کے بعد عبداللہ نے پوجاری سے کہا کہ
 جاؤ اور راجہ سے کہو کہ راتھی چاہتا ہے کہ دوسرا پائون بھی زمین پر ٹیکے اور دوسرا بھی
 جیسا پہلے کیا تھا چند روز میں چاروں طرف سے چھڑا کھینچ ڈالے یہاں تک کہ وہ ہاتھی
 چاروں پائون سے زمین پر آ رہا اور راجہ کو نہایت غم و الم اور حیرت و انگیز ہوئی
 بعض آدمیوں نے راجہ کو خبر دی کہ پوجاری نے اپنا دین ایک عرب مسلمان کے لیے
 چند روز سے اسکے پاس بٹھا ہوا ہے تبدیل کر ڈالا ہے عرب اور ہندو دونوں نے
 کچھ کرتب کیا ہے راجہ سنکر پوجاری اور عبداللہ پر نہایت تشکیں ہو اگر فساد کرنے کے
 لئے سپاہی بھیجے اسوقت عبداللہ ظاہر ہوئے اور مندر کی سیڑھیوں پر چڑھ کر بیٹھے
 اور کچھ آیات وادعیات حرز پڑھتے رہے جب لشکر کے قریب پہنچ گئے تو پھر گے
 نہ بڑے سکے سپاہی ان کی طرف دیکھتے تھے اور بڑے نہ سکتے تھے بلکہ بھاگتے تھے جب
 راجہ کو پوچھی تو خود لشکر عظیم لیکر چلا جب سے قریب پہنچ گیا کہ شیخ عبداللہ اچھی طرح
 نظر آتے تھے تو پائون اس جگہ جم گئے اور ان میں آگ بھڑک اٹھی راجہ نے اس
 حالت سے فریاد کی اور تو بہ کر کے ٹھہر گیا کہ میں تمہارے دین میں داخل ہوتا ہوں
 عبداللہ نے اس پر نظر رحمت کی تو گو یا راجہ اور اسکے ساتھی زنجیروں سے لڑا ہو گئے اب راجہ
 شیخ صاحب کے پاس آیا اور ان کا حال پوچھنے لگا عبداللہ نے کہا کہ اے راجہ
 اگر یہ بڑا بت جسکی تم پوجا کرتے تھے میرے سامنے ذلیل ہو کر میری خدمت کرنے لگے
 تو تم اسلام لاکر میرے دین میں داخل ہو جاؤ گے جواب دیا جو کچھ تم کہتے ہو کر دکھاؤ گے
 تو ایسا کر دگا عبداللہ نے کہا واللہ علی ما نقول وکیل (یعنی جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اسکا

کتاب اور بت کی طرف دیکھ فرمایا او ملعون اٹھ اور میرا ڈول لیکر جاتا لاپ سے
 اٹھ کر اور جلد لوٹ آپس یک یک یہ حکم خدا وہ بت کھڑا ہوا اور جواب دیا
 اللہ وسعد یاٹ اور ڈول لیکر تالا ب پر گیا اور اس میں تمام پانی جس قدر تالا ب
 میں تھا بھر لیا اور تالا ب کو خالی چھوڑ دیا کچھ لیا ان ٹرپنے لگین اور ڈول بھر کر
 عبداللہ کے پاس لاکر رکھ دیا لوگوں نے شور وغل مچایا کہ جاندار بغیر پانی کے فنا
 ہو جائیگا اور عرض کرنے لگے کہ آدمیوں اور جانوروں پر لطف فرما کر بت کو حکم دیجیے
 کہ پانی پھر تالا ب میں چھوڑ دے چنانچہ انھوں نے حکم دیا بت نے پانی ڈال دیا اور تالا ب
 پر کاشی عبداللہ کی یہ کرامات دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے جس قدر برہمن مسلمان
 ہوئے ان کے زنا را ایک من سے زیادہ وزن میں تھے۔

نور علی اس کارروائی کے بعد شیخ عبداللہ پٹن کو گئے اور وہاں بھی بہت آدمی مسلمان
 ہوئے اور سیدہ پور کے بھی بہت سے آدمی مسلمان ہوئے بعد اسکے شیخ عبداللہ نے بھارل
 کے بیٹے یعقوب کو علم دین سکھایا اور موت کے وقت ان کو اپنا جانشین کیا
 یعقوب ہند کے داعی رہے پھر یعقوب نے اپنے چچا تارمل (تاسے فوقانی اور ملے
 موافق سے) کے بیٹے فخر الدین کو باگڑ میں جو راج ڈونگر پور ملک راجپوتانہ
 میں واقع ہے بھیجا اور وہاں اسلام قائم ہوا اور فخر الدین کفار کے ہاتھ سے باگڑ
 میں مقتول ہو کر موضع گلیا کوٹ میں مدفون ہوئے انکی قبر بوہرون میں
 زیارت گاہ عام ہے یعقوب نے داعیان یمن کے اذن سے ہندوستان میں کار
 دعوت انجام دیا اور وفات کے وقت اپنے بیٹے اسحاق کو اپنا جانشین کیا اسحاق
 نے اپنے بیٹے علی کو اپنا قائم مقام بنایا۔ علی بن اسحاق نے ملا آدم اور پیر حسن
 اور اپنے فرزند داؤد کو علم وادب سکھا کر ملا آدم کو احمد آباد پیر حسن کو سدھ پور بھیجا
 اور داؤد کو اپنے پاس پٹن میں لکھا وفاق کے وقت پیر حسن کو اپنا جانشین کیا اور
 پیر حسن مقتول ہونے کے وقت اپنا جانشین ملا آدم کو کر گئے پھر ملا آدم نے اپنے بیٹے
 ملا حسن کو اپنا جانشین کیا ملا حسن نے اپنے فرزند طاراج کو اور طاراج نے اپنے بیٹے

ملا جعفر کو اپنا قائم مقام بنایا۔ یہاں تک داعیانِ کجرات و اعیانِ یمن کے تاج
ملا جعفر کے زمانے میں یمن کی دعوتِ عظمیٰ کا رتبہ منتقل ہو کر ہندوستان میں داعیِ یوسف
پر آگیا اور داعی ملا جعفر داعیِ یوسف کے مطیع ہوئے اور جب سے سلسلہ دعوت کا
اولاد و اخلاف بھارل میں چلا آ رہے۔

ایشیاسلمک سوسائٹی لنگال کے جنرل جلد ۲ صفحہ ۴۴۸ سے بومرون کی ابتدا کے حالات راس مالا کے ترجمہ مجراتی صفحہ ۴۱۵ میں اس طرح نقل کیے ہیں کہ یعقوب نامی ایک آدمی اپنے گھر کے فساد کی وجہ سے اپنا ملک چھوڑ کر ۵۳۳ھ ہجری مطابق ۱۱۳۸ء میں مصر سے کھنیاٹ کو آیا اسکے مذہب والوں میں سے ہندوستان میں پہلا قدم رکھنے والا وہی آدمی تھا اُس وقت میں اُس مذہب کا رب سے بڑا ملا جو کئی برس سے میں رہتا تھا ظہری (ذوب) بن موسیٰ نامی تھا مصر میں خلیفہ مستنصر باوند کا عمل تھا اور سدھ راس سنگھ (سدھ راج جے سنگھ) ہندوستان میں پیران پٹن کاراجہ تھا بہت سے ایسے ثبوت ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مستنصر ۵۴۳ھ ہجری میں مرچکے تھے اور اُن کا پوتا حافظ گیارھواں خلیفہ جنے ۵۴۳ھ ہجری سے ۵۴۵ھ ہجری تک حکومت کی حکمران تھا اس وقت کے بارے میں مجرات کی تواریخ کا سلسلہ گروڑ سے بھرا ہوا ہے تو بھی اوپر کے وقت کے ساتھ ملتا ہوا ہے کیونکہ سدھ راج جے سنگھ کہ جن نام سے گڑا ہوا لفظ سدھ راس بنا ہوا معلوم ہوتا ہے ۵۴۹ھ (مطابق ۱۱۵۴ھ ہجری) میں انسل وارڈے (پٹن کاراجہ تھا اس بیان کے بعد راس مالا میں اس قصے کو اس طرح پورا کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب کھنیاٹ میں آ کر ایک مالی کے شامل رہا جس کو اُن نے اپنے مذہب میں داخل کیا پھر اُس نے ایک برہمن کے لڑکے کو مسلمان کیا سدھ راس راجہ اور اسکے دو دیوان تارمل (تا سے فوقانی سے) اور بھارمل موبھانی تھے وہ کھنیاٹ کے ایک مندر میں اکثر جایا کرتے تھے وہ ان پر ایک لوہے کا باجھی سنگ مقناطیس کے زور سے دھکا رکھا تھا یعقوب نے اُن تھپرون کو نکال ڈالا اور برہمنوں کے ساتھ بحث ہوئی جس میں بھی یعقوب جیتا سدھ راس اور اسکے درباریوں کو

اور ان کے لئے بھی کی اور ان نو مسلموں نے عربستان کے ساتھ جو ہمارا جاری کیا جس سے وہ ہمارے یعنی یوہر کے کہلائے۔

اس کے صحیح ناموں اور حالات میں بہت گڑبڑ پائی جاتی ہے۔ سدر اس سنگھ
راجہ میں سدر راجہ سنگھ ہو گا گجرات میں اس نام (سدر راجہ سنگھ) سے سدر راج
دور ہے لیکن تارل اور بھارل یہ دونوں دیوان جو گھمے میں تیار کیا جاتا ہے کہ فیروز خول
اکھیا (کھیل) کے دیوان دو بھائی تیج پال اور سوست پال تھے یہ وہی دیوان
دیوان میں کو تارل اور بھارل مشہور کر دیا ہے اور پھر گمار پال یا راجہ پال کی باتیں
دوسری جگہ لکھی ہوئی ہیں اور جس کے مطابق راجہ نے دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا
سدر راجہ جسے سنگھ کی طرف منسوب کر دی ہیں کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سدر راجہ نے
مذہب نہیں بدلا تھا وہ ہندو مذہب پر ملا ہے۔

اور بالوہ اور برہانپور اسکے زیر نگین تھے قلعہ بھروچ اُسی نے بنایا تھا اور
سید پور بھی اُسی نے آباد کیا ہے

جامع الحکامیہ الیٹ نے تاریخ ہندوستان کی دوسری جلد میں ایک قصہ کا ترجمہ کیا ہے جس کی نسبت اسکا مؤلف محمد رفی کہتا ہے کہ میں نے اس قصے سے بہتر دوسرا قصہ نہیں سنا محمد رفی ایک دفعہ کہنا بیت میں تھا جو سمندر کے کنارے پر آیا ہو ہے اور جس میں بہت سے سنی مسلمان رہتے تھے جو مذہب کے نہایت پابند اور سختی تھے وہاں اُسے سن کر یہ شہر رکھنا چاہا کہ جرات کے راجہ جے سنگھ کے قبضے میں تھا جسکا دارالحکومت نہروالہ (نہروالہ) تھا اور اُسکے عہد میں یہاں آتش پرستوں اور مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی مسلمانوں کی ایک مسجد تھی اُسکے پاس ایک مینار بھی تھا جس میں کھڑے ہو کر مؤذن اذان دیتا تھا آتش پرستوں نے غیر مذہب والوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے بھکایا جنھوں نے وہ مینار توڑ ڈالا اور مسجد جلا دی اور اسی مسلمان مارے گئے مسجد کے خلیفہ کا نام

۱۱۰ واہ واکو کمسور اور یاہ سے سرورف اوردال کے ختوہ ارباے ہندی العودا کے فتح اوردالام کے سکولوں سے ۱۱۰ واہ واکو متوجہ حسین قتالے فرنائی ساکن سے ۱۱۰

قطب علی تھا وہ بیچ کر نہروالہ کو گیا اور اسے تمام مظالم کی فریاد کی مگر راجہ کے درباریوں میں سے کسی نے اس کے حال پر توجہ نہ کی اور نہ مدد دی ہر ایک درباری اسے ہم مذہبوں کے بچانے کی کوشش کرتا رہا قطب علی نے یہ سنا کہ راجہ شکار کو جانیوالہ پہنچا وہ جنگل میں جا کر راجہ کی رہگزر پر ایک درخت کے تلے بیٹھ گیا جب راجہ اُدھر پہنچا تو قطب علی نے عرض کیا کہ آپ ہاتھی کو ٹھہرا کر میری جو شکایت ہے وہ سن لیجیے راجہ نے ہاتھی روک لیا قطب علی نے ایک نظم جو ہندی کی شاعری میں بنائی تھی اور اس میں یہ تمام واقعہ لکھا تھا راجہ کے ہاتھ میں دیدی راجہ نے وہ نظم پڑھ کر اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ قطب علی کو اپنے ساتھ حفاظت سے رکھے اور جب میں کوئی انکو دربار میں پیش کرے اس کے بعد راجہ لوٹا اور اپنے نائب کو بلا کر فرمایا کہ تمام ریاست کا کام تم کرتے دینا میں میری جگہ کے لیے تمام کام چھوڑ کر دینا میں رہوں گا اس عرض میں کسی ریاستی کام سے مجھے دی کیا تھا اور اسی شب کو راجہ ایک ساندی پر سوار ہو کر نہروالہ سے کھنایت کو راہی ہوا اور چالیس فرسنگ کے فاصلے کو ایک رات دن میں طے کیا اور سوداگر کے بھیس میں غریبوں میں داخل ہوا بازار اور کوچوں میں الگ الگ موقع پر ٹھہر کر قطب علی کی شکایت کے متعلق حالات متواتر ہا راجہ کو خوب متحقق ہو گیا کہ مسلمانوں پر برا ظلم ہوا ہے اور وہ قتل کیے گئے ہیں بعد اس کے ایک برتن میں ہندو کا پانی بھر کر اور لیکر نہروالہ کو لوٹ گیا جہاں پر اپنی روانگی سے تیسری رات کو پہنچ گیا۔ صبح کو اسے دربار کیا اور قطب علی کو بلایا فرمایا کہ تم اپنا سارا واقعہ بیان کر دو اس نے تمام و کمال حقیقت سنائی درباری گروہ کے غیر مذہبی آدمیوں نے چاہا کہ اسکو جھوٹا بنائیں اور دھوکا دین اسپر راجہ نے اپنے پانی واسے کو حکم دیا کہ وہ پانی کا برتن حاضر میں کو دیدے تاکہ وہ سب اس میں سے پیو میں ہر ایک شخص نے اسکو پینا چاہا اور چکر چھوڑ دیا اور بچھ لیا کہ سمندر کا پانی ہے پینے کے قابل نہیں اس کے بعد راجہ نے کہا کہ چونکہ میں حاضرین جدا جدا مذہب والوں کا ایک دوسرے سے تعلق تھا اس لیے میں نے کسی پر بھروسہ نہ کیا اور خود کھنایت کو جا کر تمام حالات کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فی الواقع ظلم و جبر ہوا ہے پھر اس نے کہا کہ میرا یہ فرض ہے کہ اسے تمام رعایا کے حال کی نگرانی کروں در انکی

اسی حفاظت کروں کہ وہ امن کے ساتھ رہ سکیں اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ غیر مذہب والوں کو دربار میں لایا جائے اور آتش پرستوں اور دوسری ذات والوں میں سے دو دھڑے آویسوں کو لایا جائے اور ایک لاکھ بالوترے (چاندی کا سک) اس میں راجہ مسجد کی دوبارہ تیاری کے لیے دیے اور چار پارچے کا خلعت عطا کیا اس خلعت کے کپڑے اب تک حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں اور کسی بڑے تیوہار کی تقریب میں نہ کھائے جاتے ہیں۔ دوسرے دھڑے کے دو دن پہلے تک کھٹے تھے لیکن جب مالاد (مالوہ) کے لشکر نے ملک نہروالہ پر حملہ کیا اس وقت میں وہ توڑ ڈالے گئے سید شرف الدین (مالے توکانی سے بروزن کین) نے اس طرح سے انھیں بھر بنوایا اور ایک کے بجائے چار مینار تعمیر کر کر پیر سونے کے کھس پڑا سوائے یوں وہ اپنے مذہب کی اس عمارت کو غیر مذہب والوں کے ملک میں چھوڑ گیا اور وہ عمارت اب تک موجود ہے غرض کہ قبول محمدی جی سنگھ ہندوستان کے اس زمانے کے دلیان ملک میں سب سے بڑا اور نہایت مدبر تھا وہ بڑی نرمی کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور دوسرے سرداروں کو اپنے دباؤ میں رکھتا تھا جامع الحکایات شمس الدین التمش کے وقت میں سلطنت کے قریب ہی ہے۔

بوہرون کے ہانٹہ کی ترقیب

بوہرونے متنصر باللہ کے بعد متعلی باللہ کو امام بن جانے میں متعلی کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے آمر با حکام احمد تخت سلطنت پر شکر ہوئے ۴۰۔ ربیع الثانی ۱۱۸۵ ہجری کو آمر کے ہان بیٹا پیدا ہوا جن کا نام ابوالقاسم طیب رکھا اور جس مکان میں انکی ولادت وقوع میں آئی تھی اس کا نام سمیت حق معصور رکھا گیا ان ائمہ کے خوارق عادات میں محال ہے سیفیہ میں مذکور ہیں چنانچہ مجلس سوم میں آمر کا ایک معجزہ لکھا کہ جو ناظرین کی دیکھی سے خالی نہوگا کہ اسے کہ آمر کا وزیر افضل ابن بدر جمالی اپنے دین میں مذہب تھا ایک شخص فتنہ جوگری سے ماہر افضل کے ساتھ بیٹھا تھا اور ایک جوان نیزاٹھانے والے کے خود یہ خود اٹھا چلا آتا تھا لوگ تعجب کرتے تھے یہ خبر آمر کو پہنچی افضل کو لکھا کہ اسے

احمد مکرم نے اپنی حیات میں ان کو تخت پر بٹھا دیا تھا حرمہ ملکہ انظام سلطنت اور تہذیب
املکت اور لڑائیوں کے بندوبست کرتی تھیں احمد مکرم کھانے پینے اور عیش و عشرت میں
مشغول رہتا تھا سلسلہ میں احمد مکرم نے وفات پائی تو اس کے چچا کا بیٹا ابو جبر بن
احمد بن مظفر بن علی صلیجی والی دریا دست ہوا تمام عمر ریاست کرتا رہا ہائیک کہ ۳۹۵
میں سب نے انتقال کیا یہ شخص صلیجیوں کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے اسکے عہد میں
بھی سلطنت کے تمام کاروبار حرمہ ملکہ ہی کے ہاتھ میں رہے ابن سبا کے مرنے کے بعد
حرمہ ملکہ کی امام حکومت بن ابن نجیب الدولہ مصر سے آکر ۳۱۵ھ میں سلطنت پر قابض ہو گیا
اور میں کے پہاڑوں میں پڑا رہا ہائیک کہ بادشاہ مصر نے اسکے سر پر پونچکر ۳۲۰ھ
کے بعد ابن نجیب الدولہ کو گرفتار کر لیا اور اب سلطنت ابن رزیح بن عباس بن مکرم کے
ہاتھ میں آگئی آل رزیح کا نام آل عدن ہے اور یہ لوگ آل ذبیح بھی مشہور ہیں مگر
ان تمام انقلابات میں حرمہ ملکہ کا اقتدار برابر قائم رہا ہائیک کہ ۳۳۳ھ میں اسی ملک
آخرت ہو میں ان کے عہد میں ملک مفضل ابوالبرکات بن ولید حمیری حاکم لغر کا کتنا
ستنا بہت چلتا تھا بلکہ یہ شخص ان کے سامنے احکام جاری کرتا تھا۔

محاسن سفیدہ میں بیان کیا ہے کہ داعی عماد الدین اور یس بن حسن نے کہا ہے کہ حرمہ ملکہ
نے داعی ذویب بن موسیٰ کو اپنا قائم مقام کر کے اور دعاۃ یمن کا ان کو قدمہ بنانے
اور داعی خطاب کو ان کا معاون کر کے دنیا سے رحلت کی پس وہ دونوں طبیب
بن امر کی حیات و وفات میں انکی طرف دعوت کرتے رہے اور قواعد دعوت کو بلند
کیا اور طبیب کے نشان ظاہر کئے اور داعی ذویب دعاۃ مطلقین میں سے یمن اور
مضافات و جزائر میں یمن طبیب کے محفی ہو جانے کے بعد اول یمن اور داعی محفی
بن ملک نے بھی ان کے لیے رتبہ تسلیم کیا تھا۔ داعی ذویب داعی ملک کے شاگرد
تھے اور داعی ملک نے المؤید فی الدین شیرازی سے علم تحصیل کیا تھا مجلس بستم میں
ذکر فضائل عید غدیر کے بعد بیان کیا ہے کہ علوم دعوت کا مہد داعی المؤید فی الدین
شیرازی ہیں جو امام مستنصر باللہ کی طرف سے حجت تھے اور تفصیل انکی اس طرح ہے

داعی علی بن محمد صلیجی کے ہاتھ سے جب انکے امرائے ظاہر کیا اور ان کو بلاد یمن
میں لکھن دی تو صلیجی نے داعی ملک بن مالک حامی کو مصر میں بھیج کر اجازت
طلب کی ملک مصر میں پہونچے اور مالک داعی مؤید فی الدین کے مکان میں ٹھہرنے کی
اجازت ملی ساتھ میں تک داعی ملک داعی مؤید سے علوم ائمہ کے حاصل کرتے رہے
اور جب وہ یمن کی طرف واپسی کی اجازت مانگتے تھے تو قیام کے لیے حکم ہوتا تھا ہائیک
کہ داعی ملک نے ۲۷۰ھ میں داعی مؤید سے دریافت کیے جس پر مؤید نے کہا کہ
اگر شاہب میں نہیں رہے سکتا امام دینکے اور ان کو امام کی خدمت میں لے گئے تو ہر مسئلے
کے جواب کے ساتھ خلوت ملتا گیا داعی علی بن محمد صلیجی کے انتقال کے بعد داعی ملک یمن
کے داعی قلم مقرر ہوئے اور یہ پورے عالم شخص تھے داعی ملک سے بہت سے داعیوں
نے علم حاصل کیا اور یوں توان کے بہت سے شاگرد تھے مگر اعلیٰ درجے کے دو ہی ہوئے
ایک ان کے بیٹے داعی یحییٰ اور دوسرے داعی ذویب بن موسیٰ جب داعی ذویب کی
مرگوری ہوئی تو انھوں نے اپنے قائم مقامی کے واسطے داعی امیر اہم بن حسین
کے لیے نص کی اور انھیں اپنی طرح امام کے لیے باب مقرر کیا اور برابر ہم نے اپنی
وفات کے وقت اپنے بیٹے حاتم کے حق میں ایسا ہی کیا اسی طرح امیر اہم کے بعد
دعاۃ یمن سب کرتے رہے اور اپنے قائم مقام کے لئے نص کرتے رہے اسی طرح سلسلہ
دعوت ایک دوسرے سے منتقل ہوتے ہوئے حاتم بن مفلح داعی عماد الدین و یس
بن حسن تک پہونچا یہ عالم تب تھے اس وقت دعوت یمن بڑا اختلاف پیدا ہو گیا تھا
اور یہ بات کہی جاتی تھی کہ دعوت ہندوستان کو منتقل ہوگی۔ پھر ہند سے تحصیل علم کے
لئے چند شخص بلائے گئے یہ چار شخص کابل حسب و فضل سے تھے ہند سے یمن میں بھیجے گئے
(۱) داعی یوسف بن سلیمان ساکن سدھ پور (۲) داعی جلال الدین (۳) داعی
داؤد بن قطب شاہ (۴) داعی داؤد بن مجب شاہ یہ عینون شخص احمد آباد کے رہنے والے
تھے۔ آخر کار داعی اور یس بن حسن نے جو یمن کے آخری داعی تھے دعوت کی نص
یوسف بن سلیمان کے لیے کی اس وقت سے دعوت یمن سے ہند کو منتقل ہوئی

یوسف اپنے زمانہ حیات میں دعوت میں قائم رہے انھوں نے اپنے بعد داعی جلال الدین کے لئے نص کی اور داعی جلال الدین نے داعی داؤد بن عجب شاہ کو اپنا جانشین بنایا اور داعی داؤد بن عجب شاہ نے داعی داؤد بن قطب شاہ کے لیے داعی قائم مقامی کی نص کی یہ چاروں شخص بڑے کامل و ماہر تھے خاص کر داعی داؤد بن قطب شاہ علما سب سے زیادہ اور علما سب سے بزرگ تھے ان سے بھی علما نے دعوت کے علوم حاصل کئے مثلاً (۱) داعی شیخ آدم صفی الدین (۲) داعی عجب الطیب زکی الدین بن داعی داؤد بن قطب شاہ (۳) شیخ امین الدین جی ابن جلال اور داعی عبد الطیب زکی الدین سے اُنکے بھائی داعی قطب الدین نے علم سیکھا اور قطب الدین سے داعی شجاع الدین پیر خان نے تحصیل علم کی اور داعی شجاع الدین سے اُن کے بیٹے شیخ نجم خان نے فضل و کمال کی تکمیل کی پھر اُن سے اُنکے شاگرد خان جی بھائی ابن پیر خان نے علم و ادب حاصل کیا اور یہ اپنے استاد کی طرح فاضل متبحر اور پرہیزگار تھے اور اجل علما سے دعوت سے جو اُن کے بعد ہوئے داعی بدر الدین نے قابضی بھائی کو خدمت دعوت کا متولی کر کے احمد آباد کو بھیجا تھا اور اُنکے پاس تحصیل علم کے لئے داعی کلیم الدین اور شیخ صفی الدین کو بھیجا تھا جب صفی الدین اپنے استاد کے پاس سے تحصیل علم کر کے واپس آئے تو اپنے آبائی وطن نگر میں علوم پڑھانے لگے اور احکام دین کے کام میں مصروف ہو گئے انھیں سے شیخ عبد القادر حکیم الدین بن ملا خان نے علم تحصیل کیا اور شیخ عبد القادر سے اُن کے بھتیجے شیخ حبیب الدین آدم بھائی بن ملا خان نے علم حاصل کیا اور شیخ حبیب الدین سے شیخ رحمت الدین ملا جس نے سیکھا - شیخ خان جی بھائی جب احمد آباد سے مراجعت کر کے اودھ پر ملک میواڑ میں آئے تو یہاں ایک مدرسہ قائم کیا اور دس علوم و عبادت میں مشغول رہے - شیخ لقمان جی ملا حبیب اللہ عرفان شاہ بین رام پور سے چل کر اودھ پر میں آئے اور شیخ خان جی بھائی بن پیر خان جی سے تحصیل علم کرنے لگے اور شیخ لقمان جی سے

ان سے ہوتے ہیبتہ اللہ بن ملا ولی محمد بن شیخ لقمان جی نے تحصیل علم کی - داعی بھائی کا مزار اودھ پر میواڑ میں ہے اور پورے بڑے ذوق و عقیدت سے اس کی زیارت ہوتی رہتی ہے ہین ناریل لیجاتے ہین وہاں توڑ کر کھوپڑہ تقسیم کرتے ہین کی بیان جلاتے ہین مروے کے پتے چڑھاتے ہین ان سے بہت ہی مت خوشبو آتی ہے - غرض کہ خانجی سے علمی فیض کی دو شاخیں ان کے دو شاگردوں کے ذریعہ سے نکلیں (۱) شیخ صفی الدین بن داعی زکی الدین (۲) شیخ لقمان جی ملا حبیب اللہ علی الفصیل تھے سن لی شیخ عبد العلی سیف الدین بھالس بیغیہ کے موافق کہتے ہین کہ دونوں شکل یعنی متفرق جماعتوں کے علوم مجھ میں جمع ہوئے اور دونوں شاخیں ہر طرف واد ہوئیں سیفی نے ابتدا سے عمر میں شیخ رحمتہ اللہ سے اور بعد بلوغ کے شیخ ہیبتہ اللہ سے تکمیل علوم کی اور پھر تہ دعوت پر بھی فائز ہوئے وہ کہتے ہین کہ ہمارا علمی نسب و رسلہ اُس کا یہ ہے کہ داعی المؤید فی الدین شیرازی سے داعی ملک بن مالک پر اور اُن سے داعیان میں پر ایک دوسرے سے رتبہ و مراتب از سلف تا خلف منتقل ہوا یہاں تک کہ داعی اور لیس بن حسن یعنی سے داعی یوسف بن سلیمان کو اُن سے داعی جلال الدین کو اُن سے داعی داؤد بن عجب شاہ کو اُن سے داعی داؤد بن قطب شاہ کو اُن سے اُنکے فرزند داعی عبد الطیب زکی الدین کو اُن سے اُنکے بھائی داعی قطب الدین کو اُن سے داعی شجاع الدین کو اُن سے اُن کے فرزند شیخ نجم خان کو اُن سے شیخ خانجی بھائی کو اُن سے شیخ صفی الدین کو اُن سے شیخ اکلیم الدین کو اُن سے شیخ حبیب اللہ کو اُن سے شیخ رحمت اللہ کو اُن سے داعی سیف الدین کو علم دعوت پہونچا - اور شاخ دوم سیفی تک یوں منتهی ہوتی ہے کہ شیخ خانجی بھائی سے شیخ لقمان جی نے اُس سے شیخ ہیبتہ اللہ نے اُن سے داعی سیف الدین نے علم پایا -

اُن لوگوں کی علمی و تاریخی تحقیق پر افسوس ہے جو سورت والے بڑے ملا جی کو

یوہون کا امام کھمارے ہیں نواب صدیق حسن خان مرحوم کو بھی داعی اور امام ہیں
 نہ معلوم ہوا اور پھر امرئ نہ ہوا کہ داعی ہیں امام نہیں اسی لیے اغون نے ان
 کشف الغر اور خبیثۃ الاکوان میں امام لکھا ہے فرقۃ السعیدین امامت منحصر ہے علی
 خاتمہ علیہ السلام کی اس ولاد میں جو اسماعیل بن جعفر صادق کے سلسلہ نسب میں
 اور سورت ولے حاجی اُن کے نسب سے نہیں ہیں اور یوہون کے امام آمر کے بعد
 طیبہ ابوالقاسم مستور ہو گئے ہیں اس لئے اُن کی اولاد کا بھی پتہ نہیں اور بغیر اولاد
 ابوالقاسم کے دوسرا امام ہو نہیں سکتا پس سورت ولے حاجی داعی ہیں یہ خاصہ آپ
 اولاد اسماعیل کہتے ہیں نہ امامت کا ادعا کرتے ہیں میں نے ملا نجم الدین عبدالقادر رحم
 کی مر ایک کاغذ پر دیکھی تھی جس میں صاف داعی کا لفظ اُن کے نام کے ساتھ تھا
 ملا نجم الدین عبدالقادر حیکم اور یوہون تشریف لائے تو میرے والد کے ساتھ انکو بہت
 محبت پیدا ہو گئی اور انکے علم و فضل کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے کچھ حقائق بھی
 دئے تھے۔ فی الحال ملا ابو محمد طاہر بیعت الدین اُن کے جانشین ہیں ان کے اور ملا
 نجم الدین کے درمیان تین داعی گذر چکے ہیں ایک ملا برہان الدین اور دیگر ملا احسان الدین
 تیسرے عبداللہ بدر الدین۔ داعی حال کے عزیز سلسلہ ہجری مطابق سن ۱۲۹۷ھ میں
 اور یوہون آئے تھے جن کا نام نغان بھائی ہے اور نہایت خوش سیرت اخلاق مجسم
 ہیں مجھ سے بوجہ مشورۃ طبعی کے محبت پیدا ہو گئی تھی بڑی دعوہ معظم سے انکی دعوتیں
 یوہون نے کیں اور ہزاروں روپیہ ان کے لیے جمع کیا جو لوگ دعوت نہیں کر سکے انکی
 نسبت یہ قرار پایا کہ نغان بھائی اُن کے مکان میں جا کین اور اہل خانہ قدمبوی کر کے
 جو کچھ توفیق ہو نذر پیش کر دیں۔ تاریخ المومنین شیخ کریم علی نے لکھا ہے کہ بوسرے پادہ پا
 داعی کی اردلی میں دوڑتے ہیں دست بستہ اُن کے در و در و کھڑے رہتے ہیں پشت و کمر
 اُن کے در و در سے نہیں جاتے ہیں جب تک اجازت بیٹھنے کی نہیں پاتے نہیں بیٹھتے ہیں
 جب ملا صاحب وضو کرتے ہیں بوسرے کھلی تک کا پانی ہاتھوں پاؤں لیکر پی جاتے ہیں
 اگر ملا صاحب نے مسجد یا کسی اور جانب کا پیادہ پا قصد کیا اُن کی زیر قدم کی خاک کو

انہوں نے آنکھوں کا سرمہ کیا۔

وقت الدین مولف مجالس سنیفہ سے منقول ہے کہ اصول علم دعوت میں چار کتابیں ہیں
اول اور اعلیٰ ان کی رسائل اخوان الصفا و دوم کتاب راحة العقل سوم کتاب
اول الدعائم چہارم المجالس المؤیدہ۔ جو شخص ان کتب کا عارف ہو اور مبلغ
ملا کو پہنچا ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے مسائل حاصل کئے جائیں اور اس کے
دل پر وثوق کیا جائے اور ہر ایک علم رسائل اخوان الصفا میں موجود ہے جو چاہے
اس کا التزام کرے مجھے بوہرون کے علماء سے معلوم ہوا کہ رسائل اخوان الصفا
کے مصنف احمد بن عبد القادر ہیں۔

مولانا طاہر سیف الدین داعی حال کے رسالہ ضو نور الحق المبین سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن کے آخری داعی کا نام مولانا محمد بن داعی حسن ہے اور انھوں نے اپنے بعد دعوت کی نفس ہندوستان کے داعی یوسف پر کی تھی اور اس رسالے میں انھوں نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہتے ہیں کہ مولانا محمد بن داعی حسن کے وقت میں ہندوستان کے اسماعیلیہ بوہرون میں سے ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اُس کو صاحب عصر کے ساتھ ایک جن کے ذریعہ سے اتصال ہے بعض بوہرون نے اُسکی بات مان لی مذرون اور صدقات و عطیات اور خمس کا مال اُسے دینے لگے دینے والوں کا زعم یہ تھا کہ شخص امام کے پاس پہونچا دیگا کیونکہ اُسے ان سے کہہ رکھا تھا کہ امام ایک جن کو اُس کے پاس بھیج کر تے ہیں داعی یوسف نے جو داعی محمد کی طرف سے منصوص تھے اپنے مولا کے حکم سے کوئی کون نصیحت کی اور سمجھایا اور کہا کہ یہ شخص جھوٹا اور فریبی ہے اور دعویٰ اس کا بالکل بے بنیاد ہے اور فرمایا کہ اس داعی کا زب کو چھوڑ دو سب نے اُن کی ہدایت قبول کی اور توبہ کر کے اُسکو ترک کر دیا۔

واعیون کے مسلسل نام

اور دیہ بومہرے ایک فاتحہ دعا مطلقین کے لیے پڑھتے ہیں جس میں یہ نام ہیں

(۱) ابو القاسم (۲) ابو عبد اللہ (۳) جعفر بن منصور (۴) قاضی خان بن محمد
(۵) ابو یوسف بختانی (۶) ابو حاتم رازی (۷) ابو یوسف وزیر (۸) محمد
(۹) احمد حمید الدین (۱۰) بیتہ اللہ (۱۱) ابو برکات (۱۲) بدر جالی (۱۳) علی
محمد صلیحی (۱۴) حرۃ ملکہ (۱۵) ملک (۱۶) یحییٰ (۱۷) ذویب (۱۸) غلام
(۱۹) ابو ابراہیم (۲۰) حاتم (۲۱) محمد بن طاہر (۲۲) علی بن حاتم (۲۳) علی
محمد بن ولید (۲۴) علی بن خطلہ (۲۵) احمد بن مبارک (۲۶) حسین بن علی
(۲۷) علی بن حسین (۲۸) ادریس (۲۹) حسن (۳۰) حسین (۳۱) علی
(۳۲) محمد (۳۳) یوسف (۳۴) جلال الدین (۳۵) برہان الدین اول
(۳۶) برہان الدین دوم (۳۷) صفی الدین (۳۸) زکی الدین (۳۹)
شمس الدین (۴۰) زین الدین (۴۱) قطب الدین (۴۲) شجاع الدین
(۴۳) بدر الدین (۴۴) زکی الدین (۴۵) کلیم الدین (۴۶) نور الدین
(۴۷) بدر الدین (۴۸) وجیہ الدین (۴۹) بیتہ اللہ (۵۰) عبد الطیب
زکی الدین (۵۱) یوسف بن محمد الدین (۵۲) عبد العلی سیف الدین (۵۳) محمد
(۵۴) طیب زین الدین (۵۵) محمد بدر الدین۔

ایک دوسری فہرست بھی دعاۃ مطلقین کے ناموں کی پیش کرتا ہوں جو فائدہ سے غالی ہیں
(۱) حرۃ ملکہ بنت احمد (۲) ملک بن مالک (۳) یحییٰ بن ملک (۴) ذویب
بن موسیٰ (۵) ابراہیم بن حسین (۶) حاتم بن ابراہیم (۷) علی بن حاتم (۸)
علی بن محمد بن ولید (۹) علی بن خطلہ (۱۰) احمد بن مبارک (۱۱) حسین بن علی
(۱۲) علی بن حسین (۱۳) علی بن حسن (۱۴) ابراہیم بن حسین (۱۵) محمد بن حاتم
(۱۶) علی بن ابراہیم (۱۷) عبد المطلب ابن محمد (۱۸) عباس بن محمد (۱۹) عبد اللہ
بن علی (۲۰) حسن ابن عبد اللہ (۲۱) علی ابن عبد اللہ (۲۲) ادریس بن حسن
(۲۳) حسن بن ادریس (۲۴) حسین بن ادریس (۲۵) علی بن حسین
(۲۶) محمد بن حسن (۲۷) یوسف بن سلیمان (۲۸) جلال الدین بن حسن

(۲۹) داؤد بن ابی مجیب شاہ (۳۰) داؤد بن ابی قطب شاہ (۳۱) شیخ آدم
ابن قطب شاہ (۳۲) زکی الدین بن داؤد (۳۳) علی بن حسن (۳۴) قاسم بن
محمد خان (۳۵) قطب الدین شہید بن داؤد بن (۳۶) بید خان شجاع الدین
بن احمد بن (۳۷) اسماعیل بن ملا راج (۳۸) زکی الدین بن بدر الدین
(۳۹) موسیٰ بختانی بن کلیم الدین (۴۰) نور الدین بن موسیٰ بختانی (۴۱)
عبد الدین بن شیخ آدم (۴۲) وجیہ الدین بن کلیم الدین (۴۳) موید الدین
بن وجیہ الدین (۴۴) زکی الدین بن بدر الدین (۴۵) نجم الدین بن زکی الدین
(۴۶) عبد علی سیف الدین بن زکی الدین (۴۷) محمد عز الدین بن جیون جی
(۴۸) طیب زین الدین بن جیون جی (۴۹) محمد بدر الدین بن سیف الدین
(۵۰) عبد القادر بن محمد الدین (۵۱) عبد الحسین حسام الدین (۵۲) محمد برہان الدین
(۵۳) ابو الفضل عبد اللہ بدر الدین (۵۴) ابو محمد ظہیر سیف الدین۔

علمی و ادبی کیفیت و مذاہبی رازداری

ہم دن میں بڑے بڑے ادیب زبان عربی کے ہوتے ہیں نظم و نثر فصاحت و بلاغت
کے ساتھ لکھتے ہیں ہمیشہ کتب عربی دیکھتے ہیں زبان فارسی دار و دیوار کی کتابیں
اسل میں نہیں رکھتے علماء خط و کتابت بھی آپس میں عربی زبان میں کرتے ہیں
اور جو بے علم ہیں وہ گجراتی اور اردو میں لکھتے ہیں زبان گجراتی انکے ہاں کی
عام مادری زبان ہے۔ بوہرون کے علماء کسی سے مناظرہ نہیں کرتے خاص کر
مذہبی مناظرے سے بالکل بچتے ہیں۔ نہ اپنے مذہب کے اصول و فقہ و حدیث
و عقائد کی کتابیں غیر مذہب والے کو دکھاتے ہیں اس باب میں ان کا
عہد ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ کتابیں ان کے ہاں کی دیکھنے کو ملیں ایک بڑی
مذہب سے داؤ دیہ بوہرون سے ہاتھ لگی ہیں جس کا ان میں سے خاص خاص
ایہیوں کو اتنا قانع ہے کہ بہت سے گناہ خط مجھ کو بڑے الفاظ کے لکھ کر ڈاک میں

ڈالے ایک خط میں یہ دو شعر بھی مجھ کو لکھ بھیجے تھے۔

بھم الغنی
أَبُو غَنِي لَعِين

آگسٹ ال اللہ یا نعم الغنی
فلا نت با اللہ دنی ابن الدلی

جھلا کسب بنی النبی محمد
فلا نت من اتباع شتر اہل

شراب منی کے معنے گاندوہین۔ اس کے ترجمے میں تین شخصوں کے نام لکھے ہیں جن میں سے ایک امیر المؤمنین عمر ہیں۔

بوہرون کا طرز معاشرت

یہ سارا فرقہ نماز و روزہ کا پابند ہے اور اپنے مرشد کی اطاعت میں سرگرم ہے۔ کوئی داڑھی نہیں منڈاتا۔ بلکہ داڑھی کو کبھی قینچی بھی نہیں لگاتا۔ اور سر بال نہیں رکھتا۔ نہ حقہ پیتا ہے۔ نہ تنباکو کھاتا ہے نہ سونگھتا ہے۔ یہ لوگ مسکرات کے قریب بھی نہیں پھینکتے۔ جس قبیلے یا شہر میں بوہرے رہتے ہیں وہاں انکی نام جماعت ایک محلے میں سکونت رکھتی ہے دوسرے مذہب والے کو اس میں جگہ نہیں دیتے اور اپنی مسجد اور جماعت خانہ اور قبرستان بھی سب سے علیحدہ رکھتے ہیں اور اپنی شادی وغنی میں سوا اپنی برادری کے دوسرے کو دخل نہیں دیتے۔ اپنی ہی قوم میں بیاہ شادی کرتے ہیں۔ ناچ رنگ وغیرہ نہیں کرتے صرف آتش بازی چھوڑتے ہیں اور باہر بجاتے ہیں کسی غیر مذہب والوں کی مسلمانوں میں سے بیٹی نہ لیتے ہیں نہ اسے دیتے ہیں۔ بوہرے باوجودیکہ ہندوؤں سے سخت پرہیز رکھتے ہیں مگر اب تک ان میں کچھ باتیں ہندوؤں کی باقی ہیں مثلاً انکے ہاں مستورات کے پردے کا رواج نہیں۔ عورتیں باہر بے حجاب پھرتی ہیں۔ بنگلہ بہنتی ہیں یہ لوگ سوداگریہ دیتے لیتے ہیں۔ اور دیوالی میں جھکٹ کی رات کو ہندوؤں سے زیادہ روشنی اور سامان خوشی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی شب حساب و کتاب کی نئی ہیمن تبدیل کرتے ہیں اور اس میں عامل کے فائدے کی

وہاں کسی گئی ہے کہ ہر دوکان پر عامل جاکر نئی ہی پر تینٹا بسم اللہ لکھ دیتا ہے۔ حساب دوکان کچھ اسکی نذر کرتا ہے۔ مگر اس رسم کو یکم محرم کی طرف کھینچتے ہیں۔ ہندی مہینوں اور تاریخوں کے اعتبار سے حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ اس واسی وجہ سے مرآت احمدی کے ترجمہ انگریزی کے نوٹ میں مندرج ہے کہ ہر کسی قدر ہندوؤں کے رسم و رواج اور عقیدے پر اب تک چلتے ہیں مگر عجیب ہے کہ ہندوؤں کے یہاں کے کھانے پانی سے حتی الوسع بہت بچتے ہیں۔ اس کام کے واسطے ملاقاتان جی نے انکو چالیس سکھاؤں میں یون نصیحت کی ہے۔ وہ دینے ہاتھ نی سر نی کھاؤ۔ مومن ٹھنی نے کا فر نہ تھا جو ہندی ہندو کے ہاتھ کی مٹھانی مت کھاؤ۔ مومن ہو کر کا فر مت بنیو۔ اگر ہندو مونی کپڑا دھو کر لاتا ہے تو پھر اسے پاک اور نماز کے قابل کرتے ہیں۔ دوسرے کو دفن کرتے ہیں تو قبر میں تھتے نہیں دیتے۔ تھوڑی سی مٹی ہاتھوں سے صاف کر کے باریک نکال کے اسے اول میت کے اوپر ڈالتے ہیں اور اسے ہاتھوں سے ٹوب دباتے ہیں۔ بعد اسکے دوسرے لوگ مٹی دیتے ہیں اور دستور ہے کہ جو قبر ہوتی ہے اسی کی مٹی دجاتی ہے۔ دوسری جگہ کی نہیں ڈالتے اسے کارگناہ سمجھتے ہیں۔ ہر سب مٹی بھر جاتی ہے تو قبر کو ہوار کر دیتے ہیں اور اسپر چھڑکاؤ کر کے پھول ڈال دیتے ہیں۔ بعد اس کے تمام آدمی اس قبر کو درمیان سے بوسہ دیتے ہیں۔ اس کا نام زیارت کرنا ہے بعد اس کے میت کے وارغ سے سب بنگلیہ ہوتے ہیں اور تعزیت کی کوئی بات زبان سے نہیں کہتے۔

ماشورے کے دن کسی سنت و جماعت کو اپنی مجلس شریعہ خوانی میں شریک نہیں ہونے دیتے۔ اس کا بڑا انتظام رکھتے ہیں۔ سوائے ماشورے کے اور دنوں میں شریک ہونے دیتے۔

انکے ہاں قومی تقریبات نہیں نہ کوئی شیخ ہے۔ نہ سید ہے۔ نہ مثل ہے۔ نہ پٹان۔ اگر کوئی سید بوہرہ بن جائے تو بنی فاطمہ ہونے کی فوقیت اس میں نہیں رہتی۔

ان میں لڑکی کا عقد ہوتا ہے۔ اور وہ بوڑھی عورت کرتی ہے جو بوجھ اور کم عمر اور کر بلا سے معلیٰ ہو آئی ہو اور حضرت فاطمہ زہرا کے رونقہ کے ہاں بوسہ دے چکی ہو۔ اس عقد کی تقریب میں مرد شامل نہیں کیا جاتا۔ پانچ سال سال کے اندر عقد ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا نشتر ہوتا ہے جس سے ایک گہون کا دانے کے برابر لمبا سا تنکاف جلدی سے کر دیا جاتا ہے۔ جس کو چار پانچ روپے کے اندر ہی اکرام ہو جاتا ہے۔

بابا فخر الدین شہید گلیا کوٹ والے اور مولانا قطب الدین داعی احمد آباد والے دو جو ۶۷۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۰ھ ہجری کو احمد آباد میں عالمگیر کے حکم سے جب وہ اپنے باپ کے حکم سے گجرات کے بندوبست پر امور مخا مقبول ہوئے اور خابنی پیرا و دیو والے اور داؤد بھائی اور دیو والے اور ملا نقان جی اور دیو والے ان پانچ روپے کے نام کی چٹیان اپنے لوگوں کے سروں پر وہ عورتیں رکھتی ہیں جنکے بچے نہیں پیدا ہوتے۔ فخر الدین شہید کے نام کی چاندی کی بیڑی پہنتے ہیں اور ان کا ایسا خیال ہوتا ہے کہ روغنہ کے پاس جاتے ہی وہ بیڑی از خود کھل جاتی ہے۔ اسی طرح خابنی پیرا و دیو والے کے نام کی بیڑی بھی پہنتے ہیں۔

جو کوئی بوڑھا مانتا ہے کہ اگر میرا یہ کام بابا فخر الدین ولی شہید یا داعی شہید پورا کر دیں تو میں دس روز یا مہینہ روز یا چالیس روز تک زائر بنکر رہوں گا تو اس پر اس نذر کا ایفا واجب ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بابا فخر الدین شہید کے رونقہ کے آس پاس بے شمار سانپ ہیں مگر وہ کسی زائر کو کاٹتے نہیں۔ بوہرون میں یہ بھی دستور ہے کہ خواہ غم ہو یا خوشی مسکین مرثیہ خوانی کراتے ہیں۔

ان میں عورتوں کا نکاح ثانی بے تکلف جاری ہے۔ تاریخ مانوہ میں لکھا ہے کہ اگر اس قوم کی عورت نے زنا کر یا یا کوئی اور قصور کیا تو شوہر نے عورت کے خفیہ پانچ روپے اُسکے دوپٹے میں باندھ دے جب عورت نے روپے دیکھے معلوم کیا

انہوں نے اُسے طلاق دی۔ وہ اپنے مان باپ کے گھر چلی گئی۔

نماز۔ زکوٰۃ۔ صدقہ فطر۔ لیالی مکرّمہ صوم سنونہ وغیرہ

ان کا کلمہ یہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مولانا علی ولی اللہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل سنت کے کرتے ہیں اذان میں اشدان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا علی ولی اللہ و و بارکتے ہیں اور حی علی الفلاح کہ محمد حی علی خیر العمل محمد و علی خیر البشر و عترتہما خیر العترہ و و بارکتے ہیں اور بعد اذان کے دعا پڑھ کے باتین کر کے چند قدم چلتے پھرتے ہیں اللہ لکھ کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کا اتنا سامان تہ بند کرتا تو پی مصلح جدار کھینچتے ہیں تاکہ وقت ملیں مستقل اُتار کر نماز کے کپڑے پہن لیتے ہیں مگر بات سجد میں ہوتی ہو کسی اور جگہ مستقل کپڑوں سے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

سبحانک اللہم کی جگہ پڑھتے ہیں وجہ وجہی للذی فطر السموات والارض جنیفا مسلما وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی وحیائی ومعافی اللہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین علی صلوٰۃ ابراہیم و دین محمد و لا ین علی بآئذ الیہ من اعداء الظالمین عوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم و محمد کہتے ہیں اور سجدے میں سبحان ربی الا علی و تعالیٰ تین بار کہتے ہیں اور پہلے سجدے کے بعد بیٹھ کر ایک بار یون کہتے ہیں اللہم اغفر لی و ارحمتی و اجبر لی و ارفعتی اور دوسرے سجدے کے بعد کھڑے ہوتے ہیں تو یون کہتے ہیں اللہم لی یجولک و قوتک اقوم واقعد فجر کی دو رکعتوں کے بعد چھوٹا شہد اس طرح پڑھتے ہیں بسم اللہ و یا اللہ و الحمد للہ و لا اسماء الحسنی کلما اللہ اشد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشد ان محمد و رسولہ اللہم صل علی محمد نبیک و تقبل شفاعتہ فی امتہ وصل علیہ و علیٰ

اہل بیتہ الطاہرین۔ اور بڑا شہد اس طرح ہوتا ہے التحیات الطہیبات
الصلوات الطاہرات الزکیات الناعات الساعات الغادات یا
الراشحات لله الخ نماز تین وقت پڑھتے ہیں۔ ایک بار فجر کو پڑھتے ہیں۔ دوسری
ظہر کو اور ظہر و عصر کو ملا لیتے ہیں دن کے بارہ بجنے کے بعد جب آدھا گھنٹہ گزرا تو
کی نماز شروع کرتے ہیں اور اسکو ختم کر کے پیش امام اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں
اور ایک بجتے ہی عصر کی نماز پڑھا دیتا ہے۔ غرض کہ ڈیڑھ بجے تک دو نماز
نمازین ختم ہو جاتی ہیں۔ تیسری بار مغرب کے وقت پڑھتے ہیں اور مغرب و شام
ملا لیتے ہیں اور مغرب کی نماز بہت اول وقت پڑھتے ہیں اسکو پڑھ چکنے کے بعد
باویسا کرتے ہیں۔ پھر بعد اسکے عشا کی نماز پڑھ لیتے ہیں ایک دو ہرے سے
ایسا ہی بیان کیا ہے۔ باویسا میں اول دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے پہلی رکعت
میں الحمد اور قل هو الله احد پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں الحمد اور
قل یا ایہا الکافر دن پڑھتے ہیں۔ سلام کے بعد مولانا محمد بن طاہر کی دعا پڑھتے
ہیں جس میں عقول عشرہ کا بیان ہے اور اسی لئے اسے عقل اول کہتے ہیں اسکے
بعد پنجتن کی تسبیح مقررہ قاعدے کے ساتھ پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے جاتے ہیں اور
مختلف تعدادوں میں ان کے ناموں کے ساتھ ندا کرتے ہیں۔ سب سے بعد امام
کے نام سے کئی بار ندا کی جاتی ہے اور کچھ بڑھکر سجدہ کیا جاتا ہے اور پھر ایک دعا بھی
پڑھی جاتی ہے۔ اور ایک بڑا بابا ویسا ہے جس میں عقل اول کی دعا پڑھکر دو رکعت
پڑھتے ہیں اور ہر رکعت کے بعد دعا پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مقامات ربانیہ کے
وسیلے سے پڑھنے والے کے تمام گناہ بخشتا ہے۔ یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے
اس دن خطبہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز پڑھتے ہیں سجدہ ہیں
عورتوں کے واسطے بھی ایک حصہ علیحدہ رکھتے ہیں۔ پیش امام بطور عامل اور قاضی
کے داعی کی طرف سے ہرستی میں بوہرون کے لیے مقرر ہوتا ہے اسکی معرفت
سالانہ نذرانہ ہر ایک اپنے مقدور کے موافق اور زکوٰۃ کار و بہرہ داعی کو بھیجتا ہے

اہل بیت کی ساتویں مجلس میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ فطر ایک صاع گیہون یا ایک صاع جو یا
ایک صاع چھوڑے یا ایک صاع سویزہ میں اگر گیہون اور جو اور چھوڑے اور سویزہ طہین
اور جو اصل نقد دام قبل فطر کے دیوے۔ مجالس سیفیہ کی چوتھی مجلس میں ذکر کیا ہے
کہ فطر تین ۱۷-۱۹-۲۱-۲۳ تاریخ کی ہیں اور مسنون روزے یہ ہیں۔
۱۔ شعبان اور ہر ماہ کا پنجشنبہ اول و آخر اور ہر ماہ کا درمیان چار شنبہ اور
۲۔ الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ رمضان کی سترھویں۔ انیسویں اور اکیسویں رات
افضل ہے۔ اور لیلیۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے یہ رات حضرت بنی بنی ظالمہ کی
وفات منسوب ہے۔ رات بھر جگنے کا حکم ہے۔ انکے ہاں عقیقہ کرنا واجب ہے ہر سال تک
۳۔ اگر تار ہو تو جب قدرت حاصل ہو قضا کرے دو برس سے چھوٹی بکری کام
۴۔ آتی اور تمام اعضا اس کے درست ہونا چاہئیں کمی زیادتی نہ بکری کی
۵۔ انسان بغیر توڑے جدا کی جاتی ہیں اور فرزند کے بالوں کے برابر سونا یا چاندی
بندھ کر دی جاتی ہے۔

میشاق

۱۔ ماہ ذی الحجہ کو واقعہ غدیر خم کی یادگار میں عید مناتے ہیں۔ روزہ رکھتے
۲۔ اس کی رات میں نزل کے وقت دو رکعت نماز کی پڑھتے ہیں اور نیت میں عبارت
میں یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھتا ہوں میں اس روز مبارک شریف کی کہ عید غدیر خم کی ہو
اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے لیے دو رکعتیں اللہ کے لیے وغیرہ وغیرہ اس نماز کی
دو رکعتوں میں الحمد ایک بار قل هو الله احد دس بار اور آیت کرسی دس بار
اور انا نزلناہ دس بار پڑھتے ہیں۔ عید غدیر خم کے دن ہر مقام پر عامل بوہرون
میشاق لیتا ہے اور پندرہ برس سے جسکی عمر کم ہو اس سے میشاق نہیں لیا جاتا اس
میشاق میں عقائد اور مذہب کی باتوں پر قائم رہنے اور بری باتوں سے بچنے کا اقرار
لیا جاتا ہے اور ہر ایک اپنی قدرت کے موافق عامل کو نذر دیکھاتا ہے تمام درندہ
چارم حصہ عامل کو ملتا ہے اور تین حصے داعی کی سرکار میں جمع ہوتے ہیں۔

رویت ہلال - روزہ رمضان عید اور حج

اس فریق کی یہ خصوصیات ہیں سے ہے کہ ماہ رمضان میں ایک یا دو روز قبل
رکھتے ہیں اور جب ایک یا دو روز باقی رہتے ہیں تو عید منالیتے ہیں کیونکہ ان میں
ہلال کا مدار ماوس یعنی ہدی کی پندرہویں تاریخ پر ہے جو ہندو کا حساب ہے
اور پورے عین روزے رکھتے ہیں اور روزہ اول وقت افطار کرتے ہیں جیسا کہ
افطار کرتے ہیں اور مغرب کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے افطار کرتے ہیں اور افطار
میں بہت جلدی کر کے سنتیں پڑھ لیتے ہیں۔ نماز مغرب بھی حقیقہ کی طرح اول وقت
پڑھتے ہیں۔ بھرے عشرہ محرم کے مراسم بھی قبل سے ادا کر لیتے ہیں اور مقام عرفات
بھی ایک دو روز قبل حج بجالاتے ہیں اور وہ اس تدبیر سے ہو جاتا ہے کہ اہل سنت
محرک نہ بنیں ہوتی۔ مقام عرفات میں حج سے کئی دن قبل سے حاجوں کی آمد شروع
ہو جاتی ہے اور وہ کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی کچھ کریں تو سب کی
نظریں اُن پر پڑیں پس اپنے طور پر مراسم حج علیحدہ اور مخفی طور پر ادا کر لیتے ہیں۔
مجھ سے ایک بوہرے نے بیان کیا کہ ہم قبل سے عرفات میں پہنچ گئے اور میں کی
طرف کے اسماعیلی بھی شامل تھے۔ میں میں اسماعیلیوں کی بڑی آبادی ہے۔
ہم سب اسماعیلیوں نے دو روز قبل کھڑے ہو کر مراسم حج ادا کرنے شروع کئے اور
ایک ذی علم اسماعیلی ساکن میں یہ کام کر رہا تھا کہ بہت سے اہل سنت ہماری جماعت
کو کھڑا دیکھ کر وہاں آگئے اور پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو مجھے جواب دیا کہ ہم کچھ دعا کرتے
ہیں وہ اس سادے سے جواب کو شکر ہٹ گئے پھر جتنے مزدلفہ میں جا کر اس طرح
شب گزاری کہ جو راستہ اُدھر کو ہے وہ طائف کے مسافروں کا راستہ بھی جو طائف
کے آنے والے اسی راستے سے خانہ کعبہ کو جاتے ہیں پس ہم سب مزدلفہ کو روانہ ہوئے
راستہ میں جو لوگ عرفات کو آنے والے ملتے اور ہم سے دریافت کرتے کہ عرفات
سے ابھی واپس کیوں جاتے ہو تو ہم جواب دیتے کہ طائف سے آرہے ہیں

ہم ہر عرفات کو آئیں گے اور اس چیلے سے مزدلفہ میں رات گزار کر پھر
مکہ مکرمہ آئے اور یہ تو تمام حجاج کے شریک رہے۔

ماہ رمضان کے ہمیشہ سے روزہ ہونے کی وجہ

یہ دون کی ایک کتاب میں لکھا ہے معلوم تھا ہے کہ ورس نابارہ مہینہ چھ تھا ہے
مہینہ کامل آئے چھ مہینہ ناقص چھ تو عقلاً واجب تھو کہ ورس نواصل آئے
اس ناقصان نادون کمال پر ہوئے تیجوا سطر و سطر پہلو مینو محرم سے شروع
تھو کہ کامل مینو چھ آئے مہینو صفر نو ناقص ایجشل ربیع الاول کامل آئے
ربیع الآخر ناقص آئے جمادی الاول کامل آئے جمادی الآخر ناقص آئے شریب
کامل آئے شعبان ناقص آئے شہر رمضان کامل آئے شوال ناقص آئے ذقعدہ
کامل آئے ذی الحجہ ناقص نبی صاحب صلوات اللہ علیہ نوزمان چھ کہ کوئی وقت
شعبان کامل نکھائے آئے شہر رمضان ناقص نہ نکھائے ہوئے نبی صاحب نو اقول
ہم نے مکمل آئے نقصان اوپر دلیل چھ آئے شعبان ناقص نکھائے لیلۃ النصف
کی دلیل چھ کہ شہر رجب آئے شہر رمضان ماہی لیلۃ النصف تھی۔

طلب اسکا یہ ہے کہ برس کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جن میں سے چھ مہینے کامل ہوتے ہیں
چھ مہینے ناقص ہوتے ہیں پس عقل کی رو سے واجب ہوا کہ برس کی اصل اور جڑ
نقصان اور کمال پر ہوئی پس برس کا پہلا مہینہ محرم سے شروع ہوا اس لیے
وہ کامل مہینہ ہے اور اس سے دوسرا مہینہ صفر کا ناقص پھر اسی طرح ربیع الاول
کامل اور ربیع الثانی ناقص اور جمادی الاول کامل اور جمادی الآخر ناقص
اور ماہ رجب کامل اور شعبان ناقص اور ماہ رمضان کامل اور شوال ناقص
اور ذی قعدہ کامل اور ذی الحجہ ناقص۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شعبان کسی وقت کامل یعنی بیسن
دن کا نہیں ہوتا اور رمضان ناقص یعنی انیس دن کا نہیں ہوتا۔

حضور پر نور کا یہی ارشاد ان دونوں مہینوں کے کامل و ناقص ہونے پر دلیل ہے اور شعبان کے ناقص ہونے کی دلیل لیلۃ النصف کا ہونا بھی ہے کہ یہ ماہ رجب اور رمضان میں نہیں ہوتی۔ اور لیلۃ النصف سے مراد یہ ہے کہ شعبان کی چودھویں تاریخ کے بعد جو چند رہوین شب آتی ہے تو اس شب کو بوجہ اس مہینے کے ۲۹ دن ہونے کے نصف مہینے کے پہلے آدھے حصے کی طرف گنتے ہیں اور نصف آخر کے آدھے کی طرف اس رات عبادت کرتے ہیں اور مہینے گنتے کے قریب کھڑے رہتے ہیں اور اس کا ثواب اتنا ہے جتنا بیس حجوں کے کرنے کا ہوتا ہے تین مہینے افضل ہیں رجب شعبان رمضان ان میں رجب و شعبان تیس دنوں کا ہو سکتا ہے کی وجہ سے ان میں لیلۃ النصف کی ضرورت نہیں شعبان ۲۹ دن کا ہے اس لیے اس میں یہ ضرورت ہے یہ مہینے کثرت عبادت کے لیے مخصوص ہیں جنکو خدائے تعالیٰ دی ہے وہ لگاتار ان میں فرض رکھتے ہیں۔ یہ ایک یوہرے کا بیان ہے حدیث میں ہے کہ شب شعبان کا نام لیلۃ النصف من شعبان آیا ہے وہ حدیث یہ ہے ما من لیلۃ بعد لیلۃ القدر افضل من لیلۃ النصف من شعبان۔

کیسے یعنی لونڈ

منہج صحیفۃ الصلوۃ بمبئی میں نور الدین جیواخان اسماعیلی کے مطبع میں داعی مولانا نجم الدین عبدالقادر مرحوم کے حکم سے چھاپا ہے اس میں کیسے کا حساب یوں مندرج ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کیسے کے بیان میں آئی ہے کہ ایک آدمی کا نام ابوہریرہ بن ابی

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ا	ب	ج	د	ه	و	ز	ح	ط	ی
۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ک	ح
۱۰۰	۹۰	۸۰	۷۰	۶۰	۵۰	۴۰	۳۰	۲۰	۱۰
ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ	ف
۱۰۰۰	۹۰۰	۸۰۰	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۴۰۰	۳۰۰	۲۰۰	۱۰۰

سات مہینے قرن کبیر کے ہیں ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰

پس ان تمام اعداد کا مجموعہ (کہ دو جگہ سات سات ہیں اور ایک جگہ چھ) ہیں جس میں سات سات نکالے تو باقی چھ رہے ان کو اس طور سے گنا تو بارہ سال کے محرم کی پہلی تاریخ جمعہ آتا ہے اسی طرح جس مہینے کی پہلی تاریخ نکال کر چاہیں اس مہینے کے حروف لیکر جمع کرنے کے بعد سات سات نکالیں اور جوابی اسکو اسی طور سے گنیں جب تک لگن پہنچے وہی دن مہینے کی پہلی تاریخ کا دن ہوگا۔

صناعة الطب في تقديرات العرب بين جولدك شام بين عربی زبان میں چھالی گئی ہے لکھا ہے کہ کبیر کے حساب کرنے والے نساء لوگ ہوا کرتے ہیں نساء نسائی سے مشتق ہے یعنی مہینوں کے بھلا دینے والے۔ اس طریقے میں یہ ہوتا ہے کہ چند دن مہینوں پر حساب کسور بڑھادیتے ہیں جس سے تین برس میں ایک مہینہ پورا نکل آتا ہے۔ یہ طریق مصری عربوں میں اب تک رائج ہے مگر اسلام نے اسکو لغو ٹھہرایا ہے اور فقط کسری حساب رویت ہلال کے مطابق جاری رکھا ہے اسلام کے تمام فرقے اپنے عام احکام شرعیہ رویت ہلال کے لحاظ سے کرتے ہیں سوائے فرقہ شیعہ (محدویہ) کے۔ اسلامی سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے اور عموماً ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک مہینہ انتیس دن کا حساب کیا جاتا ہے تاکہ قمری سال تین سو چوبیس دن اور ایک غمسل اور ایک سدی کا ہو (۱۶۰۰ ۱۶۰۱)۔ مقررہ قمری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کسری وجہ سے مسلمانوں نے ذی الحجہ کے مہینے میں ایک دن کا اضافہ کر دیا ہے بشرطیکہ وہ کسر نصف دن سے زیادہ ہو اس سبب سے اس سال میں نہج تیس دن کا ہوتا ہے اس سال کو سال کبیرہ کہتے ہیں اس حساب سے پورے سال کے دن تین سو پچپن ہو جاتے ہیں اسی طرح جمع ہوتے ہوتے ہر تیس برس میں گیارہ دن بڑھ جاتے ہیں مقررہ قمری کا مطلب تیس برس سے قمری سال مراد ہیں۔ ان تیس برسوں میں تیس برس تو بغیر کبیرہ کے ہونگے اور گیارہ برس میں کبیرہ پڑے گا وہ گیارہ برس وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ مسلمانوں کا پہلا مہینہ ۱۱ مہینوں پر مبنی اور انیسویں میں اور تو مومن کے

مومن سے موافقت رکھتا ہے لیکن اگر محرم کی پہلی کیشنبے کے روز واقع ہو تو محرم کی پہلی کو سہ شنبہ ہوگا اور ربیع الاول کی پہلی کو چار شنبہ۔ ربیع الثانی کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ جمادی الاول کی پہلی کو چار شنبہ۔ جمادی الاخریٰ کی پہلی کو دو شنبہ۔ رجب کی پہلی کو سہ شنبہ۔ شعبان کی پہلی کو پنج شنبہ ہوگا۔ صیام کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ شوال کی پہلی کو یک شنبہ ہوگا۔ ذیقعدہ کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا۔ ذی الحجہ کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔ اور اگر محرم کی پہلی دو شنبے کو ذی قعدہ کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔ ربیع الاول کی پہلی کو پنج شنبہ۔ اور اگر محرم کی پہلی کو ہفتہ ہوا تو صفر کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا اور ربیع الاول کی پہلی کو شنبہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس سمجھ لو۔

صحیفہ جو مرنے کے ساتھ قبر میں رکھتے ہیں

ایک صحیفہ مرنے کے بعد غسل و کفن دیکر مرنے کے ہاتھ میں دیکر اس کے ساتھ قبر میں رکھا جاتا ہے اس میں مرد کے واسطے مذکر کی ضمیر اور عورت کے واسطے مؤنث کی ضمیر لکھنے کے سوا کوئی تفریق نہیں یہ صحیفہ حقیقت میں عقائد میت کی تصدیق کرنے کو حامل کی جانب سے جو اس موقع پر داعی وقت کی طرف سے مقرر ہو شہادت ہو اس میں سیدنا و مولانا کے بعد داعی وقت کا نام درج کیا جاتا ہو اور ماڈونہ سیدی کے بعد ماڈونہ کا نام لکھا جاتا ہے اور مکا سرہ سیدی کے بعد مکا سرہ کا نام تحریر کیا جاتا ہے۔ اصل اس کی یہ ہے۔

اعوذ بالله العظیم و بوجهه الکریم من الشیطان الرجیم۔
اللهم هذا عبدك الضعیف الفقیر المحتاج الی رحمتك جلوتہ اوقات
الاحتیاج ختمتہا علیہ۔ اللهم فلتلقہ بالروح والریحان والتجارت عن سینتہ
بالاحسان الیہ وارفع روحہ مع ارواح النبیین والصدیقین والشهداء
والصالحین وحسن اولئک رفیقاً ذلک الفضل من الله وكفی بالله علیم۔

اللهم ارحم جسمه اللابث في التراب وأسرها اليه من سوارى لطفك
ما يكون ضمناً له بالتخلص من العذاب وقاضياً بكريم الرجى وحسن
المأب بحق ملائكتك المقربين وحججك الروحانيين وملائكتك
النورانيين وانبياؤك المرسلين الخيرة والصفوة من خلقك اجمعين
وبحق نبيك المصطفى واميتك المحبتي محمد خير من مشى على الغبراء
واظلمت له الحضرة وبحق وصيه علي ابن ابي طالب ابى الأئمة النجباء والحامل
عن نبيك نقل الأعباء وبحق مولا تنافضة الزهراء الأئمة الحوراء
وبحق الأئمة من نسلها والصفوة من بطنها الحسن والحسين سيدي نبيك
وبعلي ابن الحسين ومحمد ابن علي وجعفر ابن محمد واسماعيل ابن جعفر ومحمد
ابن اسماعيل وعبد الله المستور و احمد المستور والحسين المستور ومولا نا
المهدي ومولا نا القائم ومولا نا المنصور ومولا نا المعز ومولا نا العزيز
ومولا نا الحاكم ومولا نا الظاهر ومولا نا المنتصر ومولا نا المستطير ومولا نا
الأمير ومولا نا الامام الطيب ابى القاسم امير المؤمنين وبحق ابوابهم
وحججهم ودعائهم وبحق قائم آخر الزمان وحجته واثنى عشرة
صلوات الله عليهم اجمعين۔ وبحق داعي الوقت والاوان سيدنا ومولا نا
وما ذون سيدى ومكاسر سيدى وحدوده الفضلاء الذين
يقضون بالحق وبه يعدلون حسبنا الله ونعم الوكيل ونعم المولى
ونعم النصير ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بار خدا یا یہ تیرا بندہ ضعیف حقیر محتاج تیری رحمت کا تیرا کی
وفات مقررہ آئی اسکو آسائش اور خوشبو سے ملا اور اسکے گناہوں سے احسان
کے ساتھ درگزر کر اور اسکی روح کو ارواح انبیاء و صدیقین و شہداء کے ساتھ درجہ
عالی عطا کر اور کچھ اور دعائے کلمات کے بعد ان سب کاموں کے لیے ملائکہ اور
انبیاء اور حضرات محمد مصطفیٰ اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن

امام حبیب ابو القاسم اور ہمدی آخر الزمان تک تمام ائمہ کو اور ان کے بابوں
اور محبتوں اور داعیوں اور داعی وقت اور اسکے مازون و مکاسر و حدود کو
دعا گاہ الہی میں وسیلہ گردانا ہے۔

ابوہرون کے مذہب میں فلاسفہ یونان کی باتوں کو دخل

مولانا محمد بن طاہر کی دعائیں عقول عشرہ کو اور ان کے قواسم روحانی اور
ہواہر مجرکہ کو جناب الہی میں وسیلہ بنایا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم اني اسئلك يا هويًا من لا يعلم ما هو الا هويًا من هو كما هو
وا توصل اليك اللهم بالعقل الاول وبتاليه وبالسبعة العقول التي
عليه وبعاشرتهم القائم للمقام الاول لمن في أفقده والحائز بمواد
المعارية ولخطأ تاليه السارية شرف سبقتهم في ضمن كل واحد
من القوى الروحانية والاشباح القدسية واتوصل اليك اللهم
بصاحب الرتبة العلية وصفوة الصفوة من اهل الجنة الابداعية الذي
له تحركات الجوامية والجسمانية وصار مطرحة اشعة العقول
المعدنية والملكوتية وبالسبعة والعشرين الملبين لدعوة المصارعين
الى اجابته ومن قام بعد هم من المقامات الانبعائية والانوار
الشعائنية الى انقضاء مدتهم وانتهاء عدتهم وبخاتماد وارهم
والخمساعة من ساعات نهارهم۔

یعنی اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ۔ اے وہ ذات پاک کہ کوئی نہیں
جانتا کہ وہ کیا ہے مگر خود ہی یعنی وہ اپنے آپ اپنی ذات کو جانتا ہے۔

اے وہ ذات پاک کہ وہ موجود ہے جیسا کہ وہ تھی۔ اور میں وسیلہ پکڑتا ہوں
اے اللہ تیری جناب میں عقل اول کے ساتھ اور جو اسکے پیچھے ہے یعنی عقل دوم
کے ساتھ اور ان سات عقلوں کے ساتھ جو دوسری عقل کے پیچھے ہیں اور دسویں

عقل کے ساتھ جو پہلی کی قائم مقام ہے اس شخص کے لئے جو اسکی عبادت میں رہے اور جو گھیرنے والی ہے اپنے مادے کے ذریعے کہ وہ جاری ہے اور جو گھیرنے والی ہے ساتھ ملا خط اپنے کے جو سرایت کرنے والا ہے طرف اس شخص کے جو اسکی عبادت میں رہے سبقت کرنے والی ہے اسکی بزرگی کو یعنی عقل اول نے تقدم کی وجہ سے جو شرف حاصل کیا ہے وہ شرف دسویں عقل نے اپنی عنایت کی وجہ سے حاصل کیا ہے اور اس وجہ سے دونوں مرتبے میں برابر ہو گئے ہیں یعنی ایک تقدم کی وجہ سے بزرگ ہے اور ایک اپنی ہر باتوں کی وجہ سے اور میں تو تسل کرتا ہوں اسے اللہ تیری جناب میں ان روحانی قوتوں اور پاک صورتوں کے ساتھ جو ایک عقل کے اندر موجود ہیں اور وسیلہ پکڑتا ہوں میں تیری جناب میں اسے اللہ اس صاحب مرتبہ عالی اور برگزیدہ ترین کے ساتھ جس کا بدن ملا مادہ کے پیدا ہوا ہے اور اسکی وجہ سے آسمانوں اور عناصر نے حرکت پائی ہے اور عقول جبروتی و ملکوتی کے انوار کے گرنے کی جگہ ہو گیا ہے اور اسے اللہ میں تو تسل کرتا ہوں تیری جناب میں ان ستائیس کے ساتھ جو دسویں عقل کے کئے کو قبول کرتے ہیں اور اسے فرماں بردار ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرنے والے ہیں اور وسیلہ کرنے والا ہوں تیری جناب میں اس شخص کے ساتھ جو بعد ان کے ایسے مقامات کا جانشین ہوا جو بزرگیت کرنے والے اور لمبی لمبی روشنی رکھنے والے ہیں ان کی مدت کے تمام ہونے اور ان کی تعداد کے پورا ہونے تک اور اسے اللہ میں تو تسل کرتا ہوں تیری جناب میں اس شخص کے ساتھ جس کے اوپر ان مدبروں کے دوروں کا خاتمہ ہے انتہائے زمانہ تک۔

اس مضمون میں اول سے آخر تک فلاسفہ یونان کے عقائد اور سمات کی اتباع کی ہے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کا علل ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے صرف تقدم ذاتی کا حاصل ہونا پایا جاتا ہے نہ تقدم زمانی کا جیسا کہ بیٹے کو باپ پر تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ خدا کے لیے علیت کا تقدم ثابت ہوتا ہے

اس صحت اس تقدم کی ہے کہ متاخر کا وجود بغیر اس کے نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اول علت کو کہ تقدم ہے وجود حاصل ہوتا ہے بعد اس کے اصول کو کہ متاخر ہے وجود حاصل ہوتا ہے اور تقدم بعینیت بغیر متاخر کے نہیں ہو سکتا اسکو تقدم بالذات کہتے ہیں۔ مثال اسکی ممکنات میں انگلی کی حرکت کا تقدم ہے انگلی کی حرکت پر۔ اور اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے اور اس اسلام جس خدا کو مانتے ہیں اور رسول مقبول نے جس خدا کی تعریف کی ہے وہ اس خدا نہیں ہو سکتا اسکی ذات قدسی ایسے خدا سے عالی ہے جس کا ذکر مولانا صاحب نے کیا ہے کارخانہ عالم کی ایجاد میں ایسے اللہ کو کوئی دخل نہ ہوگا بجز اس کے کہ اسے اول ایک عقل کو پیدا کیا بعدہ اس عقل نے دوسری عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اور بعد اسکے دوسری عقل نے تیسری عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اور بعد اسکے چوتھی عقل نے پانچویں عقل اور ایک آسمان پیدا کیا۔ اسی طرح دس عقلیں اور نو آسمان پیدا ہوئے اور انھیں دس عقلوں کو عقل عشرہ کہتے ہیں۔ جو لوگ عقول کو ملائم خیال کرتے ہیں وہ یونانی حکما کی اصطلاح کو اسلام کے پردے میں چھپاتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اسلام میں ملائم کہتے ہیں اجسام لطیف اورانی کو کہ مشکل اور شاق کام کرنے پر قادر ہیں اور مختلف اشکال کے ساتھ مشکل ہو جاتے ہیں اور ان کے پر اور حواس ہوتے ہیں اور حکما کے نزدیک عقل ایک ایسا موجود ممکن ہے کہ نہ جسم ہے اور نہ حال ہے جسم میں اور نہ جسم کا جزو ہے بلکہ جو ہر مجرد ہے مادے سے اپنی ذات اور فعل میں یعنی نہ جسم ہے نہ جسمانی اور نہ اسکے کام موقوف ہیں جسم کے ساتھ متعلق ہونے پر۔ دوسری عبارت میں یونان کہہ کہ وہ جو ہر مجرد ہے جسم کے ساتھ اسکا تعلق صرف تاثیر کے لیے ہے نہ تصرف و تدبیر کے لیے اور تنکلیں اسلام جو ہر مجرد کو باطل کرتے ہیں۔

والی حال طاہر سیف الدین صاحب کے رسالہ رضو نور الحق المبین سے بھی

معلوم ہوتا ہے کہ منتہائے نظریں ہر گوار کا فلاسفہ یونان کی باتیں ہیں مثلاً اس رسالے میں حال و محل اور عالم طبیعت اور مطرح اشعۃ عالم العقول اور عالم نفس کا ذکر آیا ہے کہ نہ ان الفاظ کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور نہ اقوال رسول سے اور نہ اطہار کی زبانوں پر یہ الفاظ تھے۔

ہر نبی کے لئے ایک مقیم اور ایک وصی ہوتا ہے اور ہر امام کے لئے بابل و رحمت اور داعی و رماذون اور کاسر ہوتے ہیں

بوہرون کے نزدیک حضرت عیسیٰ تک ہر ایک پیغمبر کے لئے ایک مقیم ہوتا تھا اور ایک وصی بھی ہوتا تھا اور اسکے زمانہ نبوت میں ائمہ اور دین کے حدود ہوا کرتے تھے چنانچہ حضرت آدم کے مقیم تھیں تھے اور ان کے وصی ہابیل تھے اور حضرت نوح کے مقیم ہوئے تھے اور وصی سام تھے اور حضرت ابراہیم کے مقیم صالح تھے اور وصی اسماعیل اور حضرت موسیٰ کے مقیم ہارون تھے اور حضرت عیسیٰ کے مقیم خزیہ اور وصی شمعون تھے۔ چنانچہ دعائے مولانا محمد بن طاہر کے الفاظ یہ ہیں **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا اَدَمَ وَ مُقِيمِهِ** **مُؤَلَّا نَا هٰنِيكَا وَ وَصِيِّهِ مُؤَلَّا نَا هٰبِيْلَ وَ اَثَمَةَ دَاوُدَ وَ دُرَيْنَ** **وَ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ اَجْمَعِيْنَ** **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا نُوحٍ وَ مُقِيمِهِ مُؤَلَّا نَا** **مُحَمَّدٍ وَ وَصِيِّهِ مُؤَلَّا نَا سَامَ وَ اَثَمَةَ دَاوُدَ وَ دُرَيْنَ وَ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ اَجْمَعِيْنَ** **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَ مُقِيمِهِ مُؤَلَّا نَا** **اِسْمَاعِيْلَ وَ اَثَمَةَ دَاوُدَ وَ دُرَيْنَ وَ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ اَجْمَعِيْنَ** **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا مُوسٰى وَ مُقِيمِهِ مُؤَلَّا نَا هٰارُونَ وَ اَثَمَةَ** **دَاوُدَ وَ دُرَيْنَ وَ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ اَجْمَعِيْنَ** **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا عِيْسٰى وَ مُقِيمِهِ مُؤَلَّا نَا** **خُزَيْمَةَ وَ وَصِيِّهِ مُؤَلَّا نَا شَمْعُوْنَ الصَّفَا وَ اَثَمَةَ دَاوُدَ وَ دُرَيْنَ وَ بَنِي اِبْرٰهِيْمَ اَجْمَعِيْنَ** **وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِالْمَقَامَاتِ الرَّقَابِيَّةِ وَ الْهَيَاكِيلِ الثَّوَابِيَّةِ**

وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِسَيِّدِنَا اِسْمَاعِيْلَ اَلْمَوْلَانَا اَبِي طَالِبٍ وَ مُؤَلَّا نَا **عِدِّ الْمَطْلَبِ صَلَوَاتِكَ عَلَيْهِمَا اَجْمَعِيْنَ**

اس دعا میں حضرت علی کے تمام باپ دادوں پر ابوطالب سے لیکر قیصر ابن اسماعیل تک اور ابیم تک درود بھیجی ہے اور ان کو وسیلہ جناب الہی میں بنایا ہے اور ان کے لئے مقامات ربانی اور اجسام نورانی مانے ہیں۔

بوہرون کے عقیدے کے مطابق ہر امام کے لئے بابل اور رحمت اور داعی اور رماذون اور کاسر ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد بن طاہر کی دعا میں ہے۔

وَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ بِاَبُو اِبْرٰهِيْمَ وَ مُنْجِيْهِمْ وَ دُعَا قَتْلِهِمْ وَ اَدْرِيْهِمْ اٰخِرَه

یہ وہ کلمہ ہے جو ہجری سے امام مستور ہیں اس لئے ان کی طرف سے تمام کام داعی انجام دیتے ہیں اور ان کی ماتحتی میں دوسرے مذہبی عمائد و اولاد ان کے حکم سے کام کرتے ہیں۔

داعی کی نسبت بوہرے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گویا یہ امام الزمان کے قائم مقام ہیں اور انکی عزت کرنا ایسا ہے جیسے امام الزمان کی عزت کرنا اور یہ بھی زعم ہے کہ امام الزمان نے داعی کو اس مسند پر بیٹھنے کی اپنی طرف سے اجازت دی ہے اور امام الزمان اس وقت مستور ہیں جس وقت وہ ظاہر ہوں گے اپنی مسند پر قائم ہو جائیں گے اور داعی انکی طرف دعوت کرتے رہیں گے۔

داعی طاہر سیف الدین ادیبور ملک راجپوتانہ میں آئے تو بوہرہ کی عورتیں کئی عینیں علی جی آئے علی جی آئے یعنی امیر المؤمنین علی علیہ السلام آئے۔

رماذون یہ شخص داعی کے دوسرے درجے پر ہوتا ہے۔ اسکو اس بات کا فہم ہے کہ داعی کی عدم موجودگی میں وہ کام جو داعی کرتے ہیں یہ انجام دے اور جب داعی موجود ہوں تو تمام معاملات کی تحقیق کر کے داعی کے سامنے پیش کرے۔

مکاسر رماذون کا نائب سمجھا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے دینی کام کو طے

کرتا ہے اگر مناسب سمجھتا ہے تو ماؤن تک پہنچا دیتا ہے۔

مکالمہ کے بعد مشائخ کا درجہ ہے ان لوگوں کا یہ کام ہے کہ سب کو مجلس بالترتیب بٹھائیں اور داعی کا جو حکم ہو وہ مؤمنین کو سنائیں۔ انھیں بتائیں کہ میں سے عامل بھی مقرر ہوتے ہیں۔

مطلوبہ ہوتا ہے جو روزے نماز کے مسئلے جانتا ہو اس کا درجہ شیخ سے کم ہے اور داعی کی طرف سے اس کو بطور اعزاز کے ایک گول پگڑی ملتی ہے۔

میان صاحب عامل سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعض وقت عامل کسی سبب سے مسجد یا مجلس میں نہ آ سکے تو میان صاحب کو وہ اپنی قائم مقامی کی اجازت دینا پڑے اس کے پاس ایک سفید چادر رہتی ہے کسی وقت وہ اس کو اوڑھ لیتا ہے اور کسی وقت بغل میں دب لیتا ہے اکثر میان صاحب جا مہ بھی پہنے رہتا ہے۔ میان صاحب بھی عامل بنا دیا جاتا ہے۔

عامل کے سوا کسی کو پیش امامی کی اجازت داعی کی طرف سے نہیں ہوتی عامل اپنی طرف سے کسی ملا یا شیخ کو دوسری مسجد میں نماز پڑھانے کے وقت پر اجازت دیدیا کرتا ہے اور حاضر اجازت بھی ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا وقت آجائے اور عامل سے اجازت لانے میں دیر متصور ہو تو جو ملا یا شیخ حاضر ہو وہ نماز پڑھا دیتا ہے۔ اسلئے مسجد کے سوا بھرے جماعت نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے نماز پڑھا دے تو وہ نماز ناجائز ہے امام اور مقتدی دونوں کو ٹھانا چاہیے۔

بوسہ و ن کے سفید لباس اختیار کرنیکی وجہ

جب طالبین نے عباسیوں پر خروج کیا تو ان کی ضد سے اپنے پھروں کا رنگ سفید رکھا کیونکہ انھوں نے سیاہ رنگ اختیار کیا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو بیضہ کہنے لگے جس میں سرمہ مضموم ہاے موحده مفتوح اور پائے مشنات تختانی مشد و مکسور و مضاف

مفتوح ہے یہی رنگ قرامطہ اور عہد شہدلی ورائے مقبول ہیں قائم رہا اور ہرے ہندو یہ ہیں اسلئے ان کے ہاں بھی سفید کپڑوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اردو کی تاریخوں میں بیضہ کا ترجمہ سفید جا مگان اور سفید پوشان لکھتے ہیں۔

امام اور داعی کے تقرر کا طریق

ماؤن کے نزدیک وجوب امامت کا طریق نص ہے اسی طرح ہر منصب کا حال ہے امام یا داعی اپنی حیات میں جبکہ لیے اپنی قائم مقامی کی نص کر دیتا ہے وہ ہی امام یا نشین مانا جاتا ہے پس نہ کوئی اپنی مرضی سے اس منصب کا دعویٰ کرنے سے ملحد رہا جاتا ہے اور نہ دوسروں کے انتخاب کو اس میں دخل ہے اگر چند آدمی جمع ہو کر کسی شخص کو کسی کی قائم مقامی کے لیے منتخب کر لیں اور اس کے ساتھ امت کرین توحید اور وارث جائز قرار نہیں پاسکتا جب تک کہ اگلے کی طرف سے نص نہ واقع ہو یہی وجہ ہے کہ آمر کے بعد ابوالقاسم طیب کو تو امام بنی لیتے ہیں مگر کمان کے لیے آمر نے نص کی تھی اور حافظ وغیرہ کو امام نہیں جانتے اور ان کے نزدیک نص دوم نص اول کی ناسخ ہے یعنی اگر امام ایک بار یہ نص کر دے کہ میرے بعد فلان میرا جانشین ہوا۔ بعد اسکے یہی امام کسی دوسرے شخص کے لئے نص کر دے تو دوسری نص واجب العمل ہے اور پہلی منسوخ ہے یہی وجہ ہے کہ نزار کو امام نہیں لیتے اور متعلیٰ کو امام جانتے ہیں کیونکہ اول مستنصر نے نزار کی امامت کے لئے اپنے بعد نص کی تھی پھر متعلیٰ کی امامت کی نص کر دی۔

داعی برہان الدین صاحب نے سنہ ۱۱۹۵ھ میں ۲۸۵ نمبر کے مقدمے میں جو بکا و نامہ دیا اس میں لکھتے ہیں کہ سورت کے ملاجی صاحب کی گادی مذہبی گادی ہی اس کا دی پر کوئی شخص اپنا حق بتلا کر نہیں آسکتا مگر جس شخص کو قرآن شریف کے مطابق خدا اور امام الزمان کے حکم کے موافق اگلے ملاجی صاحب قائم کرین وہ کر سکتا ہے اور وہ شخص گادی کی مالکی کی ملکیت کا متولی ہے اور وہ شخص قرآن شریف کے

فرمان کے مطابق کاروبار کر سکتا ہے اگر وہ شخص قرآن کے خلاف عمل کرے تو گادی علیحدہ کر دیا جائے اور اس کو حق نہیں کہا پنے بعد کسی دوسرے کو بٹھلا سکے۔
 بوہرے اکثر اپنے آپ کو طیبیہ کہتے اور ابوالقاسم طیب کی طرف اپنی جانوں کو منسوب کرتے ہیں اور کبھی بڑی شاخ کی طرف لیجا کر اپنی جانوں کو اساماعلیہ کے لگتے ہیں مدویہ کا لفظ ان کے موعظہ سے نہیں سنا جاتا۔ عام طور پر اس سلسلے کے انشاء ناواقف ہیں۔ ان میں علمی آدمی البتہ اس سلسلے سے واقفیت رکھتے ہیں۔
 بوہرون میں جو شخص ان کے امام کے بعد تمام فرقے کا واجبہ الاحترام اور ساری جماعت کا مطلع عام سمجھا جاتا ہے وہ داعی ہیں ان کی طرف سے بڑا مختلفین نام جنگو عامل بولتے ہیں رہا کرتے ہیں۔

طیب کلیہ افراق

زمانے کی رفتار ہمیشہ ایک ہی عنوان پر نہیں رہتی اور اطاعت کا قلاوہ بڑی شکل سے زیب گلورہ سکتا ہے اغراض نفسانی کی وجہ سے اس جماعت کے بعض لوگوں نے اپنے دعا کے سلسلہ اطاعت سے علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جماعتوں الگ الگ قائم کر لیں اور ہر ایک اپنی جماعت کا پیشوا بن بیٹھا۔
 چنانچہ طیبیہ کئی فرق ہو گئے ہیں۔ داؤدیہ۔ سلیمانہ۔ علیہ۔ نگو سفیہ۔ ناگپوری۔ مکران میں ان کے بابت کوئی اختلاف نہیں داعیوں کی بابت اختلاف ہے جو داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد شروع ہوا ہے۔

داؤدیہ وہ پورے ہیں جو سورت والے حضرت بڑے ملا صاحب کو اپنا داعی ان دینی مقتدا مانتے ہیں اور ان کو داؤدیہ اسلئے کہتے ہیں کہ انھوں نے داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد داعی داؤد بن قطب شاہ کو انکا جانشین تسلیم کیا۔
 سلیمانہ وہ لوگ ہیں جو داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد سلیمان بن یوسف کو انکا جانشین اور داعی مانتے ہیں میں زیادہ انھیں کی کثرت ہے داعی

داؤد بن عجب شاہ کی بی بی زہرا کے بھائی یوسف کے بیٹے سلیمان تھے جو داعی داؤد بن عجب شاہ کی طرف سے میں میں عامل ہوئے داعی داؤد بن عجب شاہ نے ان میں انتقال کیا تو سلیمان نے میں میں یہ دعویٰ کیا کہ داعی مرحوم اپنی جانشینی کے صلہ میں حق میں نص کر گئے ہیں اور تحریری سند داعی مرحوم کی مری قوم کو دکھائی انھوں نے اس سند کو تسلیم کیا اور داعی داؤد بن قطب شاہ کو نہ مانا نہ سلیمانہ سلسلے داؤدیہ کہتے ہیں کہ یہ سند جعلی تھی اور اس سند کے تیار ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ اب داؤد بن قطب شاہ داعی ہوئے تو سلیمان انکی ماتحتی میں چار برس تک بیچک عامل ہے داعی داؤد بن عجب شاہ کے بیٹے ابراہیم جو ایک حبش کے بطن سے تھے اور انکی بی بی زہرا اور انکے کاتب محمد نے سرکاری کچھ روپیہ کھا لیا جب ان دینکو وادہ اور مطالبے کا خوف ہوا تو میں سلیمان کو ایک خط لکھا کہ تم داعی داؤد بن عجب شاہ کی طرف سے اس مضمون کی نص کا کاغذ لکھ کر یہاں بھیج دو کہ ہمارے بعد سلیمان داعی ہیں تو افسر داؤد بن عجب شاہ کی ہر لگا دیجائے کیونکہ وہ ہر بھی انکے کاتب محمد کے پاس موجود ہے چنانچہ سلیمان نے ایک تحریر اس مضمون کی میں سے بجدی محمد نے ہر لگا کر ایک شخص کے ہاتھ جو کرمی کے نام سے مشہور تھا سلیمان کے پاس روانہ کر دی جب داعی داؤد بن قطب شاہ کو اس کارروائی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے زہرا سے کہا کہ تمہارے بیٹے کی نسبت ایسی خبر ہوئی ہے ہم انکو معزول کرنا چاہتے ہیں اور یہ آیت پڑھی وَمَا كُنْتُمْ مِّنْجِدِ الْمُعْتَدِلِينَ عَصَا۟ا۟ مِّنۢ بَنِيۤ اٰمِیۡنِ مِمَّا كَرِهَ الْغَٰلِبِیۡنَ والانہیں ہوں زہرا نے جواب دیا کہ یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے ہم غریب آپ کے سامنے پرورش پاتے ہیں آپ انکو معزول کیجیے مگر مولانا داؤد بن قطب شاہ نے نہ مانا اور انکی معزولی کا حکم بھیج دیا مگر بہت سے طیبیہ نے اس حکم کو لغو سمجھا اور سلیمان کی اتباع اختیار کر لی۔
 سلیمان اور ابراہیم نے داعی داؤد بن قطب شاہ کو بہت حق کیا سلیمان میں سے ہند میں چلے آئے تھے ابراہیم نے اکبر شہنشاہ ہندوستان کے حضور میں یہ دعویٰ

کیا کہ داعی داؤد بن عجب شاہ کا بیٹا تو میں ہوں پھر داعی داؤد بن قطب شاہ کا وارث کیسے بن گئے ہیں اس وجہ سے باو شاہی افسردہ کے ہاتھ سے داعی داؤد بن قطب شاہ کو بہت سی تکلیفیں پھیلنا پڑیں قید بھی کیے گئے اکبر نے اس معاملے کی تحقیقات اور تجویز حکیم علی کے ہاتھ میں دیدی اور حکم دیا کہ تم اسکا واجبی فیصلہ کرو تحقیقات کے بعد علی کو ثابت ہوا کہ داؤد بن قطب شاہ حق پر ہیں اس لئے وہ رہا کئے گئے اور اب ابراہیم اور سلیمان پر عتاب نازل ہوا انکو ملازمان شاہی کے ہاتھ سے بہت سی تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور آخر کار رشوت میں روپیہ خرچ کر کے اس عذاب سے نجات پائی سلیمان کی قبر احمد آباد میں ہے اور سلیمان کے داعی کا مقام یمن میں ہے۔

سلیمانی بوہرے بمبئی - بڑودہ - حیدر آباد دکن - اور یمن میں کثرت سے آباد ہیں انکے سربراہ اور دکان جسٹس مرحوم بدر الدین طیب جی مسٹر حیدری - ہنر بانس بجگہ صاحبہ زنجیرہ - علی اکبر صاحب اور جج حسین بدر الدین وغیرہ ہیں۔

علیہ علی بن ابراہیم کی طرف منسوب ہیں جو شیخ آدم صفی الدین کے نواسے ہیں یہ فرقہ داعی داؤد بن قطب شاہ کے بعد شیخ آدم صفی الدین کو تو داعی مانتا ہے مگر ان کے بعد عبد الطیب زکی الدین کو داعی نہیں مانتا اور فرقہ داؤد یہ شیخ آدم صفی الدین کے بعد عبد الطیب زکی الدین کو بھی داعی مانتا ہے علی نے جو انگریز شہنشاہ ہندوستان کے عہد میں شیخ آدم صفی الدین کے بعد عبد الطیب زکی الدین سے مخالفت کی اور شہنشاہ تک انکی شکایت پہنچائی اور اپنی ایک جماعت علیحدہ قائم کر لی جسکا نام علیہ پھر ہوا۔

نگوشیہ (نون کے فتح سے) یہ فرقہ علیہ میں سے نکلا ہے اور تیرہویں صدی کے خاتمے پر قائم ہوا ہے اسکا بیان ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ختم ہو گیا اب گوشت کھانا چاہیے۔

ناگپوری یہ منسوب ہیں ملا عبدالحسین کی طرف جن کا وطن گجرات ملک

گجرات تھا ۱۳۱۲ھ میں شہر بمبئی کے اندر انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں امام کی طرف سے مجتہد ہوں بہت سے داؤد یہ بوہرون نے ان کی اتباع کی اس قوم کے ۱۵ بڑے بڑے عالم بھی ان سے مل گئے۔ داؤد یہ بوہرون نے ملا عبدالحسین سے بحث کر کے مارکٹائی بھی کی۔ ملا عبدالحسین کہتے تھے کہ میں داؤد یہ بوہرون کے داعی محمد برہان الدین صاحب سے مناظرہ اس شرط پر کرنے کو تیار ہوں کہ ہر دین و مذہب کے دس دس علماء جمع ہوں دس اہل سنت و جماعت کے عالم دس شیعہ اثنا عشری کے عالم دس پادری وغیرہ وغیرہ اور داعی صاحب ابین اگر میں جھوٹا نکھوں تو میں اپنا یہ دعویٰ چھوڑ کر ان کی متابعت کر لوں گا اگر میں سچا قرار پاؤں تو وہ اور ان کی جماعت میری مطیع ہو جائے۔ ملا عبدالحسین جیسی سے ناگپور کو گئے اور اسکے قریب ہندی باغ نامی مقام پر بسکھن بنا یا اور ایک نہا فرقہ قائم کیا اور دم واپسین تک یہیں رہے۔ انکے اتباع بمبئی - ناگپور - احمد نگر و پنج میں رہتے ہیں مسئلہ بھری میں انھوں نے انتقال کیا ان کا قائم مقام انکا ایک شاگرد ہوا جسکا نام حافظ غلام حسین ہے۔

بعض بوہرون کا مذہب اہل سنت اختیار کر لینا

(۱) سلطان ظفر نے جو سلطان فیروز شاہ والی دہلی کا امیر اعظم تھا گجرات پر تسلط پایا تو بہت سے بوہرے اُسکی وجہ سے سنت و جماعت بھی ہو گئے۔ چنانچہ اس ملک میں سنت و جماعت بوہرے موجود ہیں جلد ثالث ابجد العلوم موسوم بہ حقیق مخموم اور سچۃ المرعان میں لکھا ہے کہ محمد طاہر ساکن ٹپن منصف مجمع البحار نے کہ قوم کا بوہرہ تھا مدویہ بوہرون کے عقائد کی درستی کا تصدیق ارادہ کر لیا یہاں تک اصرار کیا کہ جب تک یہ کام پورا نہ ہوگا سربراہ نہ رکھو گا جب اکبر شہنشاہ ہندوستان نے ۱۵۵۶ء بھری میں گجرات فتح کیا تو ملا شہنشاہ کے حضور میں مدد کی التجا لیکر حاضر ہوا شہنشاہ نے اپنے ہاتھوں سے ملا کے سر پر عمامہ رکھا اور کہا کہ میں تمھارے

امداد کے موافق اس قوم کی بدعت دفع کرنے میں پوری کوشش کر دیا۔ اور شاہ نے اس غرض سے حکومت گجرات پر خان اعظم مرزا کو مقرر فرمایا۔ خان اعظم نے بوہرون کی بدعت دفع کرنے میں کوشش کی یہاں تک کہ اس قوم کے اکثر مشائخ تہقیر کرنے لگے اور جا بجا چھپ گئے ابھی یہ بدعت بخوبی دفع نہ ہونے پائی تھی کہ خان اعظم کی جگہ عبدالرحیم خان خان خاناں مقرر ہو گیا یہ شیعہ مذہب رکھتا تھا بوہرے کھلم کھلا پھر اپنے اعمال کو ادا کرنے لگے اور مذہب مہدویہ ظاہر ہو گیا شیخ نے یہ حالت دیکھ کر پھر عامہ اپنے سر سے اتار ڈالا اور تدارک کے لئے درگاہ اکبری کی طرف رجوع کی۔ شہنشاہ اُن دنوں اکبر آباد میں تھا۔ بوہرون نے ملا جیچا کیا۔ یہاں تک کہ اربعین میں ملا کو سترہ ہجری میں مار ڈالا۔

(۲) گجرات میں ایک قوم بوہرون کی ہے جو گجراتی بوہرے اور جعفریہ کہلاتے ہیں اور جعفریہ کی طرف منسوب ہیں جو شین کارہنے والا تھا یہ شخص احمد آباد کے عامل ملا داؤد کی مرضی کے خلاف تحصیل علم کے لیے مین کو داعی کے پاس چلا گیا یہاں سے ملا داؤد نے داعی کو لکھ بھیجا کہ یہ شخص باوجود میرے منع کرنے کے وہاں چلا گیا اگرچہ داعی نے جعفر کو طلب علمی سے نہ روکا مگر جبکہ تحصیل علم کے بعد وطن کی طرف واپس ہوا تو کوئی منصب عطا نہ کیا جو اُس پر بہت ہی شاق گذرا۔ ہندوستان میں واپسی کے بعد اُسے مقام بھڑوچ میں بوہرون کے اصرار سے انکو ناز پڑھادی حالانکہ پیش امامی کی بھی اُسکو اجازت نہ تھی ملا داؤد کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے جعفر کو کہا کہ تم اُن مقتدیوں کو لکھ بھیجو کہ چونکہ مجھ کو ناز پڑھانے کی اجازت نہ تھی اس لیے وہ ناز تھاری نہیں ہوئی تم اُسکو لوٹاؤ چونکہ یہ بڑا عالم و فاضل تھا اُس لیے خود ایسا لکھنے سے شرمایا اور کہا کہ آپ ہی اپنی طرف سے اُن لوگوں کو لکھ دیجئے ملا داؤد نے جواب دیا کہ میرا لکھنا مناسب نہیں جس سے گناہ صادر ہوا اُسی کو لکھنا چاہیے جعفر کو اس امر سے نہایت بغیرت آئی اور اس عداوت کی وجہ سے پٹن میں ہو چکر طیبہ بوہرون کو اس مذہب کے خلاف نصیحت

ل شروع کی اور اہل سنت کے عقائد پر آمادہ کیا بارہ لاکھ بوہرون نے عیساکہ ولی محمد صاحب اسماعیل سرپاؤہ کا قول ہے اُسکی متابعت اختیار کر لی مذہب اسماعیلیہ کو چھوڑ کر شنی ہو گئے اور اسماعیلیہ بوہرون سے نہایت عداوت رکھنے لگے۔ لوگ آج کل شہر پاشن۔ کڑی۔ احمد آباد۔ سورت۔ راندیر۔ بھڑوچ۔ گودڑہ۔ بھج مال۔ ناسک۔ احمد نگر۔ پونہ۔ بمبئی۔ اور اسکے اطراف و اکناف کے بلاو۔ کڑی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان بزرگ کا مدار احمد آباد میں ہے مگر شیعہ الاخلاص میں لگا ہے کہ یہیں یہ کہیں سے پتہ نہیں چلتا کہ جعفر نہروالی وہی بزرگ ہیں جو سطر شیرازی کے نام سے احمد آباد میں مدلون ہیں۔

بعض شہرون کے بوہرون کا داعی طاہر سیف الدین صاحبے انحراف

(۱) بمبھال ملک مالوہ کے فساد کے موقع پر داعی صاحب نے داؤد بوہرون کی مدد کی تو ایک جماعت اُن سے شامی اور ناراض ہو گئی اور ۳۶ بوہرون کے دستخط سے ایک رسالہ شائع کیا جس کا تاریخی نام مناظر المناک ہے۔ اس رسالے میں لکھا ہے کہ سوموارہ بازار میں اہل سنت کی ایک مختصر سی مسجد ہے جبکہ قریب ملا یوسف علی کا مکان ہے ایک روز جبکہ مسجد کا مؤذن باہر کی زنجیر کھول کر اندر آیا تو اُسے صحن مسجد میں حوض کی نالی کے قریب غلامت آلود ایک کڑا پایا جسکی نسبت اُسے یہ خیال کیا کہ یہ کڑا ملا یوسف علی نے اپنی کڑی میں سے پھینکا ہے اسیلئے عدالت شی جھڑی میں ملا یوسف علی پر اہل سنت و اجماعت کی طرف سے استغاثہ دائر کیا گیا قبل اسکے کہ بعد تحقیقات عدالتی فیصلہ مستطابہ نافذ ہو گئی ہزار مسلمانوں نے ماہ صفر ۱۳۳۲ ہجری میں بلوہ کر کے بوہرون کی ایک سو تیس دوکانوں کو لوٹ لیا اور جو بوہرہ ملا اُسکو مارا اور زخمی کیا اکثر ہوسٹے بچے خوف کھا کر غیر قوم کے گھروں میں پناہ لے گئے جو دو دو تین تین روز میں اپنے والدین سے ملے۔ یہاں بوہرون کی آبادی سات آٹھ سو زن

درو کی ہے تیسرے روز والیہ بھوپال شاہ جہان بیگم صاحبہ بیٹی سے بھوپال
 آئین اکثر بوہرے مع زن و فرزند کے۔ اجین۔ سرورج اور جبل پور وغیرہ
 چلے گئے اور مینون باہر ہے۔ فرزند ان بیٹھ آدم جی پیر بھائی بیٹی والے
 باوجودیکہ بواہر بھوپال سے انکا کوئی خاص تعلق نہ تھا مگر اپنی ادا دینے والی
 اور خالصتہ بندہ خدمت کرنے والی سرفشت کے موافق اس کام کو اپنے ہاتھ میں
 ایک سر شربوہرون کی ادا دے کے لیے بھوپال روانہ کیا جسکی کوشش سے بیگم صاحبہ
 وعدہ فرمایا کہ دوسری کی جائے گی اور نقصان کا معاوضہ دیا جائے گا اور اگلے
 جان مال کا پورا ہندو بست رکھا جائیگا اسی اثنا میں بوہرون کے پیر صاحب
 عبداللہ بدرالدین صاحب کا وصال ہو گیا اور پیر طاہر سید الدین صاحب والی
 مطلق قرار پائے انھوں نے سوچے سمجھے ناعاقبت اندیش صلاح کاروں اور مٹی کی
 آڑ شکار کھیلنے والے بوہرون کے مشورے پر جنکو سر آدم جی پیر بھائی کی خواہش
 کے باعث حسد پیدا ہو گیا تھا اور اپنے خیال کے مطابق ان کی نیک نامی میں
 لگا نا چاہتے تھے عمل کر کے بلا حصول اختیارات بنے بنائے معاملے کو اس طرح خراب کر دیا
 کہ ضامن حسین کو اپنی طرف سے برسم رسالت والیہ بھوپال کے پاس اس پیام کے
 ساتھ بھیجا کہ بواہر کو سرکار عالیہ نے جو مالی ادا دینے کا وعدہ کیا ہے اس کے
 ایفا کی فکر نہ فرمائی جائے دس لاکھ روپیہ ان میں تقسیم کرنا بند و بست کیا ہے
 برآمدگی مال اور مزاد ہی مجربان کی کوئی ضرورت نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا
 اور آئندہ جان و مال کی حفاظت کی بابت لکھا پڑھی بھی بے سود ہے کیونکہ
 ایسی وارداتیں شاذ ہوا کرتی ہیں اور ذمہ دار حکام کو اسکا خیال رہتا ہے
 ریاست نے اس پیام کو منظور کر لیا۔ بھوپال سے پانچ بوہرے اور بیٹی سے
 شرف علی مامون جی سورت جا کر ملا صاحب سے شاکئی ہوئے تو انھوں نے پیام
 مذکورہ بالا بھیجنے سے انکار کیا اور ضامن حسین سے جو سورت پہنچ گیا تھا خدا
 رسول اور بزرگان دین کی تسبیح کھلو کر کھلوادیا کہ مجھکو ملا صاحب نے بھوپال میں

بھوپال میں بعد میں ضامن حسین یہ بھی کہنے لگا کہ سیدنا نے فرمایا کہ موقع
 آگیا ہے تم تسبیح کھا کر انکار کر دینا اور پھر کفارہ دیدینا۔ اور خود بھی
 بھوپال والوں سے یہی وعدہ کرتے رہے کہ تمھارا فیصلہ بیٹی والوں کی موجودگی
 میں ہوگا اور میں ہرگز دخل نہیں دوں گا اور بیٹھ محمد بھائی سر آدم جی پیر بھائی
 کا نام اپنے ہاتھ سے خط لکھا اس میں بھی یہی زور دیا کہ جب تک حسب منشا
 کاروائی نہ ہو تب تک بھوپال میں دوکانات کا کھلنا مناسب نہیں اور دوسرے
 مواقع پر ارشاد کیا کہ سماعت مقدمہ موجودگی فریقین اجین میں ہوگی لہذا
 خاطر خواہ فیصلہ نہ بھوپال میں ہوہے نہ جائیں بھائی صاحبان کے لقب کا
 میں جس پر اطلاق ہوتا ہے فردا فردا سب کے یہاں جا کر اہل بھوپال نے
 انکی منت اور عاجزی کے ساتھ عرض کی کہ آپ ہمارے معاملے سے سروکار
 نہ رکھیں بظاہر سب نے اقرار کیا کہ ہم مداخلت نہ کریں گے مگر باطن میں بیچ کنی کرتے رہے
 جب وہ پانچون بوہرے سورت سے اجین چلے گئے تو بھوپال کے تین افسر
 سورت گئے اور پیر صاحب نے بھوپال والے بوہرون کو انکی آمد سے بے خبر کر
 انکے حسب منشا فیصلہ کر دیا جس سے تمام بوہرون کی امید و نیر پانی پھر گیا۔
 حالانکہ بھوپال والوں سے کہدیا تھا کہ بھوپال سے جو کوئی آدمی آئے گا میں
 مار دیکر بلا لوں گا اور تمھارے بغیر اس معاملے کے متعلق کسی سے کوئی بات چیت نہ کروں گا۔
 بھوپال کے بوہرون نے پھر سورت پہنچ کر ملا صاحب سے شکوہ کیا تو انھوں نے
 فیصلہ کرنے سے لاعلمی ظاہر کی۔

اب اس کے پیر صاحب نے سورت سے دو بوہرے اجین بھیج کر بھوپال کے پناہ گزینوں کو
 کھلوا دیا کہ بڑے ملا صاحب کا حکم ہے کہ تم سب بھوپال جاؤ اور دوکانیں کھولو۔
 مسلمان بھائیوں کو دعوت دو کھانا کھلاؤ اور ان سے معافی چاہو ملا صاحب
 نے اطمینان کر لیا ہے لیکن بھوپال والے یہی کہتے رہے کہ جبکہ یہ حادثہ ہم پر
 وہاں گذرا اور اب تک نہ کوئی ملزم گرفتار ہوا نہ مال معزوتہ برآمد کیا گیا نہ

معاوضہ ملازمہ دربار نے آئندہ ہماری حفاظت جان و مال کے بابت کچھ انتظام فرما
ایسی صورت میں ہمارا جانا کیونکر ہو سکتا ہے اور اب اچین کے بوہرے بھوپال
بہرون سے اس وجہ سے ناراض ہونے لگے کہ یہ سیدنا کا حکم نہیں مانتے تھے تو بھوپال
انہوں نے اچین سے سکونت اٹھالی اور برہان پور چلے گئے۔ بڑے ملا صاحب
عجیب بات یہ کہ اچین گورنر جنرل کے پاس اندرون کو تار دیدیا کہ مجھے فیصلہ کر دیا
بوہرے لوگ بھوپال جا کر دوکانیں کھول رہے ہیں جس کے جواب میں شاہی علی
یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی یعنی ایک دوکان بھی نہیں کھلی تو پھر انہوں نے
شیخ یوسف علی کو ایسے بھوپال بھیجا کہ وہ ہر طور اپنے ذاتی رسوم کو کام میں لا کر
دوکانات کھلوادین تاکہ بے بنیاد تار کے باعث حکام کے نزدیک جو ذرا
ہوئی ہو اس میں کچھ تو تخفیف ہو۔

دم رحلت آپ کے والد پیر عبد اللہ بدر الدین صاحب نے فرمایا تھا کہ میں دو داغ
ہمراہ لیے جاتا ہوں ایک توجو نامرگی سیدی طیب بھائی صاحب زین الدین کی
جس کے باعث ایک اعلیٰ مقصد فوت ہو گیا دوسرے عدم کامیابی مومنین بھوپال
لیکن آپ کے قائم مقام پیر صاحب نے ایک داغ بھی منانے کی کوشش نہیں کی
جیسا کہ سب کو معلوم ہے آپ نے اپنے عالم و فاضل عابد و زاہد جوان بڑے بھائی
صاحب کا پورے چھ ماہ بھی سوگ نہیں منایا۔ اور اسکے پہلے ہی اپنے آن جانی
بھائی کی بیوہ کو جالہ نکاح میں لے لیا۔ اختتام سال پر جو مجلس فاتحہ خوانی کی گئی
منفقد ہوئی تھی اس میں اُن بھوپال کے بوہرون کی جنھوں نے عدول علی کی گئی
بھوکلا کر پڑھوائی اور اس طور پر درپردہ خوشی منائی اور بوہرے بھوپال کی کاروبار
کا تو خاتمہ ہی کر ڈالا۔ اور اُنکی جان بچانے اور پرویش کرنے کے لیے ایک جہ
نہیں دیا برخلاف ازین اپنی جانشینی کی خوشی میں مصروف تھے نہایت تکلف
اور اتمام سے دعوتیں دی جاتی تھیں ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا تھا شال و شال
غایت ہوتے تھے۔ بھوپال والے غریب الوطن بوہرون کی جو مومنین امداد

تھے اُن کی عزت پر ہاتھ ڈالا والیہ بھوپال کو دستگیری سے باز رکھا اور جب
بھوپال کی ایک ایجنٹ خود والیہ بھوپال کی تحریک سے کشنر بدھاڈو ویشن
بھوپال کے اندر بھوپال کے بوہرون کا قیام تھا اطمینان حفاظت لاکر
بھوپال کو روانہ کر دیا تو ان کے بھوپال میں چلے آنے کے بعد چین سے بیٹھے نہیں
ان کی اقامت بند کی کسی کو شادی کی رضادینے سے انکار کیا۔ اکثر بوہرون
کہا جاتا ہے کہ بھوپال والوں نے بڑے ملا صاحب کا حکم نہیں مانا
اس لیے اُن پر عتاب ہوا۔

اسی رسالے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برہان پور کے تعلیم یافتہ بوہرون سے
داعی صاحب سے اُن بن ہو گئی ہے بنیاد فساد یہ ہے کہ وہ ان کے روشن خیال
بوہرون نے جو قومی مدرسہ بنایا ہے اسکے نصاب تعلیم کے متعلق ملا صاحب میں
اُن میں خلاف واقع ہو گیا ہے اور اب اسکے بابت اخباروں میں مضامین
چھ لگے ہیں جن میں قنطین مدرسہ کی جانب سے یہ شکایت ہوتی ہے کہ ملا صاحب
درپردہ چندہ دینے والے داؤ دیہ بوہرون کو روکتے ہیں اگرچہ بظاہر اجازت
دیتے ہیں مگر مخفی طور پر عالون کے ذریعہ سے روک تھام کرتے ہیں۔

(۳) بیٹی واسے سیدھے چاندا بھائی کے مزار کے وقف کے متعلق بیٹی کے نامی
بوہرے آدم جی پیر بھائی کے بیٹوں اور دوسرے چند معزز بوہرون کا داعی صاحب
نے بے حد خلاف ہو گیا ہے اور اُنکی طرف داری پر اور بھی کئی مقامات کے بوہرے
بڑے ہو گئے ہیں۔ انکے ایما سے ایڈوکیٹ جنرل نے جنکو گورنمنٹ بمبئی نے اوقات
کے لئے مختار عام بنایا ہے چشیت امین اوقات عامہ جناب داعی صاحب پر ایک
مقدمہ دائر کیا کہ چاندا بھائی سیدھے پیر ہیں ولی ہیں اور اُنکی قبر کے نزدیک جو تجوری
ہی گولک رکھی ہے اور اس میں سے ہزار ہا روپیہ سالانہ نذر و نیاز کا نکلتا ہے
اور اسکے سوا سے ہزار ہا روپیہ سالانہ کے جو اوقات وغیرہ ہیں اور خیر ملا صاحب
لا صرف ہے وہ پبلک فنڈ قرار دے جا کر حسب قانون مروجہ اپنٹرسٹ قائم کیا جائے

اور ان کے ضوابط ہائی کورٹ وضع فرمے اور اسکی نگرانی ایک کمیٹی کے سپرد ہو
ممبر منجانب ہائی کورٹ نامزد ہوں اور باقاعدہ اس کے حسابات پبلک
پیش کیے جائیں۔

اسکے جواب میں ملاطہر سیف الدین صاحب نے ہائی کورٹ میں چاہا
یہ دیا کہ چاند بھائی سیٹھ نہ پیر ہیں نہ ولی ہیں اور ان کی قبر کے نزدیک جو گولک
رکھی ہے وہ نہ ٹرٹی سخاوتی فنڈ ہے بلکہ وہ گولک انکی ملکیت ہے وہ جہیز ہے
اس گولک کا روپیہ خرچ کریں کوئی امین ان اوقات کے لئے جو انکے تسلط میں
ہیں نہیں مقرر کرایا جاسکتا وہی خود دنیوی اور دینی حیثیت سے انکے محافظ ہیں
کسی شخص کو حساب نہیں کا کوئی حق نہیں ہے وہ سوائے امام وقت کے اور کسی شخص
حساب نہیں دے سکتے کیونکہ وہ داعی المطلق ہیں اور ان سے اور خدا سے براہ راست
ہر کسی واسطے کے تعلق ہے خدا تعالیٰ نے جو اختیارات جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے تھے وہی اختیارات انکو دئے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ
رسول تھے اور ملاطہر سیف الدین صاحب داعی ہیں ورنہ انکے اور انکے اختیارات میں
کوئی فرق نہیں ہے اور داعی صاحب کو خدا سے سیدھا تعلق ہے ملا صاحب موصوف ہے
یہ بھی فرمایا کہ میں بوہرہ قوم کے ہر ایک فرد کے خیال جان و مال اور ملکیت وغیرہ
مالک ہوں اور بوہرہ قوم کا ہر ایک فرد جو کچھ کہ میں حکم کروں اسکے بجالانے کے لئے
قول مارا ہے اور کوئی شخص میرے حکم اور کام کے خلاف چون و چرا نہیں کر سکتا اور
میں قوم بواہر کے ہر ایک فرد کی ذاتی ملکیت لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں اور اگر کسی شخص
نے وقف یا ٹرسٹ کیا ہو تو میں اسکو اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتا ہوں بلکہ
کر سکتا ہوں اور کل ملکیت اپنے قبضے میں لے سکتا ہوں علاوہ اسکے قوم بواہر کا کوئی
شخص ہیشہ کے لئے کوئی سخاوتی کام اپنی مرضی کے موافق اور میری مرضی کے خلاف
نہیں کر سکتا اور اگر بذریعہ کورٹ بھی اسنے کوئی سخاوتی کام کیا ہو یا کوئی ملکیت وقف
کی ہو یا ٹرسٹ کیا ہو اور وہ میری مرضی کے خلاف ہو تو اسکو میں رد کر سکتا ہوں

اور انکے دعوت کی جتنی ملکیتیں ہیں اور بوہرہ قوم کی ذاتی ملکیتوں کا اور سخاوتی
مال کا اور ٹرسٹ کی ملکیتوں کا سب کا میں اکیلا مالک ہوں اس لیے مجھے
انکی حساب نہیں لے سکتا اور میں ٹرٹی مقرر کیا جاسکتا ہوں۔
۱۹ اگست ۱۹۷۱ء کو دوران مقدمہ میں ملا صاحب کے حکم سے انکے وکیل نے
میں کہا کہ ملا صاحب بغیر کسی واسطے کے خدا کے نائب ہیں بلکہ حج پوچھو تو خدا ان
کو بوہرہ قوم انکو خدا مانتی ہے مکندوس کے مقدمے میں ایک شخص احمد علی نے ملا علی
علی سے سوال کیا کہ تم ملا صاحب کو کیا جانتے ہو ان سے جواب دیا کہ زمین کا خدا
کا مال ہوں ملا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ بوہرہ قوم کی ہر ایک مسجد بند کرنے کا مجھکو
حق حاصل ہے جب چاہوں بوہرہ قوم کی ہر ایک مسجد بند کر سکتا ہوں۔
۱۷ ستمبر ۱۹۷۲ء کو ملا صاحب کے فرمان کے مطابق ان کے وکیل نے ظاہر کیا
ملا صاحب کو قوم بواہر کی کوئی بھی مسجد بند کرنے کا حق نہیں ہے ہاں صرف اتنا
کہ میں زمین کہ اپنے مریدوں کو کسی مسجد میں جانے سے منع کر سکتے ہیں۔ ملا صاحب نے
یہ بھی کہا تھا کہ انکو ہیشہ الہام ہوتا ہے اور وہ ہر ایک امر الہام سے کرتے ہیں
میں جسٹس مارٹن نے یہ سوال کیا کہ بمبئی میں جو دو ملکیتیں ہیں (۱) ایک
موقوفہ مریم بانی صاحبہ (۲) موقوفہ وزیر بانی صاحبہ انکے خط و قبالہ میں
آپ کے پیشرو ملا عبد اللہ بدر الدین صاحب ٹرٹی گردانے گئے تھے اور ان
کا کوئی آپ ان کے دستخط موجود ہیں اسی طرح انپر ۱۹۷۱ء میں آپ نے بھی
دستخط کئے ہیں اور آپ بھی ٹرٹی مقرر ہوئے ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ
بوہرہ قوم کے اوقات ملکیت مسجد قبر دعوت فنڈ گولک وغیرہ کے آپ ٹرٹی
ہیں مالک کیسے ہو سکتے ہیں اسپر ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے وہ خط و قبالہ
میں پڑھا تھا کیونکہ وہ انگریزی میں لکھا ہوا تھا اور نہ وکیل نے پڑھ کر سنایا تھا
اسپر مارٹن صاحب نے کہا کہ آپ داعی مطلق ہیں اور بقول آپ کے آپ کو
خدا سے براہ راست تعلق ہے اور آپ ہر ایک کام الہام سے کرتے ہیں تو کیا دستخط

ملا برہان الدین صاحب نے تحریری یہ جواب دیا کہ یہ فنڈ میرے قائد سے کے لئے نہیں ہے اور اس فنڈ سے مجھ کو کوئی تعلق بھی نہیں ہے اسی طرح اس فنڈ کے سرسلیوں نے بھی یہی بجا دیا کہ یہ داؤ دی بوہرہ فنڈ ملا برہان الدین صاحب کے قرض واکرنیکے لیے نہیں کیا گیا ہو اور اس فنڈ میں انکا کوئی حق نہیں ہے۔ مقدمہ مذکورہ بالا میں جب مدعی ناکامیاب ہوا تو اس نے ملا صاحب کے لئے مکان پر قرقی کا حکم چاہا اس کے جواب میں ملا برہان الدین صاحب نے یہ تحریری بجا دیا کہ یہ مکان میرا نہیں ہے یہ تو میرے دو صغیر لڑکوں کا ہے۔

مدعی کو مجبوراً نیا مقدمہ ۱۹۷۷ء میں اس مضمون کا دائر کرنا پڑا کہ ان دونوں صغیر لڑکوں کی ملکیت کے مالک ملا صاحب ہیں۔ ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنے دونوں صغیر لڑکوں (طیب بھائی اور طاہر بھائی) یعنی موجودہ ملا صاحب کی ملکیت کا مالک نہیں ہوں اور میرا اور دعوت کی گادی کا اپنی کوئی حق نہیں ہے اور یہ ملکیت انھوں نے اپنے ذاتی روپوں سے خریدی ہے وہ اس طرح کہ میں داعی ہوں اور میرے فرزند ہیں جس وقت میں کہیں اپنے مرید کے یہاں کھانا جاتا ہوں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتا ہوں وہ ان کو جو کچھ نذرانہ ملتا ہے ان پوتوں انھوں نے یہ ملکیت خریدی ہے جس وقت یہ کاغذ جسٹس مارش نے پڑھے تو نہایت ہی تعجب کے ساتھ کہا کہ ملا طاہر سیف الدین تو خوب ہوشیار ہیں وہ ان جب مکان جانے کی نوبت آئی تو یہ کہہ دیا کہ داعی کا اور دعوت کی گادی کا ہر کوئی حق نہیں اور جب خود داعی ہوئے تو بوہرون کی جان مال کی ملکیت کے مالک بنے ہیں اخبارات بمبئی میں یہ بیان بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

بلکہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۷ء کے اخبار دہلیہ سکندری جلد ۵۸ میں تو یہاں تک مرقوم ہے کہ ۱۹۷۷ء میں ملا برہان الدین صاحب پر مبلغ ۵۴۰۰۰ ہزار کی ڈگری ہوئی تھی اسکی وصولی کے لئے مدعا علیہ نے ملا برہان الدین صاحب کو جیلخانہ بھیجنے کے لئے تجویز کی تھی اور وارنٹ نکالا تھا مگر کورٹ نے اس وارنٹ کو

منسوخ کر دیا جب کہ مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ جیلخانے میں بھیجنا قسط سے روپیہ وصول کر لوں گا۔ مذکور مدعی عبدالطیب مشائخ اور دیگر افراد تھے جو فرقہ بواہر سے تھے اور ملا برہان الدین صاحب سوت والی تھے اور وہ شخص مرید تھے۔

ایک سنسنی پیدا کرنے والا انکشاف

ملا صاحب کے نام سے ایک مثنوی چھپی ہے اس میں یہ چند شعر مندرج ہیں۔

ہا کر سیف سے پوچھے کوئی	بجسم الدین پر کس نے نص کی
داعی چار جو گزرے پہلے	وہ ہرگز منصوص نہ تھے
داعی ان کے بعد بنے تم	دعوت کا اسباب ہوا گم
نص ہی ثابت نہیں ہے تم پر	داعی تم کو مانیں کیون کر

کتاب ضواء نور الحق امین مصنف ملا طاہر سیف الدین صاحب

شیخ البواہر

اس کتاب کے بعض مضامین مولوی ولی محمد اسماعیل سریا وہ ساکن ریاست ہونا کے حلقہ کا ٹھیکہ واڑنے اہل سنت و جماعت اور امامیہ کو اشتعال دلانے کے لیے شائع کرائے جس سے داعی صاحب کی نسبت ۲۲ روپے کے بہت سے ہماروں میں وہ مضامین نکلے جو ان کی شان کے خلاف تھے۔ اور دعوتی نگاران اہل سنت و جماعت و اثناعشریہ نے اپنی تحریروں میں انکو ایسے سخت و درشت الفاظ سے یاد کیا ہے کہ ہمیں تو بحیثیت لقل بھی انکا اعلاہ بیان مناسب نہیں معلوم ہوتا اس میں شبہ نہیں کہ ملا صاحب نے جعفریہ بوہرون کے سرغنہ ملا جعفر نروانی اور سلیمانہ بوہرون کے پیشوا ملا سلیمان اور فرقہ علویہ کے مقتدا علی بن ابیہم اور ملا عبدالحسین ناگپوری وغیرہ کو ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے جو اکابر کے لیے

نازیبا و ارج خدا جانے کب کے گڑے گڑے اکیڑ کر آتش نفاق خوب بجڑ کا یا ہے
ان لوگوں کو ابلیس کا مصاحب گمراہ۔ گمراہ کرنے والا۔ شیطان۔ رحمت خدا سے
ناامید۔ دشمن آل محمد۔ فتنہ پرداز۔ مدعی۔ عدو اللہ۔ کافر۔ رائدہ بارگاہ طہ
بہار دل۔ وادی ہلاکت و ضلالت میں سرگردان۔ پریشان۔ مفتری۔ ظالم
کاذب۔ اندھی اور بہری جماعت کا سردار۔ کذاب۔ مدعی وحی۔ نکلنا شیطان
کہ جو عالموں کے بھیس میں لوگوں کو نظر آیا اور بڑے علمائے راشدین کو فتنے میں
ڈالا۔ شیطان وقت۔ مرتد۔ مارق۔ فاسق۔ وغیرہ بتا کر کہا ہے کہ یہ اور
انکے متبعین سب کے سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ باقی مطالب اس میں وہ ہیں
جو ان کی خاص قوم سے تعلق رکھتے ہیں اسی لیے انھوں نے کتاب کے آخر میں
یہ عبارت لکھ دی ہے ہذا مخصوصہ للفرقة الداوۃ پس یہ کتاب فرقت
میں ہوئی صرف ملا صاحب کے مریدوں میں تقسیم ہوئی۔ علم اوپ کے لحاظ سے
یہ ایک بہترین کتاب کہی جاسکتی ہے۔ نمونے کے طور پر تھوڑا سا بیان اصل کتاب
سے نقل کر کے میں یہ دکھاتا چاہتا ہوں کہ ملا صاحب بوہرون کو کس بات کی
نصیحت کس نہج پر کرتے ہیں۔

وفد کر ہننا فصلاً جاء عن بعض العلماء الموحدين في الرسالة النجم الثاقب
للإمامين والعذاب الواثب للمعتدين على الله قدسه في عرفات المخلدين
(وہ مشعل مومنین) واخواني المحسنين الموفين بعهد الله وايمانهم والموتين
كتابهم بايمانهم اعلموا احسن الله توفيقكم وسر على الهدى طريقكم
ان اول المعارف في الدين توحيد سرب العالمين وانه منتهى طاعة العابد
وغاية خشية المتقدمين وعبادته وملا فكلته المقربين وانه هو الذي دس
اليه كل قائم من الانام وادعاه كل فرقة من فرق الاسلام ولا نعلم احدا
يقول بغير التوحيد مقالا فخلته او معتقد السرة وعلا نيته وهم بشر انما
غير موفين ولحقوقه غير مؤدين فلا يغنى توحيدهم عنهم فتيلا ولا هم

ان لا تفرط كثرة اهل الحق سبيلا۔ وذلك ان توحيد العبد للمعبود
لا يكون لامعرفة ما بينه وبينه من الحدود فالمسلمون الذين يشهدون
بطلعة الاخلاص وهم كافة اهل الجماعة والسنة۔ وكلمة الاخلاص هي
التي قال فيها رسول الله صلى الله عليه وآله انه من قالها مخلصا دخل
الجنة وهي لا تقبل منهم وترو عليهم لانهم لم يقروا بالرسول وحده
والنكر وامر بته الوصي الذي هو اول الحدود بعده ولو كان اقرار الرسول
دون اقرار الوصي صادق القول كانت الشهادة لله كافية دون الشهادة
بالرسول والي الله ان يقبل ممن اخل بعد من الحدود وشهادة او رفع
له عملا او يشكر له عبادة بل لا يقبل شهادة الا على من هم دون شهادة
الادنى ولا ينفعها اقراره للاول اذا جحد للآخرى مقامه الا ان لا
يحل الله الذي طرف منه بيد الله وطرف منه بيد العباد۔ وانه لا نجا
لاحد دون معرفة عالمهم ودانهم في المعاد قال الله تعالى واعتصموا
بالحبل الاطالة فنقول ان الحبل الذي نذكره الله الى الاعتصام به احد
الطرفين بايد يكمل هو احوكم واول عبدا امامكم الذي يدعوكم اليه ويهديكم
والطرف الاخر الذي بيد الله هو منتهى حد ودعاء النفس وهو رسول
ربكم المؤيد بروح القدس لحال من عالم الدين محل الشمس وان ام
ما ناكم محله من الدين محل الرسول۔ فهو في وقته منتهى حد ودعاء
الطبيعة ومطرحا شعة عالم العقول فمن زعم ان معرفته لنبيه او وصي
نبيه او امام زمانه تكفيه دون معرفة داعي او انه ضل عن قصد
السبيل وباع من عذاب الويل وكانت شهادته لله غير مقبولة لان
اسبابه بجميع الحدود وغير موصولة۔

ترجمہ عبارت مذکورہ بالا کا تھوڑی سی توضیح کے ساتھ یوں ہے۔

اور ذکر کرتے ہیں ہم ایک فصل کو کہ آئی ہے بعض علماء سے سوحدین سے رسالہ انجیل
المستدین والعذاب لوالہ للعتدین میں بلند کرے خدا سے تعالیٰ اس عالم کی
مخلدین کی غزوات میں۔ اسے گروہ مومنین و برادران نیکو کار ادا کرنے والے خدا
حمد و قسم کو کہ دیجائیگی انکی کتاب (نامہ اعمال) انکے سید سے جانب سے
بہتر کرے خدا تمھاری توفیق اور کھولے ہدایت پر تمھارا راستہ کہ تحقیق معارف
شروع رب العالمین کی توحید ہے اور وہ عابدوں کی طاعت کی انتہا ہے اور
کے خوف کی غایت ہے اور ملائکہ مقررین کی عبادت ہے اور تحقیق بات یہ ہے اور
وہی ہے وہ شے کہ دعوت کی اسکی طرف ہر قائم نے اور دعویٰ کیا اسی کا ہر فرد
اسلام نے اور نہیں جانتے ہم کسی ایک کو کہ کسے بغیر توحید کے کوئی قول اپنی بنیاد
کے لئے یا اعتقاد رکھے اپنے ظاہر و باطن کے لئے اور وہ اسکی شرائط کے وفادار نہ ہوں
نہیں ہیں اور نہ اسے حقوق کے ادا کرنے والے ہیں پس نہ فائدہ پہونچائیگی ان
ان کی توحید اور نہ ہدایت اسکی طرف سوائے اہل حق کے گروہ کے (یعنی توحید کا
راستہ صرف ایک ہی جماعت اہل حق کو ملا ہے اور وہ داؤد و یوسف ہیں۔ آگے
ملا صاحب اس بات کا بیان کرتے ہیں کہ دوسرے فرقے اسلام کو انکی توحید پر
کام نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ) نہیں ہوتی بندے کی توحید اپنے معبود کے لیے بغیر معرفت
ان حدود کے جو اس کے اور اس کے درمیان ہیں پس مسلمان کہ شہادت دیتے ہیں
کہ خلاص کی اور وہ اہل سنت و جماعت ہیں اور کلمہ اخلاص وہ ہے کہ فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی بابت کہ جو اسے اخلاص کے ساتھ کہیگا وہ جنت میں
داخل ہوگا اور وہ کلمہ اخلاص نے نہیں قبول کیا جائیگا بلکہ پھر واپس کیا جائے گا
کیونکہ انھوں نے صرف رسول کو مانا ہے اور وہی رسول (یعنی امیر المومنین علی
کے مرتبے کا انکار کرتے ہیں جو پہلی حدیث رسول کے بعد اور اگر ہوتا اقرار رسول بدولت
اقرار و صی کے لائق قبول تو ضرور کافی ہوتی شہادت خدا بدولت شہادت رسول کے
حالانکہ انکار کیا ہے خدا نے اس سے کہ قبول کو یہ شہادت کو اس شخص سے جس نے

اور نہ کسی حد کو جلد و دوسے یا بلند کرے اس کے لئے کوئی علی یا اسکی کوئی عبادت
بلکہ نہیں مقبول ہوتی بندوں سے شہادت اعلیٰ بدولت شہادت
اور نہیں نفع پہونچاتا اسکا اقرار کرنا حد اول کا جبکہ انکار کرتا ہے حد آخر
کا مقام جلی کا کیونکہ یہ خدا کی رسی ہے کہ ایک سراسر اسکا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک
بندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور حقیقت میں نہیں ہے نجات کسی ایک کے لئے
دون معرفت اعلیٰ و ادنیٰ کے۔ فرمایا خدا سے تعالیٰ نے کہ پکڑے رہو خدا کی رسی
پہونچو لی سے جبکہ جان لیا اس امر کو اختصار کے ساتھ کیونکہ یہ رسالہ طوالت کا تحمل نہیں
ہے لئے ہیں ہم کہ تحقیق خدا کی وہ رسی کہ خدا نے اس کے پکڑے رہنے کا کھوپڑا جو اسکا ایک
ساختار ہے ہاتھ میں ہے اور وہ سراسر میں تمھارا بھائی اور تمھارے امام کا (جسکی طرف
ان نیکو دعوت کرتا ہوں) مکتبہ بندہ ہوں اور دوسرا سراسر جو خدا کے ہاتھ میں ہے
وہ منتہا سے حدود عالم نفس ہے اور وہ تمھارے رب کا رسول ہے (جو روح القدس
کے ساتھ مدد دیا گیا ہے جسکا محل عالم دین میں آفتاب کا محل ہے) اور نیز امام وقت ہوں
جس کا محل دین میں محل رسول ہے (یعنی رسول کا قائم مقام ہے) پس وہ امام
اپنے وقت میں منتہا سے حدود عالم الطبیعیہ ہے اور عالم عقول کی شعاخون کے جذب
ہونے کا مقام ہے اب جو کوئی یہ خیال کرے کہ نبی اکرم کی معرفت یا وہی (حضرت علی)
امام وقت کی معرفت داعی وقت کی معرفت کے بغیر اسکو کافی ہے تو وہ شخص سیدھے
سے بہک گیا ہے اور اسے عذاب سخت کو اٹھایا۔ اور اسکا خدا کے لئے گواہی
دینا نامقبول ہوا کیونکہ اس کے اسباب تمام حدود سے غیر موصول ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت کا ایک مقام سنیں سننے متعلق ہے اور دوسرا شیعہ غیر داؤد و یوسف
پہلے مقام میں اجمالاً تمام مسلمانوں کی توحید کو باشتنا سے اپنی جماعت کے شرائط
و حقوق توحید کے ادا اور وفا نہ کرنے سے بالکل غیر نافع قرار دیا ہے اور سبب اسکا
ہمد و مہمود کے درمیان حدود کی عدم معرفت تھا کہ تعریفاً اور تخصیصاً سنیں کے
کے کو غیر مقبول و مردود قرار دیا گیا ہے اور دوسرے مقام میں بالتخصیص غیر عبارت

شیعوں سے تعرض کیا گیا ہے اور ان کے لیے فقط نبی و وصی نبی و امام زمان کی معرفت بغیر معرفت داعی وقت غیر کافی جان کر انہیں گمراہ اور مستحق عذاب سخت اور مقبول الشہادت بنایا گیا ہے۔

عبارت کتاب سے یہ نہ معلوم ہوا کہ جناب صنف رسالہ مذکور کے نزدیک کن شرائط کے ادا اور وفا کرنے سے توحید سی عامۃ النفع شے بالکل بیکار ہو جاتی ہے اور کوئی شرائط ہیں جنکو مصنف موصوف کے متبع (جنکو انھوں نے طائفہ اہل حق سے تعبیر کیا ہے) ادا اور وفا کر رہے ہیں اور وہ عہد و مہد و مہدو کی درمیانی حدود کیا ہیں جنکی معرفت کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی ممکن ہے کہ انکا ایک سچا ارادہ نہ سیاق عبارت کو دیکھ کر کہہ سکے کہ حضور کا یہ سکوت حضور کے انگسار پر محمول ہے اور مراد ان شرائط و حدود سے خود حضور ہی کی ذات فیض آیات ہے کیونکہ سینوں کا کلمہ فقط اس وجہ سے غیر مقبول و مردود ہے کہ وہ توحید کے بعد ایک ہی رسالت ہی کے مقررین اور شیعہ اس لیے ان ناسزا کلمات کے مستحق ہیں کہ وہ معرفت نبی و وصی اور امام زمانہ کے بعد داعی وقت کی معرفت نہیں رکھتے تو یہ امر صاف صاف واضح ہوا جاتا ہے کہ مراد ان شرائط و حدود سے خود حضرت ہی کی ذات ہے حالانکہ یہ ایک ایسا محکم ہے جسکو بجز ان کے متبعوں کے دوسری قوم اور دوسرا فرقہ گوارہ نہیں کر سکتے تو یہ ہیں اقل عدید اما مکہ یہ ایک سیدھی سادی بات ہے لوگ سمجھیں گے کہ امام زمانہ جو اہل بیت سے ہیں ان کے ساتھ کس قدر خوش عقاد و نیاز مندی اس شخص کو ہے لیکن اس نیاز مندی میں بھی اپنا جو ہر دکھا گئے ایک تنہی جوئی رسی کے ایک طرف خدا ہے اور دوسری طرف داعی صاحب ہیں نبی و وصی و امام زمانہ سب بیچ میں ہیں گویا احاطہ کرنے والوں میں صرف دو ہیں ایک خدا اور دوسرے داعی صاحب۔ لیکن اس خود غرضی کا کیا کیا جائے کہ دین اسلام کا ہر فرقہ آپس میں کشمکش ہے اور ایک دوسرے کی تکفیر کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہو اور ہر ایک دوسرے کے مقتداؤں پر لعنت بھیج کر آتش لفاق کو خوب بھڑکارا ہوا اپنے گردہ کو

ایک اور مخالفین کو ناری بتاتا ہے اور اتحاد اسلامی کے فوائد کو جو پیغمبر اسلام کی تبلیغ کا پھوڑ ہے ذہن میں نہیں آنے دیتا اسی اصول کی بنا پر داؤد یہ پوہن کے صاحب نے بھی اپنے پیروں سے خطاب کیا ہے۔ اور یہی مسلمانوں کے لیے اہمات ناخونوں سے گوشت جدا کرنے اور احیاء و اموات دونوں کو مستحق شہدیت قرار دینے کا میاب ہو رہے ہیں اور اسلام کا بول بالا کرنے کے عوض اس قدر پست کیا جا رہا ہے کہ اس بول کے بولنے والے اور اس کلمے کے کہنے والے بالکل اسلام سے خارج کئے جا رہے ہیں اور انہیں مشرک و کافر تک بنائے ہیں تاہل نہیں جاتا حالانکہ کلمہ گویوں کی تکفیر تا وقتیکہ وہ کلمہ کف لا دین کے منکر نمونہ اتفاق جائز نہیں۔

خو

در اصل چند وین اور اب تک انکی ایک تعداد سوامی نرائین پتھر کی پیر رہے جو سلطان ہو گئے ہیں ان میں عین فرستے ہیں (۱) اسماعیلی (۲) مستفی (۳) اثنا عشری۔ جو فرقہ تعداد میں سب سے بڑا ہے اسماعیلی ہو سوامی نرائین کی تعداد بہت قلیل ہو اور ریاست بھاو نگر کے قصبہ گڑھا میں ایک دو مکان کھائے جاتے ہیں۔ ایک وفد ان میں سے ایک شخص مر گیا چونکہ وہ آسودہ حال تھا اس نے مندر میں کچھ روپیہ بھی دیا تھا اس لیے سوامی نرائین پتھر والوں نے اس کی از کر یا کی مگر ایک دوسرے خو جے کے مرنے پر انھوں نے لاش اٹھانے سے انکار کیا اس کے متعلقین اثنا عشری خو جون سے مستفی ہوئے کہ وہ جنازہ اٹھائیں اثنا عشری خو جون نے اس شرط پر جنازہ اٹھا یا اور اپنے قبرستان میں بہت کوفن کھدائے کہ آئندہ سوامی نرائین خو جے اثنا عشری مذہب کھین گے اس واقعے سے پہلے ہی سوامی نرائین خو جے فتنہ کرواتے تھے اور اب بھی کرواتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ہٹھکے ہوئے ہیں و تشرخوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھانے میں بھی انہیں کوئی عذر نہیں۔ وہ گوشت شیعہ سے پرہیز کرتے ہیں مگر گوشت خواروں سے کوئی نفرت نہیں رکھتے۔

اسماعیلی خوبج

یہ فرقہ امامی اسماعیلی بھی کہلاتا ہے اور بمبئی و مدراس وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ خاصکر کاٹھیاواڑ کے جزیرہ نما میں زیادہ رہتا ہے اور انھوں نے اپنی تجارتی نوآبادیان افریقہ کے مشرقی کنارے پر قائم کی ہیں۔ نو دس سال قبل بمبئی کے خوجون میں ہزار پانسو سنت فیما عت لوگوں کے سوا باقی تمام خوبجے آغا خانی تھے اور ہر بائیس آغا خان کو حاضر امام اور اپنا پیشوا سے مذہب تسلیم کرتے تھے مگر فروری سن ۱۹۰۰ء سے آغا خانی جماعت کے دو حصے ہو گئے ہیں ایک وہ آغا خانی یعنی امامی اسماعیلی ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اثنا عشری مذہب کہتے ہیں۔ آخر الذکر جماعت نے اپنی ایک بڑی مسجد۔ امام باڑہ اور مدرسہ تعمیر کر لیا ہے اور ان کی جماعت میں پانچ ہزار سے زیادہ نفوس ہیں اور ان لوگوں میں متمول اور تعلیم یافتہ لوگ کثرت دکھائی دیتے ہیں۔

پریچنگ آف اسلام مولف آر نلڈ کے صفحہ ۲۲۵ میں مذکور ہے کہ پیر صدر الدین آج سے چار سو برس پہلے ہندوستان میں آئے تھے اور اسماعیلی مذہب رکھتے تھے انھوں نے اپنا ایک ہندو نام رکھا تھا اور ہندوؤں کے مذہب کی مناسبت سے انھوں نے ایک کتاب بنائی تھی جس کا نام انھوں نے دسا اوتار دسٹ اوتار رکھا تھا اور اس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دستوان اوتار مانا تھا خوجون نے اس کتاب کو ابتدا ہی سے بطور آسمانی کتاب کے مانا اور مرنے کے وقت وہ کتاب ہمیشہ برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح بہت سے دستورات میں اس کے پڑھنے ہیں اس کتاب میں انھوں نے یہ لکھا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم و شہنشاہ حضرت علی کو اور حضرت آدم کو ششیو بنایا سب سے پہلے پیر صدر الدین کے مرید علا سے سندھ کے گانوں اور قصبوں میں ہوئے اور انھوں نے کچھ میں گی جا کے سلام پھیلایا اور وہاں سے اُنکے اصول جنوب کی طرف گجرات اور بمبئی تک

پہلے پیر صدر الدین پہلے اسلامی مشنری نہیں ہیں جو ہندوستان میں آئے بلکہ ان سے پہلے صدی پہلے اسماعیلیوں میں سے ایک شخص الموت سے بھی گیا تھا اور یہ گجرات میں ہو چکا وہاں سندھ راج کی حکومت بھی اس اسماعیلی نے اپنا ہندو نام رکھا اور مسلمانوں سے کہا میرا اصلی نام سعادت ہے اس شخص نے کُن بی۔ کہا ر اور کوری اونی قسم کے ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ مگر ہم جو آگے چل کر ایک مقدمے کے کاغذات سے یہ حالات پر مزید روشنی ڈالیں گے اُن سے یہ ثابت ہو گا کہ ہندوستان میں پہلے خوجون کے اسماعیلی بنانے کے لیے پیر صدر الدین ہی آئے تھے اور یہ ضنون خود سلطان محمد شاہ آغا خان کے بیان سے ماخوذ ہو گا۔

ساٹکو پیڈ یا آف انڈیا کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۳۵ میں حالات حیدر آباد کے ضمن میں لکھا ہے کہ خوجون کو ایران میں ہلاکو خان نے مارا تو وہ اُس وقت بھاگ کر ہندوستان میں آئے اور امیر تل گز ٹیڈ آف انڈیا تالیف ہلڈ جلد سوم صفحہ ۵۶ مطبوعہ سن ۱۸۷۰ء میں لکھا ہے کہ خوبجے ہندوؤں سے ایمان لائے ہیں اور اُن لوگوں نے آغا خان کو اسماعیلی خاندان کا امام اور اپنا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے اور آغا خان کو یا اساسن کے جسکی جمل شیشین ہے اور یہ حسن صباح حمیری کا گروہ ہے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں اس فقرے سے کہ آغا خان گویا شیشین کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آغا خان خاندان نزاریہ میں سے ہیں نہ مستعلویہ میں سے یہی وجہ ہے کہ وہ ہرے جو مستعلویہ کی روش پر ہیں آغا خان کی امامت کے منکر ہیں اور بوہرون کے بڑے ملاجی جن کا مقام سورت میں ہے اور آغا خان میں یہ فرق ہے کہ آغا خان خود اسماعیلی نسل میں ہوئے کی وجہ سے اپنے متبعوں کے نزدیک امام ہیں اور بوہرون کے ملاجی داعی ہیں امام نہیں پریچنگ آف اسلام اور ساٹکو پیڈ کا حاصل مطلب بھی یہ ہے کہ خوبجے نزاریہ کے سلسلے میں داخل ہیں کیونکہ الموت میں بھی خاندان حکومت کرتا تھا اور چنگیز خانیوں کے ہاتھ سے اسی خاندان کی سلطنت برباد ہوئی خاندان نزاریہ کا آخری فرمان روا امام رکن الدین سن ۱۲۵۹ء ہجری میں ہندوستان سے

اور وہ ایک سال بھی حکومت و امامت کرنے پایا تھا کہ چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے اسے گرفتار کر کے ہزاروں ملاحہ کو جہت بیچ کیا اور پھر اس کے بعد بغداد کی طرف توجہ کی خلفائے بغداد اور والیان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے اور شہرہ بھری بین سلاطین اسماعیلیہ مصر کا خاتمہ سلطان نور الدین والی موصل و دمشق کے ہاتھ سے ہو چکا تھا قیاس یہ چاہتا ہے کہ ریاست الموت کی بربادی کے بعد آغا خان کے اجداد نے مشرقی حصہ ایران میں سکونت اختیار کی مگر صحیفہ زرین کے بیان سے جو غالباً سلطان محمد شاہ آغا خان کی واقفیت کے ساتھ لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب سلاطین اسماعیلیہ کی حکومت کا مصر میں زوال آیا تو آغا خان کے اجداد مشرقی حصہ ایران میں آباد ہو گئے اس کی کچھلی روایت سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ آغا خان ائمہ الموت کے جانشین و یادگار نہیں لیکن مشہور یہی ہے کہ آغا خان کا خاندان اسماعیلیہ الموت سے ہے اور فرقہ قرابہ سے جو متصّر کے بعد نزار کی امامت کا مقصد ہے جدا نہیں ہے کیونکہ کتب و روایات سے جنکی تفصیل اور ہر ہونی یہ بات ثابت ہے کہ خو جوں کے عقائد کی لڑی اسماعیلیہ الموت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور آغا خان ائمہ الموت کے قائم مقام ہیں ہر صورت ایران میں سکونت اختیار کرنے کے بعد عرصہ دراز تک آغا خان کے اسلاف کے خاندان کے تاریخی حالات کا بتا نہیں لگتا ان میں جو کچھ لکھا ہے وہ مرزا ابو الحسن جان قمی کے نام سے مشہور ہے یہ شخص سلاطین زندیہ کے عہد سے آغا محمد شاہ کے سلطنت ایران حاصل کر لینے تک کرمان کا حاکم رہا مرزا ابو الحسن کے انتقال کے بعد ان کے فرزند شاہ خلیل اللہ نامی محلات میں رہنے لگے اس لیے محلاتی مشہور ہوئے شاہ خلیل اللہ اسماعیل بن امام جعفر صادق کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے فرقہ اسماعیلیہ میں نہایت واجب التعظیم اور امام سمجھے جاتے تھے شاہ خلیل اللہ اسماعیلی کے پاس اسماعیلیہ فرقے کے ہزاروں آدمی ایران توران بلکہ ہندوستان تک کے آتے اور کوہ بیہ شاہ پہنچاتے تھے یہ اعلیٰ درجے کے امیرانہ ٹھانڈے سے رہتے تھے پھر شاہ خلیل اللہ بزد کو چلے گئے وہاں دو برس رہنے پائے تھے کہ اتفاق سے ایک دن ان کے کارندوں

اور کارندوں سے ایک دوکاندار کا جھگڑا ہو گیا اس نے نواب مرزا جعفر صدر الممالک سے شکایت کی نواب نے شاہ خلیل اللہ کے آدمیوں کو سزا کے لئے طلب کیا وہ شاہ خلیل اللہ کی حویلی میں چھپ گئے مرزا جعفر نے ان کی گرفتاری میں اصرار کیا شاہ صاحب نے ان کو نواب کے نوکروں کے حوالے کرنے سے انکار کیا ملا حسین یزدی نواب کا ایک صاحب بہت ہی سپاہ اور عوام کا ہجوم بیکر شاہ خلیل اللہ کی حویلی پر چڑھ گیا اسماعیلیوں نے حویلی کے کواڑ بند کر کے اس میں سے مقابلہ کرنا شروع کیا ملا حسین کے آدمی دیوار پر گرا کر اندر گھس گئے شاہ خلیل اللہ اور بہت سے اسماعیلیہ مارے گئے حاجی محمد زمان خان حاکم یزد نے مفسدون کو گرفتار کر کے فتح علی شاہ قاجار والی ایران کے حضور میں رپورٹ کی وہاں سے حکم آیا کہ ملا حسین یزدی اور نواب مرزا جعفر کو مع تمام مفسدون کے حضور میں بھیج دو بڑی سفارش کے بعد مرزا جعفر توجرانے میں بہت سارے پیسے ادا کر کے رہا ملا حسین کو جہان نواز اور بہت زلت پہنچائی گئی اور شاہ خلیل اللہ کا قصاص کسی پر ایسے عائد نہوا کہ ہنگامہ بلبلا اٹھا یا کسی خاص شخص پر ان کے خون کا جسم نامت نہوا اور بادشاہ نے ان کے بیٹے حسین احمدی (حسن علی شاہ) کی بہت خاطر دشمنی کی اور ان کی تربیت اور تقویت کی غرض سے ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا فتح علی شاہ کی وفات کے بعد محمد شاہ کے جانشین ہونے میں جھگڑا پیدا ہوا اس وقت حسن علی شاہ کرمان کا نذر فرو کرنے کے لیے بھجے گئے اور اس بلوے کی وجہ سے کئی مہینے کامیاب ہوئے اس صلے میں ان کو صوبہ مذکورہ کا عہدہ گورنری موقوف ہوا اور دو برس کے قریب اس عہدے پر رہے پھر محمد شاہ نے ان کو وہاں سے علیحدہ کر کے اپنے پاس بلایا یہ بادشاہ کے حضور میں کوئٹہ کے قلعہ بم میں محض ہو گئے نواب مرزا بزد کو گرفتار کر کے سفارش سے ان کا قصور معاف ہوا اور محلات کے حاکم مقرر کئے گئے حسن علی شاہ کے پاس چونکہ دولت و ثروت اور مقصدون کی کثرت تھی اس لیے سلطنت کی طرف سے ان کے خیالات اچھے نہیں رہتے تھے شہر بھری بین بادشاہ نے ان سے سفر عراق میں بخشی علی خان کو شانزدہ فرسخ میر مرزا والی بھلان کی

گرفتاری کے لئے بھیجا حسن علی شاہ کو یہ تو ہم ہوا کہ میری گرفتاری کے لئے مامور کیا گیا ہے اسلئے کوہستان نزاق میں چلے گئے حسن علی شاہ کے باپ کے وقت کے اور خود انکے زمانے کے بھی بہت سے آدمی ان کے مرید کرمان میں تھے اور اس ملک میں انکی شجاعت و سخاوت کی بڑی دھوم تھی کرمان میں تمام اسماعیلیہ ان کی جان نشاری کو موجود تھے حیدر آباد سندھ اور بندر عباس میں بھی انکے بہت سے ماننے والے تھے حسن علی شاہ نے اپنی سواریاں غلات سے اٹھا کر عقبات عالیات کی طرف روانہ کر دیں اور اپنے لئے بھی مکہ معظمہ کی روانگی کا حکم حاصل کیا پھر جعلی احکام سلطنت کی جانب سے اس مضمون کے تیار کر کے کہ کرمان کی حکومت حسن علی شاہ کو دی گئی اپنے دوستوں کے پاس بھیج دیے اور انہی طرف سے انکو لکھا کہ رعایا کو میری اطاعت اور دوستی کی طرف مائل کیا جائے اور خود بندر عباس کی راہ سے طائف اور نجد کے بندر گاہوں کو عبور کر کے کرمان پہنچنے کا تہیہ کیا جب یہ خبر شاہی حکام کو ہوئی تو بہمن مرزا بہاء الدولہ حاکم یزد اور فضل علی خان حاکم کرمان کے نام حسن علی شاہ کی گرفتاری کے لیے احکام صادر ہوئے حسن علی شاہ یزد پہنچے تو حاکم یزد دو نوپین اور فوج لیکر بڑھا اور مقام ہریر میں حسن علی شاہ کو روک لیا اچھی طرح جنگ منو نے پانی بھی کہ رات ہو جانے کی وجہ سے حسن علی شاہ وہاں سے آگے کو نکل گئے اور شہر بابک میں پہنچ کر تمام افسران کرمان کو اپنی تشریف آوری کے احکام لکھے کرمان میں ایک بڑا آدمی مرجع خلافت رہتا تھا اس کو لکھا کہ میں بیت اللہ کی دیارت کے انار سے مکہ معظمہ کو جا رہا تھا کہ راستے میں بادشاہ کی طرف سے کرمان کی حکومت کی سند بھجو پونگی اس لیے میں کرمان کو آتا ہوں آپ سے استقبال کی تیاری کریں حسن علی شاہ کے دادا بدتوں کرمان میں حاکم رہ چکے تھے اور خاندان عطاراگہی اور خراسانی آدمی ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے اسلئے تین چار ہزار آدمیوں نے ان کے استقبال کی تیاری کی کہ اسی عرصہ میں فضل علی خان حاکم کرمان کے پاس سلطنت کی طرف سے حکم چاہو پونجا کہ حسن علی شاہ وہاں آئیں تو انہیں گرفتار کر لینا چاہیے حسن علی شاہ نے اول شہر بابک کو فتح کیا اور یہاں سے بہت کچھ زور و

حاصل کر کے کرمان کی طرف بڑھے اور اپنے بھائی محمد باقر خان کو سیرجان پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا باقر خان زید آباد تک پہنچنے پایا تھا کہ فضل علی خان حاکم کرمان نے یوزن کر کے اُسکو گھیر لیا حسن علی شاہ مدد کو پہنچے اور بہت سے کشت و خون کے بعد حسن علی شاہ کو شکست ہوئی میدان جنگ سے بھاگ گئے پھر حسن علی شاہ نے قلعہ جمع کر کے اسفندھ کا قصد کیا اور اُسپر قبضہ کر کے بہت سی رستہ جمع کر لی اور اہل نکل اس رود بار اور بلوچستان کے آدمی کثرت سے جمع تھے فضل علی خان نے دو توپین اور فوج لیکر یہاں بھی حسن علی شاہ کو گھیر لیا اور ایسی شکست دی کہ وہ فرار ہو گئے اور سوئی کے مارے موسم میں مقام میناب میں رہ کر فوج کے جمع کرنے میں مصروف رہے موسم بہار آتے ہی کئی توپین اور بہت سی جمعیت لیکر بڑے تڑک اور اقشام کے ساتھ فتح کرمان کے قصد سے متحرک ہوئے فضل علی خان نے اپنے بھائی اسفندیار خان اور عبداللہ خان وغیرہ افسروں کی ماتحتی میں فوج حسن علی شاہ کے مقابلے کو روانہ کی حسن علی شاہ نے ہر ایک کو شکست دی اسفندیار خان مارا گیا اور حسن علی شاہ اس جوش میں بڑھے چلے گئے کہ برہسیر میں جو کرمان سے پندرہ فرسنگ ہے جا کر شہر سے اور اب ان کی شجاعت اور فتندہی کا تمام ملک میں شہر ہو گیا اور قلعہ مشیز دن بڑے استحکام کے ساتھ رہے اور جا بجا فتحنا سے روانہ کیے فضل علی خان کرمان میں حسن علی شاہ سے جنگ کرنا نامناسب سمجھ کر اپنے چیدہ اور خاص آدمیوں کو ہمراہ لیکر حسن علی شاہ سے لڑنے کے لئے مشیز کو روانہ ہوا حسن علی شاہ کے دو فضل علی خان کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اُسکی آمد کا آواز سننے ہی بغیر مقابلہ ہم اور نہ شہر کی طرف بھاگ گئے فضل علی خان نے بھی تعاقب نہ چھوڑا یہاں تک کہ بلوچستان کے ملک کی طرف حسن علی شاہ نے رخ کیا اور وہ پیچھے تھا اور مقام ریکان میں جان سے نہ باشیر کا قلعہ فتح ہو کر بلوچستان کی حد شروع ہوتی ہے فضل علی خان نے حسن علی شاہ کو گھیر لیا اور انکا کشت و خون کیا کہ دو تہائی آدمی حسن علی شاہ کے مارے گئے اور حسن علی شاہ شب کے وقت تمام مال و اسباب اور توپین اور ہراہی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے

ساتھیوں کو برہمی ہوئی اور بدلہ لینے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ جب نکا پیشوا ۹ مارچ کو بمبئی میں داخل ہوا تو ان کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع ملا مسجد کا ایک متولی جب مسجد سے نکل کر اپنے گھر کو جا رہا تھا تو اس پر حملہ کیا گیا اور اس کے سر و سینہ اور چہرے پر چھوڑ مار ماری گئیں جس سے وہ بیجان ہو کر گرا اسکے بعد انھوں نے لال جی بھجن اور قاسم تاجی میانی دوسرے متولیوں پر حملہ کیا اور ان کو شدید مجروح کیا۔

۱۸ مارچ کو آغا خان نے اسماعیلیہ غوجوں کے سامنے زبان فارسی میں اس واقعہ کے متعلق اسپیچ دی انھوں نے کہا میں نے تھکو تحریری اور نیز زبانی وعظ کے طریقے سے عوام میں اور پریوش طور سے سمجھایا اور تھکو مشورہ دیا کہ صلح کل کا برتاؤ برتاؤ رہا تو ان پر دہشت گرد اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہو اور زبانی یا دوسرے طریقوں سے اپنے ان بھائیوں سے مداخلت نہ کرو جو تمھارے ہم خیال نہیں مگر مجھے بڑا افسوس ہے کہ ہمارے گروہ کے بعض متعصب ممبروں کو میرے وعظ کا مطلق اثر نہیں ہوا میں نے تھکو آج یہاں اس غرض سے جمع کیا ہے کہ میں تھکو متنبہ کروں کہ اگر آئندہ کوئی متعصب ممبر خون گرسے گا یا کسی طرح کا فساد برپا کرے گا تو میں عوام میں اپنے ہند کے مقلدین و مشرقی افواج شام - وسط ایشیا اور دیگر ملکوں کے سفیروں کو مطلع کر دوں گا کہ یہاں کوئی مذہبی تعلق خواجگان بمبئی سے نہیں ہے اور آئندہ تھکو اپنے مذہبی مقلدین میں نہ سمجھو گا۔ اور میں تم کو لکھو گا کہ تمھاری کوئی چٹھی قبول کروں گا۔ اصل یہ ہے کہ میں تھکو بالکل براوری سے خارج کر دوں گا۔ تمھارا فرض ہے کہ تم اپنے عزیزوں اور دوستوں کو اطلاع دو جو میں تم سے کہتا ہوں اور تم ان سے کہدو کہ ایسے تعصب آمیز جرائم جیسے ۹ مارچ کو بدذاتی اور بزدلی سے ہوئے تھے بے شک ایک وحشت انگیز حملہ ہے جو اپنے فوائد اپنے مذہب اور اپنے بھائیوں پر کیا جاسے۔ بھائیو جب میں تم سے کہتا ہوں تو میں اس بات کا یقین کرتا ہوں کہ اپنے مذہب کے متعصب ممبروں کو مطلع کر دو گے کہ کیسا سخت روحانی نتیجہ تم سب کے لیے پیدا ہو گا تم کو معلوم کر لینا چاہیے کہ دوسرے لوگوں کے مذہب کا ادب کرو اور اپنے مذہب کی سچائی پر کامل طور سے اتفاق رکھو اور یقین مانو کہ خون اور قتل

کے ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ جرائم کے مرتکب ہونے والے کو کبھی سلطنت آسمانی نہ حاصل ہوگی کیونکہ نصف اور سیارے خدا کو سپریم ایمان لائے ہیں جرائم کی کثرت سے سنت نفرت ہوگی علی الخصوص جبکہ وہ عبادت کے نام سے کئے جاتے ہیں۔

۱ اگست ۱۹۰۷ء میں بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے جو تاج پوشی کا جشن لندن میں کیا تو اس موقع پر آغا خان بھی ہندوستان سے بلائے گئے اور اس تاج پوشی کے اعزاز میں ۲۶ جون سنہ مذکور کو جی ایس آئی خطاب عطا ہوا جرمن مغربی افریقہ میں آغا خان نے عمدہ خدمات کیں اور لوگوں کو اس کام پر راضی کیا جس کو وہ لوگ ابتداً نا پسند کرتے تھے شہنشاہ جرمن نے ان خدمات کے جائزہ میں آغا خان کو تھکو اشارت پر رو شیا عطا کیا۔

تاظرین کی دلچسپی بڑھانے کی غرض سے آغا خان کی تسخیر کی داستان بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہے اس سے ہر شخص اندازہ کر لے گا کہ انکی خدا داد عزت اور جادو و جلال مسلمانوں کے تنزل و افلاس کے زمانے میں حقیقت الہیہ کی گمانیوں سے کم نہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کلکتہ میں آغا خان کی تشریف آوری کی خبر آئی تو خوجہ لوگوں کے کلکتہ میں بڑے بڑے کامو بارہین پس کلکتہ کے مفت رخوہ جہاں نے ایک جلسہ کیا آٹا ٹاٹا میں تیس چالیس ہزار روپیہ آغا خان کے استقبال کے لیے جمع کر لیا آغا خان کا استقبال بالکل اس طرح عمل میں آیا جیسا کسی شاہنشاہ وقت کا ممکن ہوتا ہے ریلوے سٹیشن نہایت مکلف طریقے میں آراستہ تھا اور پیٹ فارم سے باہر تک ٹھنڈل و رقالبیوں کا فرش بچھا ہوا تھا خوب لوگ اور دیگر مقتدر نہایت ادب اور انتظار سے صفت بستہ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے کہ آغا خان گاڑی سے اترے اگرچہ استقبال کرنے والوں میں بڑے بڑے درجن کے رؤسا اور تاجر موجود تھے اور ان لوگوں کی آمدنی و دولت ان کے لیے قارون زمان کا خطاب حاصل کر سکتی تھی مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ آگے بڑھ کر ہاتھ ملا سکے سب نے نہایت ادب سے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام کیا اور آغا خان نے نہایت خندہ پیشانی سے

دونوں ہاتھوں سے سلام لیا پلاٹا نام سے ہم غفران کی زیارت کے لیے موجود تھا اور ایک چار گھوڑوں کی گاڑی انکو قیام گاہ پر لی جانے کے لیے تیار تھی آغاخان نے چاندوں طرف سب کے سلام لینے کے لئے نگاہ دوڑائی اور پھر گاڑی میں سوار ہو گئے جس وقت گاڑی کو چلانے کے لئے حکم دیا گیا ان کے چہرے پر کچھ پسینے کے آثار دکھائی دیتے تھے آغاخان نے ایک ریشمی رومال جب سے نکالا اور پسینہ پونچھ کر یہ رومال اپنے معتقدین کی طرف پھینک دیا معتقدین جنکے گھروں میں دنیا کی دولت بڑی افراط سے موجود تھی بے تحاشا اس رومال پر چھپے اور آغاخانان میں اس رومال کی سیکڑوں دھبیان اٹھ گئیں جس کسی کے ہاتھ میں رومال کا ذرا سا حصہ بھی پڑا اُسے اُسے آنکھوں سے لگا یا اور بڑی احتیاط سے جیب میں رکھ لیا دوسرے دن آغاخان نے اپنے معتقدین کے لیے دربار بازوید منعقد کیا اس مکان کی زیبائش اور آراستگی قابل دید تھی آغاخان کے لیے ایک سوئے کی کرسی بچھائی گئی تھی اور سنہری میز پر ایک سنہری پیالہ بڑے سائز کا رکھا ہوا تھا معتقدین چاروں طرف نہایت ادب کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک ایک نمبر وار اُٹھ کر آغاخان کے سامنے آتا تھا اور سر تسلیم خم کرتا تھا اس وقت آغاخان ہاتھوں میں موزے نہیں پہنے ہوئے تھے پس ہر مرد اپنی جیب سے عطر کی شیشی نکال کر آغاخان کے ہاتھوں پر عطر بچھا دیتا تھا اور اس عطر سے اپنے چند رومالوں کو معطر کرتا تھا سوئے کے پیالے کو عطر سے خالی کر کے اُنہیں اپنی حیثیت کے موافق اشرفیان ڈال جاتا تھا۔

سر آغاخان نے دہلی کا نفرنس میں اپنی بیٹی کا نکاح کیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں دو دن نہایت سیاہ گذرے ہیں اول وہ دن جس روز حضرت عمر الخطاب شہید کی گئے اور دوسرا وہ دن جس روز سلطنت عباسیہ کا خاتمہ ہوا تھا۔

خوجون کے عقائد وغیرہ کی تفصیل

حاجی بی بی بیوہ آغا مسعود شاہ نے آغا سلطان محمد شاہ پر لمبی کی عدالت عالیہ

مذہبیت دختر آغا جنگی شاہ شہ قیام مطابق سلسلہ جہری میں دعویٰ دائر کیا اور وہ مشرکہ خاندانی حامی کی جو ہندوستان اور ایشیائے کوچک میں ہے اور جس کی حالت دو کڑوڑ روپے کی ہے حصہ دار ہے اور مدعیہ نے حسب قانون طبع محمدی اور اثنا عشری اپنا حق طلب کیا لیکن مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا کہ وہ اسماعیلیہ ہیں امامیہ ہے جن کے ہاں عورتوں کو قرآن پڑھنے کا رواج نہیں تو اس مقدمے کے حتم میں اس فرقے کی بہت سی مذہبی و تاریخی باتیں مختلف پیشوایان میں خود آغا اور ان کے متبعین نے بیان کیں جن میں سے کچھ مناسب موقع باتیں بیان لکھی جاتی ہیں۔

خوجون کا عقیدہ یہ ہے کہ آغاخان فرقہ اسماعیلیہ کے امام ہیں اور انہیں ہر ایک امام اپنے پیشرو اماموں کے سلسلے کے ذریعے علی کی روشنی حاصل کرتا ہے اور ان سب ائمہ کا سلسلہ علی تک پہنچتا ہے اماموں میں آغا سلطان محمد شاہ کا نمبر اثنا ایسواں ہے آغاخان کے اور بھی بہت سے معتقد سوائے خوجون کے ہیں ان میں سے گیتیوں کا ایک بڑا گروہ ہند اور افریقہ میں ہے امامی اسماعیلیوں کی تعداد ایران افغانستان روسی ایشیائے متوسطہ چینی ترکستان شام مصر اور شمالی افریقہ میں بحر روم کے کنارے پر ہے لوگ گیتیوں کو ہندو خیال کر سکتے ہیں مگر آغاخان کہتے ہیں کہ میں انھیں شیعہ اسماعیلیہ سمجھتا ہوں۔ خوبے مشرقی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں امامی اسماعیلی ایران میں اشد عطای کہلاتے ہیں ایشیائے متوسطہ اور چینی ترکستان میں وہ مولامی کہلاتے ہیں اور شام مصر اور شمالی افریقہ میں اسماعیلیہ کہلاتے ہیں شام میں انکو ذر و سلسلے بھی کہتے ہیں افغانستان میں وہ مولامی کہلاتے ہیں جبکہ وہ ہند میں آتے ہیں تو وہ مول چال میں بدخشانی کہلاتے ہیں یہ تمام معتقد آغاخان کو نذرین دیتے ہیں اور ہند میں وہ انکے پاس اپنے قائم مقام بھیجتے ہیں جہاں کہیں وہ ہوں اور اپنے ملک سے روپیہ اور سامان لاتے ہیں وہ آراب بجالاتے ہیں اور روپیہ انکے

اسلام والی نمبر کے ہیں۔ یہ سلسلہ اور اس کے عقائد اور اس کے اماموں کی حاکم اور ان کے عقائد کی ہے۔

سائے رکھتے ہیں شام سے بھی قائم مقام آتے ہیں اور اسی طرح نذر کرتے ہیں پران
اور افغانستان والے بھی ایسا ہی کرتے ہیں شمالی افریقہ کے معتقدین کم تعداد
میں ہیں اور جب آغاخان یورپ کو جاتے ہیں تو وہ آتے ہیں اور وہ انھیں مارسلین میں
دیکھتے ہیں اسکے قبل وہ ہندوستان میں آتے تھے مشرقی افریقہ والے آغاخان کو جبکہ
دیوان جاتے ہیں روپیہ دیتے ہیں یا انکے حکم سے ان کے سامہو کاروں کو روپیہ
بھیجتے ہیں یہ خیال کرنا غلط ہے کہ آغاخان کو نذرین قرآن کی ہدایات کے موافق
دیجاتی ہیں جو کہ سیدوں اور غریبوں اور سافروں وغیرہ کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ خوب اپنی
آمدنی میں سے دسواں حصہ آغاخان کو دیتے ہیں اور اس نذر کو دسواں بولتے ہیں
گننان میں اسکی ہدایت ہے یہ خوبون کا فرض ہے کہ اپنے امام کو نذرین گننان میں
بست سے بیانات ہیں جو کہ اس بات کی صلاح معتقدوں کو دیتے ہیں کہ دسواں
امام کو دین یہ لوگ جو اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ آغاخان کو دیتے ہیں تو وہ لوگ
خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے امام کو نذرین تو وہ اس جہان میں سرسبز ہونے اور
صلح حاصل کرنے کے علاوہ دوسرے جہان میں بھی نجات حاصل کرینگے بعض نذرین
آغاخان کو ڈاکٹر اور وکیل کی دیجاتی ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ آغاخان کو
اسیے دیجاتی ہیں کہ وہ ڈاکٹر اور وکیلوں کی ہجرت اور کرن بلکہ یہ خیال کیا
جاتا ہے کہ دینے والے کو ڈاکٹر اور وکیلوں کے متعلق نقصان سے بری رکھیں گے
اور ان کی بیمار نہ ہونے دینگے اور نہ انکو وکیل کی ضرورت پڑنے دینگے اسکا سبب یہ ہے
کہ آغاخان کو گو خدا نہیں سمجھتے یا خدا کی طرح پرورش نہیں کرتے لیکن انکو دنیا میں
خدا کا قائم مقام تصور کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں علی کا نور ہو
جو امام زندہ اور موجود ہوا اسکو حاضر امام کہتے ہیں۔

یہاں بعض خوبون کے جوابات لکھے جاتے ہیں جن یا کچل دیکھو سوالات بھی بعض مقامات پر درج کئے جاتے ہیں

جوابات

حاضر امام ۱۹-۲۱-۲۳- رمضان کو نماز پڑھاتے ہیں۔

ہم ارادہ اماموں کی زیارت نہیں پڑھتے۔
علی خدا ہے علی کے پہلے دس اوتار ہوئے ہیں۔
ہم نمازوں میں بھی نہیں پڑھتے۔
کوئی خوبون حج کرنے اور کالمین اور سامروہ کو نہیں گیا۔
قرآن کو میں نہیں مانتا جب قرآن نازل ہوا میں موجود نہ تھا۔
(سوال) قرآن کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی کتاب جانتے ہو۔
(جواب) جس کی ہوگی وہ جانے۔
(سوال) تم مسلمان ہو۔
(جواب) ہاں مگر دوسرے فرقے کے۔
(سوال) قرآن پر عمل کرتے ہو۔
(جواب) نہیں۔
(سوال) لا الہ الا اللہ کو مانتے ہو۔
(جواب) ہاں ہمارے مذہب میں بھی ایسا ہے۔
(جواب) نماز سال بھر میں دو دفعہ پڑھتے ہیں۔
تھانہ میں یوں نہیں ہوتی کہ وہاں حاضر امام نہیں ہوتا۔
علی دسویں اوتار ہیں محمد انکے پیغمبر تھے۔
علاوہ ان جوابات کے بعض اور سوالات کے جوابات میں حضرت علی خدا ظاہر کئے گئے ہیں
اور آغا سلطان محمد شاہ کو انکا منظر قرار دیا گیا ہے۔
۳۰- اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۵- رجب ۱۳۲۷ء ہجری دوم دو شنبہ کے روزانہ پیسنہ
اخبار میں بھی یہ بیان درج ہے اور جولائی ۱۹۰۸ء کے ماہنامہ آفت اندیا میں
فرا تفصیل ہے چھاپا ہے۔

دس اوتار سے مراد یہ ہے کہ خدا نے دس جسم اختیار کئے تھے اور گواہ نے یہ بھی کہا کہ
میں علی اللہ سے یہ سمجھتا ہوں کہ علی میں خدا کا نور ہے گواہ نے پھر کہا کہ اسکا سبب

کہ کیون ہم دس اوتار کی عزت کرتے ہیں یہ ہے کہ ان میں دسوان اوتار بھی شامل ہے جس کو ہم مانتے ہیں ہم ان کو مقدس مانتے ہیں کیونکہ انکو پیر صدر الدین نے لکھا ہے آغا حسن علی کی نسبت کہ اس کا وہ امام تھے لیکن دنیا کے دوسرے حصص میں وہ پیر بھی کہلاتے تھے اور گناہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حاضر امام کے پیشکش میں یکھڑا رہ نہ آیا تھا ان کے ہاں دعائیں تمام اماموں کے نام پڑھے جاتے ہیں اور تمام پیروں کے نام نہیں لئے جاتے لیکن چند کے نام دہرائے جاتے ہیں مسٹر جٹا بھائی جان محمد سوداگر و شریف بمبئی نے بیان کیا جوہ جولائی ۱۸۹۷ء کے ٹائمز آف انڈیا میں چھپا ہے کہ حاضر امام کا نام دعائیں ۷ اوقد لیا جاتا ہے اور ہر دفعہ جب انکا نام لیتے ہیں سجدہ کیا جاتا ہے عدالت کے سوال کرنے پر گواہ نے کہا کہ تمام متقدمین جبکہ حاضر امام کا نام آتا ہے سجدہ کرتے ہیں جبکہ ان کا حاضر امام آتا ہے جھکتے ہیں۔

گواہ نے پھر تل سفرہ کی رسم بیان کی جو کھانے کی چند چیزوں کا نیلام ہے جس کے لیے جماعت خانے کے ممبر بولی دیتے ہیں اور جو کہ بڑی بڑی قیمتوں کو خریدی جاتی ہیں جو کہ ان کی اصلی قیمت سے بہت زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ چیزیں آغا خان کے لیے خریدی جاتی ہیں۔

آب شفا (کر بلا کی خاک کے ساتھ ملا ہوا پانی) متقدمین کو دیا جاتا ہے جو کہ اس کے لیے اپنے حاضر امام کو ثواب حاصل کرنے کے لئے روپیہ دیتے ہیں۔ خاص پیر و معمولی دعا کے بعد یا ہفتے کے خاص دنوں میں جلسہ کرتے ہیں اور وہ چند اختیاری نذرین حاضر امام کو دیتے ہیں اور یہ لوگ خاندان کے کسی دوسرے شخص کو سوائے آغا خان کے متبرک نہیں سمجھتے خوب اپنے جماعت خانے میں ایک چھپا ہوا کارڈ چسپہن جتن یعنی محمد علی فاطمہ حسن حسین علیہم السلام کے نام ہوتے ہیں اپنے سر پر رکھتے ہیں۔ ۲۳ رمضان کو ایک رسم ہوتی ہے جس سے خوجوں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہ وہ دن ہے جس میں خوجے اپنے گناہوں کا افسوس کرتے ہیں۔ آغا خان کے چلے جانے پر دس اوتار پڑھتے ہیں اس رات کو حاضر امام کا

اللہ تعالیٰ چومنا چاہتا کیونکہ یہ ماتم کی رات ہے۔

پیر

گوشت میں پیر بھی ہوتا ہے پیر کا کام یہ ہے کہ امام کی عدم موجودگی میں اس کی جگہ پر کرے اور لوگوں کو امامی اسما علی بنائے آغا سلطان محمد شاہ کا بیان ہے کہ ہرے وقت میں کوئی پیر نہیں پیر صدر الدین ان میں بہت نامی گذرے ہیں ہندوستان میں پہلے پیر صدر الدین آئے تھے جنکو خوجوں کے اسما علی بنانے کے لیے اسلام شاہ نے بھیجا تھا انھیں نے گناہ اور وسا اوتار یہ دو کتابیں بنائی ہیں جو خوجوں کی مقدس کتابیں ہیں۔ خوبصورت صدر الدین کے ہاتھ سے ہما علی نے ہیں حاضر امام پیر کو مقرر کرتا ہے۔

علی جی کا مندر

۹ اکتوبر ۱۸۹۷ء مطابق یکم رمضان ۱۳۱۷ ہجری یوم چار شنبہ کے روزانہ پیر اخبار میں مندرج ہے کہ پیر صدر الدین نے ہندوستان میں اگر ہندو قوموں کے عقائد معلوم کر کے دعویٰ کیا کہ کرشن جی کے جس اوتار کا انتظار ہے وہ عرب میں ظاہر ہو گیا حضرت علی کرشن جی کے اوتار تھے اور میں انکا نائب ہوں یہ دعویٰ ہندو قوموں کے رسم و رواج اور مذہبی جذبات کی رعایت رکھ کر پیش کیا گیا تھا دہلی ریلوے میں صوفیانہ اور موحدانہ بھجن جن میں خدا و رسول اور علی کی تعریف اور صوفیانہ نصائح تھیں تصنیف کئے گئے اور ہر علاقے میں داعیوں اور گھیسوں کے ذریعہ سے پھیلائے گئے اور پوشیدہ طور پر ہر علاقے میں علی جی کے مندر قائم کئے گئے جن میں علی جی کے شجاری اور بھگت جمع ہوتے اور داعیوں سے توجید الہی نصرت رسول اور علی کے بھجن سنتے تھے بعض مندروں میں علی جی کی فرضی تصویریں بھی رکھی گئیں تاکہ ہندوؤں کو اپنے قدیمی بتوں کو دیکھ کر تعلق و میلان باقی رہے اور ہمہ تن علی جی کے سچے بھگت بن جائیں جب اس میں کامیابی ہوئی اور لاکھوں آدمی اس خفیہ مذہب میں شریک ہو گئے تو رفتہ رفتہ ان کے خیالات کو

اسلامی عقائد کی طرف مائل کیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام میں جذب ہونے لگے مگر یہ سب پوشیدہ اور خفیہ عمل درآمد ہوا اور ہوتا ہے کیا مجال کہ کسی غیر مسلم کو ذرا بھی خبر ہو جائے جو اس طریقے میں داخل ہوتا ہے ایسا سچتہ ہو جاتا ہے کہ کسی کے سامنے اپنے عقائد کے بھید ظاہر نہیں کرتا آج کل اس جماعت کے چند آغا سلطان محمد شاہ تھانہ لاکھون ہندوان کو کرشن کا اوتار یعنی منظر سمجھتے ہیں۔

گیتی کی تحقیق

اسی اخبار میں یہ بھی ہے کہ آغا خان اول کے پوتوں میں سید امام الدین نامی ایک شخص گدی نشین خاندان سے جدا ہو کر احمد آباد میں چلے آئے اور یہاں انھوں نے اپنا علیحدہ مشن قائم کیا یہ امام الدین جنگوپیر امام شاہ کہا جاتا ہے اول تو علم سنسکرت حاصل کرتے رہے اور مدت تک جوگیوں اور ہندو فقیروں کی صحبت میں رہ کر ویدانت کے طریقے معلوم کئے اس کے بعد کام شروع کیا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی ایک جماعت کاغشی کے تیرتھ کو جا رہی تھی امام شاہ نے انکو روکا اور کہا کہ تیرتھ تو خود تمھارے دل میں ہے اس کے بعد ویدانت کے طریقے سے ایک تقریر کی جس میں وجود ذات باری اور انسانی ہستی کے تعلقات کا بیان تھا ہندو امام شاہ کی دل آویز صوفیانہ باتوں میں ایسے محو ہوئے کہ وہ دن وہیں بسر کیا اور سفر چھوڑ دیارات کو ان سب نے خواب میں کاغشی کا ترا کیا اور ایسی مسرت اس جا تر سے ہوئی کہ وہ صبح بیدار ہو کر شاہ صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور چلایا بنائے کی خواہش کی شاہ صاحب نے ان کی بیعت لی اور حسب ذیل تعلیم دی خدا کو ایک ماں اور اس کے رسول محمد پر ایمان لاؤ علی کو کرشن کا اوتار سمجھو امام شاہ کو نائب علی یقین کرو اپنے عقائد کو چھپاؤ اور گیتی رہو لباس ہندو اندر رکھو رسم و رواج قدیم پر قائم رہو گوشت مت کھاؤ نام مست بدلو پانچ وقت کی نماز کم ضرور نہیں صرف یہ چاہیے کہ ان وقتوں میں لا الہ الا اللہ محمد اللہ اکبر قل هو اللہ کا وظیفہ جپے چکے

اور ہر دو دن نکر و ورنہ تم پر شہید کیا جائے گا اس کے بدلے غسل کیا کرو روزے رکھو ان میں درکھو لوگ شک کرینگے رجب کے مہینے میں یہ فرض ادا کیا کرو زکوٰۃ تم پر ہے کہ آدمی کا دسواں حصہ اپنے گرو و امام شاہ کو دیا کرو چنانچہ ان سب حکام کی تعمیل کی گئی اور گیتی لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی اس وقت امام شاہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام سست دینی ہے یعنی سچا کلام یا کلام الحق یہ بھارتی زبان میں غنوی لکھلا تاروم کی طرز پر ہے جس کے شروع میں یہ ہے۔

پہلا شعر جن مار دکھانوا اس کو جیتا کچھ شک نہ آنوا

یعنی اول خالق کائنات کی حمد کرو اور اس کی عبادت و یاد میں شک و شبہ نہ لاؤ امام شاہ کے نائب ہندو اور لباس میں سست دینی پہن گاتے پھرتے ہیں اور لوگوں کو اس کے ہتھ میں داخل کرتے ہیں انھوں نے جگہ جگہ علی کے مندر بنائے جہاں لوگ جمع ہو کر دعائیں کرتے اور پھینکتے ہیں گیتی لوگوں میں جب کوئی مرجھاتا ہو تو وہ جلیا جاتا ہے مگر اس کی ایک انگلی یا عضو کاٹ کر پیر کے زیر سایہ دفن کرتے ہیں اگر رفتہ رفتہ ان پستیوں کو بھی اسلام کی طرف کھل کھل کھینچا گیا اور ان میں سے بہت علانیہ مسلمان ہونے لگے جو گیتی ظاہر مسلمان ہوتا تو اس کا جیو پیر کو دیا جاتا ہے پیر اس کو پرکھتی (ظاہر اور مومن) یا شیخ کا خطاب دیتا تھا آج کل پیر کی درگاہ میں ظاہری مسلمان ہونے والوں کے جیوؤں کا ایک بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے یہاں دیکار کے طور پر بحفاظت رکھا جاتا ہے گیتیوں میں اس وقت پانچ چھ لاکھ ہندو شریک ہیں جن میں برہمن چھتری مرہٹہ بلیمہ شرادت کنبی چارڈھیر بھنگلی سب ہی تو ہیں ہیں اور ڈھیر لاکھ کے قریب پرگھٹی ہیں یعنی جو علانیہ مسلمان ہو گئے ہیں یہ لوگ اسلام اور علی کے نام پر فدا ہیں گیتی لوگوں کو شناخت کرنا ناممکن ہے وہ ظاہر باطن میں ہندو نظر آتے ہیں مگر ایک گیتی دوسرے گیتی کو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیتا ہے ایسا ہی ایک پرگھٹی گیتی کو اور گیتی پرگھٹی کو نظر نہ آتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ ہمارے طریقے کا ہے امام شاہ کی اولاد میں گدی موجود ہے

اور فقرا و مساکین کو حسب معمول سدا برت بینی لنگر دیا جاتا ہے اور تمام علاقے مریدین کے نذرانے برابر جاری ہیں جو ہندو ناپون کے ذریعہ سے وصول ہوتے ہیں اور ہندو نائب کے واسطے سے خرچ ہوتے ہیں اس گپتی ہندو نائب کو کا کا کہا جاتا ہے

فرقہ دروز

نہن عرب کے صفحہ ۲۸ میں مذکور ہے کہ دروز لبنان میں ایک فرقہ ہے چٹے خالی خلیفہ مصر حاکم بامراشد کا پیرو ہے انکی تعداد اسوقت اڑھائی لاکھ نفوس کی یہ نیم مسلمان اور نیم نصرانی ہیں یہ لفظ دروس بھی آیا ہے۔

انسانکلو پیڈیا مطبوعہ ۱۸۸۳ء کی جلد ساتویں کے صفحہ ۸۳۳ و ۸۳۴ میں لکھا ہے کہ حاکم بامراشد کا زعم یہ تھا کہ وہ خدا سے تعالیٰ سے براہ راست گفتگو کرتے ہیں بلکہ عقل انکی کے اوتار ہیں انھوں نے اپنے دعوے کا سبب یہ بھی بیان کیا کہ ہر کسی کی مسجد میں اظہار کیا اور اسماعیل درازی کی شہادت پیش کی۔ نئے طریقہ مذہب کی لوگوں نے اتنی مخالفت کی کہ درازی کو جان بچانے کی غرض سے بھاگنا پڑا لیکن وہ اپنے معبود حاکم بامراشد کی علیحدگی کے زمانے میں انکا وفادار رہا اور ان کے نادان دروس لوگوں کو اس مذہب میں لانے میں کامیاب ہوا۔

دروس کے اقوال کے بموجب سلسلہ ہجری میں یہ مذہب قبول کیا گیا ہے۔ اس عرصے میں حاکم بامراشد اپنی خدا نیت کے دعوے کے منوانے کی کوشش کرتے رہے حسن بن حیدر فرغانی کی حمایت ناکامیاب ثابت ہوئی لیکن سلسلہ ہجری میں ایک ایجاد اعلیٰ اس مذہب کا ظاہر ہو گیا یعنی حمزہ بن علی بن احمد۔ وہ ایک ایرانی تھا اور وہ حاکم کا وزیر ہو گیا اسے صورت اور مادہ اس نئے مذہب کو عطا کیا اور اپنی ہوشیارانہ کوشش سے اس مذہب کے مختلف اصولوں کو موجودہ فرقہ کے توہمات سے ملائے میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح بہت سے آدمی اس نئے مذہب میں شامل ہو گئے۔ سلسلہ ہجری میں حاکم مارے گئے تو حمزہ نے یہ بیان کیا

میں کچھ عرصہ بسر کرنے کے واسطے چلے گئے ہیں اور انکے حمایتیوں کو تسلی دی گئی اور ان کی کامیابی کے ساتھ لوٹنے کی امید رکھیں۔ درازی جو حمزہ سے علیحدہ ہو گیا اور اس مذہب کی دعوت کرتا تھا اسکو حمزہ نے کا فظا ہر کیا اور دروس اس سے نفرت کرنے لگے۔ مذہب کی اشاعت پر حمزہ کے حکم سے اسماعیل بن محمد نبی اور محمد بن وہاب اور ابو خیر سلمہ بن عبد الوہاب بن سموری اور ملک اندلس و الدین مامور ہوئے انہیں سے آخر الذکر اپنی تصانیف کی وجہ سے قسطنطنیہ سے بدستور وستان کی حد تک مشہور تھا دو خطوں میں جو اسے شہنشاہ قسطنطنیہ میں شہر اور ہمایل نیپلے گومن کو لکھے ہیں ان میں وہ اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حمزہ کی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوئے ہیں۔ دروس اپنے آپ کو موحّد کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اسکی تعریف نہیں ہو سکتی اسکا مقام نہیں وہ غلط نہیں کہتا اس میں جذبات نہیں اس نے اپنے آپ کو دنیا میں مختلف اوتاروں کی صورت میں سلسلہ وار ظاہر کیا جسکی تعداد قریب نتر کے ہو چکی گئی ہے۔ ان میں حضرت عیسیٰ شامل ہیں اور حضرت محمد شامل نہیں اور آخری ان میں حاکم بامراشد ہیں ان میں تمام بھی داخل ہیں (۱) حضرت علی بن ابی طالب (۲) البرد (۳) علی (۴) موسیٰ (۵) قائم (۶) معز (۷) عزیز (۸) ابو زکریا (۹) منصور۔ آپ کوئی اوتار ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حاکم کی صورت میں خدا نے آخری دفعہ ظہور کیا۔ اور ہم کا دروازہ ۲۶ سال کھلا رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا جبکہ اہل زمین کی تکلیفیں اور ذلتیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو حاکم پھر دنیا کو فتح کرنے اور اپنے مذہب کو فوق دینے کے واسطے ظاہر ہو سکے۔ خدا کی مخلوقات میں سے پہلی مخلوق عقل انکی ہے جسے حمزہ کی صورت میں آخری دفعہ ظہور کیا باقی دوسرے درجے کی اور انی مخلوقات کو اسی نے بنایا ہے خدا سے تعالیٰ سے براہ راست تعلق صرف عقل انکی ہی کو ہے۔ عقل انکی کے بعد درجے میں یہ چار مخلوقات اور ہیں۔ روح غفل۔ سیدھا بازو۔ اور اُشا بازو۔ یہ چاروں عقل انکی کے ساتھ ملکر خدا کا جنت

سال ۱۸۸۳ء کو حاکم نے ۲۶ سال کی عمر میں انتقال کیا اور اس کے بعد اس کا مذہب پھیلا

سنبھالے ہوئے ہیں اور یہ چاروں مخلوقات بالترتیب اسماعیل درازی، محمد بن عبد الوہاب اور بہار الدین کی شکل میں ظاہر ہوئیں اور ان سے بھی شیعہ میں دوسرے روحانی کارپرداز مختلف مرتبے کے ہیں۔ انکا عقیدہ یہ بھی ہے کہ انسان کی تعداد نہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے اور ایک باقاعدہ تنازع کا سلسلہ جاری ہے۔ نیکون کی روحین مرنے کے بعد چینی دروسوں کی شکل میں حلول کرتی ہیں اور وہ اوٹ یا کتون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگلے تمام مذہب پیچھے مذہب کا نمونہ اور ان کی متبرک کتابوں اور تصانیف کا ترجمہ باطنی طور پر کرنا چاہیے اور شیعہ مذہب میں داخل نہیں کئے جاسکتے۔ اسلئے ایمانداروں کو اپنے اصولوں کو چھپا کر رکھنا چاہیے اور غرض اس چھپانے سے یہ ہے کہ دروس کے مذہبی عقائد ان کے لئے کسی خطرے کا باعث نہ ہوں اور اسی احتیاط کی وجہ سے انکو یہ اجازت ہے کہ ظاہری طور پر اسی مذہب میں ہونے کا اظہار کر سکتے ہیں جو کہ ان کے قریب میں عام طور پر رائج ہو خاص اسی آخری اصول کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی مناسبت میں بھی شریک ہوتے ہیں اور عیسائیوں کے گرجوں میں بھی عیسوی رسم و رواج میں حصہ لیتے ہیں۔ حمزہ کے سات حکموں کی پابندی لازم ہے (۱) پہلا اور (۲) یہ ہے کہ بول چال میں سچائی اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن صرف دروس کو دروس کے (۲) اپنے بھائیوں کی حفاظت کے لیے ہوشیار رہنا چاہیے (۳) ہر ایک کو دروس مذہب سے علیحدہ رہنا چاہیے (۴) جو لوگ غلطی میں مبتلا ہیں ان سے تعلیمی طور پر اختیار کرنی چاہیے (۵) ہر وقت خدا سے لقائی کے ہوتے کا عقیدہ رکھنا چاہیے (۶) خدا کی مرضی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے (۷) خدا کے احکام کی پوری فرمان برداری کرنی چاہیے۔

دروس کا عقیدہ یہ ہے کہ عبادت خدا سے تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کی گستاخانہ مداخلت ہے اور انسان قضا و قدر کی طرف سے مجبور نہیں ہے بلکہ اسکو بالکل آزاد اور آزادی حاصل ہے۔ اپنے عقائد کو غیر لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کے اصول

میں سے متکرر رہنا چاہیے بلکہ مذہب کے خاص خاص راز اپنے ہم مذہبوں میں سے خاص خاص آدمیوں کے عام آدمیوں کو بھی نہ بتانا چاہیے اور یہ خاص خاص عقائد واسطے اسرار مذہب بنانے کی اجازت دی گئی ہے عاقل کہلاتے ہیں جن کو عقلی افغذ عقل سے نکلا ہے اور ان عاقلوں کے علاوہ باقی تمام دروس خواہ وہ کون سے ہوں جاہل کہلاتے ہیں۔ بالغ آبادی میں سے پندرہ فی صدی جاہل ہوتے ہیں۔ ہر کوئی دروس خواہ مرد ہو یا عورت عاقلوں کے طبقے میں شامل نہیں ہے جو کہ اس بات کی مرضی ظاہر کرے کہ اس جماعت کے قوانین کی پابندی رکھے گا ایک سال تک آزمائش میں پختہ رہ کر دکھاوے کہ اس کے ارادے پختہ اور عقیدے مضبوط ہیں عاقلوں کے درمیان میں کوئی قاعدہ درجوں کے امتیاز کا نہیں ہے اور امیر بشار شہاب عاقلوں کا ایک شیخ مقرر کرتے تھے لیکن اس شیخ کو باقی عاقلوں پر کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں ہوتی تھی بلکہ خاص شریزہ و تقویٰ اور قابلیت کی خاص شہرت پر منحصر ہے۔ اور ہر ایک عاقل کو تمنا کو اور شراب سے بچنا پڑتا ہے۔ دروس کے عبادت خانے خلوت خانے کہلاتے ہیں اور نیکامین ایک عبادت خانہ بناتے ہیں جس میں ایک چراغ رات دن جلا کرتا ہے۔ دروس انہی مذہبی خاص رسم و رواج کے علاوہ مذہب والوں کو آنے دیتے ہیں اور جب کوئی ایسا آدمی آجاتا ہے اس وقت قرآن خوانی کرنے لگتے ہیں۔ ان کے عقائد کا مأخذ باطنیہ خصوصاً واسطے کے عقائد ہیں اور ان کو یہ یقین ہے کہ یہ چین سے آئے ہوئے ہیں اور اب بھی چین میں ان کے ہم مذہب موجود ہیں حالانکہ چین میں کوئی دروس نہیں اور نہ ہیون سے انکی شکل و شباہت ملتی ہوئی ہے۔

شمسی

عالمان اسماعیلی کے معتقدوں کی ایک جماعت کثیر ہندوؤں کا پردہ اپنے اوپر رکھتی ہے یہ آغا خانی ہندو شمسی کہلاتے ہیں یہ گردہ پیر شمس الدین کی طرف منسوب ہے۔ گوجرانوالہ۔ راول پنڈی۔ ملتان۔ دیرہ اسماعیل خان۔ دیرہ

غازی خان اور بعض دوسرے اضلاع میں شمسینوں کی تعداد بہت ہے یہاں اور
قوم کے لوگ ہیں ان کی مذہبی کتابوں کے مجموعے کا نام **اتحضر و وید** ہے یہ لوگ
آغا خان کو اپنا مقتدا مانتے ہیں اور مثل او تار کے انکا ادب و احترام کرتے ہیں۔
شمسی ہندوؤں کا فرقہ اپنے اور ہندو بھائیوں سے بالکل علیحدہ ہے ان لوگوں کے
نام ہندوؤں کے سے ہیں اور ان کے گوترون اور ذات کے نام بھی ویسے ہی ہیں
مگر طرز معاشرت میں کسی قدر تبدیلی ہو گئی ہے یہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں
شادی کا نام نکاح ہے جس کو انکا خاص پُرنہت انجام دیتا ہے یہ لوگ ذبیحہ کے
علاوہ اور کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے اور منشی اشیا سے بالکل محترز ہیں۔
مرید ہونے کے وقت چھینٹے کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں انکا پیران کے
منہ پر پانی چھڑکتا ہے اور اس میں مرید کو کچھ نذرانہ دینا پڑتا ہے جس کی تعداد
شاید پانچ روپے تک ہے اسکے علاوہ اور کئی مراسم ہیں جس میں کچھ نہ کچھ مرید کو
چڑھانا پڑتا ہے سب سے بڑی رسم **وڈمی ریت** ہے جس میں کچھ ترود ہے
دئے جاتے ہیں عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ صبح اور شام اور رات کو سجدہ کرتے ہیں
یہ لوگ جب اپنے مرشد سے ملاقات کرتے ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ نذرانہ دیتے ہیں جن مقامات
میں شمسی ہندو آباد ہیں وہاں ایک جماعت خانہ ہوتا ہے جہاں تمام مرید اپنی مدنی کا
آٹھوان حصہ جمع کر دیتے ہیں اور کھیا اور کامری جو اسکے محافظ ہوتے ہیں وہ
اس رقم کو براہ راست اپنے مرشد کے پاس روانہ کر دیتے ہیں اس میں بیت کی خیراتی
اشیا بھی جمع رہتی ہیں اور نیلام کے بعد ان کی قیمت روانہ کی جاتی ہے بیان کیا
جاتا ہے کہ پنجاب میں شمسینوں کی تعداد بیس پچیس ہزار ہے۔

شمسینوں کے عقائد

روز ازل سے فوات پاک کہ وحدہ لاشرک اسے کہتے ہیں بارام تمام مقام انکا
میں شراب استغنا پانی کر قیام رکھتی تھی یکا یک عشق نے مثل قطرہ ہمارا اس

انسانی الصفات پر اثر کیا اس سے جوش ہوا اس نے چاہا کہ اپنی ذات و صفات
کو ظاہر کرے تو اپنی ذات سے نور محمدی یعنی نور امامت یعنی نورست گورو برہما کو
ظاہر کیا اور اسکے دید سے آپ عاشق اپنا ہوا جس سے کل عالم ظہور میں آیا
اور اسی شجرے سے سری کرشن ہمارا ج بھاگوت میں فرماتے ہیں کہ کل سرشٹی کا
نور مجھ سے ہوا ہے اور کل سرشٹی کا منبع میں ہوں اور اسی شجرے سے گورو برہما
کی موصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ انا من نور اللہ وخلق من نور ی یعنی میں خدا کے
نور سے ہوں اور میرے نور سے خلق اللہ ہے آج اسی نورست گورو برہما سے کوئی
زمانہ یعنی پل گھڑی پہر دن ہفتہ مہینہ برس صدی خالی نہیں کیونکہ سری کرشن جی
ہمارا ج فرماتے ہیں کہ اسے ارجن اگر میرا چرن پر قہمی پر بنو تو پر قہمی پر لے ہوا سے اور
حضرت محمد نے بھی فرمایا ہے کہ زمین امام سے کبھی خالی نہیں رہتی۔
۱۹۰۰ء سے شمسینوں نے ہندوؤں کا پردہ اپنے اوپر سے اٹھانا شروع کر دیا ہے
اسکی یہ ہے کہ آریہ سماجی اخبارات نے سر آغا بہادر سلطان محمد شاہ کو اپنے
اخبارات میں بڑا کھنا شروع کیا یہ امر انکو ناگوار گذرا۔

زید یہ

گروہ زید بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف
نسب ہو یہ لوگ حضرت علی کے بعد حضرت حسن کو ان کے بعد حضرت حسین کو انکے بعد
علی زین العابدین کو ان کے بعد انکے بیٹے زید کو امام مانتے ہیں۔
۱۲۰۰ھ ہجری اور بقولے ۱۷۰۰ھ ہجری میں زید بن علی نے ہشام بن عبد الملک
روانی پر خروج کیا تھا لوگوں نے انکے خروج کے سبب بیان کرنے میں اختلاف
کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ محمد گورنری خالد بن عبد اللہ قسری میں عراق گئے
خالد نے معقول طور سے جانی اور مالی انکی خدمت کی تھی پس جب یوسف بن عمر
افقی گورنری عراق ہوا تو اس نے ہشام بن عبد الملک کو یہ حال کھجوا ہشام نے مدینے
سے انکو بلوا کے خالد کے سامنے تصدیق کرانے کی غرض سے یوسف کے پاس حلقہ

روانہ کرو یا مدینے کو واپسی کے وقت قنابسہ میں پہنچ کے قیام کیا اہل کوفہ نے یہ خبر
 پا کے خط و کتابت کی پس زید ان کی طرف چلے گئے داؤد بن علی بن عبد اللہ بن
 عباس نے جو ہمراہ تھے کوفہ کی طرف واپس جانے پر زید کو بہت کچھ بھجایا یا امام حسین
 کا ماجرا سنایا شیعہ بولے یہ خود امیر بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ کو کوفہ میں
 جانے سے روکتے ہیں زید دم پٹی میں آ کر کوفہ واپس گئے۔
 اور بعض اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی اور عبد اللہ بن حسن مثنیٰ میں
 ایک مال موقوفہ بنا بل میر کی بابت نزاع تھی رفع نزاع کی غرض سے یہ دونوں
 اکثر عامل مدینہ خالد بن عبد الملک بن حارث کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز
 اتفاق سے خالد کی مجلس میں دونوں بھائی گئے تھے باتوں باتوں میں مثنیٰ و شعیب
 کی نسبت آگئی خالد ان دونوں کو حکمت علی سے مشعل کرتا جاتا تھا زید کو اس کا
 یہ فعل ناگوار گذر ا سخت و نا عظم کلمات کہہ کے اٹھ آئے دوسرے دن مدینہ سے دمشق
 کی جانب روانہ ہو گئے ایک مدت تک ہشام نے حاضری کی اجازت ندی حیل و حوالہ
 کر کے مانگنا رہا آخر زمانہ وراز کے بعد اجازت دی دیر تک باتیں کرتے رہے اناس
 کلام میں ہشام نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور خلافت کے
 متقاضی ہو حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو پھر کچھ سوچ کے کہا اور اگر تمہارا یہ خیال قائم
 ہو گیا ہے تو بسم اللہ ہمیں خروج کرو آپ نے جواب دیا یا ان میں ایسا خروج نہ کروں گا
 جو تم کو جبرہ گذرے ہشام یہ سن کے خاموش ہو گیا اور آپ دمشق سے کوفہ کی
 جانب چل کھڑے ہوئے محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ
 دیکھ کر کہا کہ تم کو نے کو نہاؤ ان کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے انھوں نے ہمارے
 اور تمہارے جد امجد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے زید بن علی نے
 اس پر کچھ توجہ نہ کی چون تو ن طے مسافت کر کے کوفہ پہنچے پوشیدہ طور سے قیام کیا
 اور بعض کہتے ہیں کہ کھلا قیام فرمایا تھا عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے
 زید بن علی کو ایک خط لکھا تھا اور اس راو سے روکا لیکن انھوں نے کچھ سنا نہ

آپ کے پاس کوفہ میں عورت و مرد بکثرت آتے اور بیعت کرتے تھے تھوڑے ہی
 دنوں میں ایک معقول جماعت ہو گئی جنگی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی اور
 بعض کہتے ہیں کہ تیس ہزار آدمی شیعہ تھے تیسہ میں سے کہ اکثر ان میں کیسا نیہ اور
 انصار یہ تھے اور تھوڑے سے وہ لوگ تھے جو حضرت زین العابدین کی امامت کے قائل
 تھے جمع ہو گئے آپ نے تباری کا حکم دیدیا ان دنوں کوفہ اور عراق میں کا گورنر ہشام کی
 طرف سے یوسف بن عمر ثقفی تھا یوسف کو یہ خبر لگی تو اس نے آپ کو تلاش کرایا لیکن آپ
 اپنے آپ نے یوسف کے خوف سے خروج میں تعیل کی یوسف ان دنوں حیرہ میں تھا
 کوفہ میں حکم بن الصلت امارت کر رہا تھا شیعان علی یہ سن کے کہ یوسف آپ کو تلاش
 کر رہا ہے گھبراے کیونکہ جان جانے اور محبت کے امتحان کا وقت قریب آ گیا تھا ایک
 جماعت نے زید شیعہ سے دریافت کیا کہ آپ شیعیں کے حق میں کیا کہتے ہیں زید نے کہا
 کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں اور میرے خاندان میں سے جس نے ان کا ذکر کیا ان کو
 بھائی کے ساتھ یاد کیا ہم میں سے کسی نے اس سے زیادہ نہیں کہا کہ نبی علیہ السلام کی
 مخالفت کے لیے سب سے زیادہ ہم تھے شیعیں نے ہمارا حق ہکون نہیں پہنچنے دیا مگر
 اس بات سے ان کا کفر لازم نہیں آتا انھوں نے مخلوق میں عدل و انصاف کیا
 قرآن اور سنت رسول پر عمل کیا کسی پر ظلم نہیں کیا شیعہ بولے کہ نبی امیہ بھی تو
 کہتے ہیں کہ ہم کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل درآمد کرتے ہیں تو ان کے ساتھ جنگ کے لئے
 ہم کیوں ہم کو بلاتے ہو اس صورت میں یہ بھی ظالم نہ ہوں گے زید شیعہ نے فرمایا کہ نبی
 کو حضرت ابو بکر و عمر سے کیا مناسبت یہ تمام مسلمانوں پر ظلم کرنے میں شیعہ کہنے لگے تم
 ہمارے امام نہیں ہمارے امام گذر گئے ہر آدمی سے امام محمد باقر تھے اور اب ان کے بعد
 حضرت ان کے بیٹے امام ہیں اور بیعت تو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر خالص مخلص
 ہمراہ رہ گئے ان واقعات کے بعد حکم بن صلت نے یوسف کے حکم سے اہل کوفہ کو
 جامع مسجد میں جمع کیا اور زید بن علی کو تلاش کرایا آپات ہی کے وقت نکل کھڑے ہوئے
 چند شیعہ نے آپ کے پاس جمع ہوئے آگ روشن کی اور یا منصور کی ندا دیدی

حکم نے مسجد کے دروازے بند کر کے یوسف کو اس واقعہ سے مطلع کیا یوسف
پاتے ہی کوٹے کے قریب پہونچا اور دو ہزار سواروں اور تین سو پیادوں کو کوٹے کی طرف
بڑھنے کو کہا سفیدہ یہ سن کے دایمن یا یمن آنکھیں پڑا کے زید بن علی نے دریافت کیا
یہ سب لوگ کہاں گئے جواب دیا گیا جامع مسجد میں حضور میں حاضرین شمار کئے گئے
دوسو بیس نکلے جو سپاہ زید بن علی پر حملے کو آئی تھی اسکو نصر بن خزیمہ عیسیٰ اور زید بن
علی نے اپنے مولانا حلقے سے ہزیمت دی اور زید بن علی لڑتے بھڑتے اس بن علی زیدی
مکان تک پہونچے چونکہ اس نے بھی بیعت کی تھی آپ نے آواز دی باہر آنا تو درکنار
صدائے برخواست کا مضمون ہوا رفتہ رفتہ کنا سہ پہونچے جہاں پر اہل شام کا ہجوم
تھا زید نے اپنے بھی حملہ کیا اہل شام ہزیمت کھا کے منتشر ہو گئے شامیوں نے پھر
تغائب کیا کوٹے کی گلیوں میں لگڑ سا بھا ہوا تھا آگے آگے زید بن علی تھے اور پیچھے
پچھے اہل شام تھے زید بن علی اہل کوٹہ کی ایفائے بیعت سے ناامید ہو کے نصر بن خزیمہ
سے بولے افسوس ہے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بھی حسین کا جیسا برتاؤ کیا نصر نے
عوض کیا لیکن میں۔ واسطہ میں تمہارے ساتھ جان دوں گا زید نے مع نصر کے دار الرزی
میں رات بسر کی صبح ہوتے ہی یوسف نے عباس بن سعد مزی کو بسرگرو ہی لشکر
شام زید بن علی کے مقابلے پر بھیجا آپ کمال مردانگی سے میدان جنگ میں آئے
نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق بن زید بن ثابت دونوں بازووں پر تلے اور
آپ قلب میں ایک سخت اور غوریز لڑائی کے بعد نصر مارے گئے مگر لشکر شام بھی میدان
جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا مغرب کا وقت آگیا تھا لڑائی موقوف ہو گئی عشا کے وقت
یوسف نے اپنے ہمراہیوں کو دوبارہ مرتب کر کے زید پر شیون مارے کو بھیجا لیکن
جان شاروں نے نہایت دلاوری سے سپا کر دیا یوسف نے یہ رنگ دیکھ کر پراندازہ
تیرباری کا حکم دیا جنگ کا عنوان بدل گیا لڑائی نہایت سختی سے جاری ہو گئی معاویہ
بن اسحاق مارے گئے اتفاقاً ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا جس کے صدر سے طعن
نفس بدن سے اڑ گیا تاریخ انجیس میں لکھا ہے کہ یوسف نے زید کے جسد کو برہنہ

کے سولی دی اور چار سال تک انکا جسد یوں ہی سولی پر رہا اور ان کے ہنر
کڑی نے جال پور دیا تھا جو لوگ زید شہید کے ساتھ تھے وہ اپنے آپکو شیعہ خالص
کہنے لگے اور کہا کہ امام برحق ہی تھے کہ اپنے اسلاف کی طرح ظالم دشمنوں سے لڑ کر
مارے گئے اور اپنی جان امامت کی راہ میں دیدی اور امام کو یہی چاہیے کہ راہ خدا
میں کسی سے نہ ڈرے اور تلوار کے ساتھ نکلے اور کسی کی پشتی و رفاقت یا ترک
مدد کی پروا نہ کرے اور جو لوگ اُسے جدا ہو گئے تھے انھیں روافض کہنے لگے
بلکہ جب ان جھوٹے شیعوں نے ترک رفاقت کی تو خود زید شہید لے لیا تھا کہ یہ لوگ
روافض ہیں۔ غیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ شیعہ وہ ہے کہ تفضیل دے حضرت علی
اور رافضی وہ ہے کہ تفضیل دے حضرت علی کو حضرت عثمان پر۔

مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النعمان میں کہا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ
میں لکھا ہے کہ زید بن علی نے بنی امیہ کے عہد میں جو مذاہب کی تھی امام ابو حنیفہ
اس میں شریک تھے تاہم دانشوران کے مولفوں نے بھی ایسا ہی گمان کیا ہے
لیکن ہم اس پر یقین نہیں کر سکتے جس قدر تاریخین اور جال کی کتابیں ہمارے سامنے ہیں
ان میں کمین اسکا ذکر نہیں جاتا لہذا اگر ایسا ہوتا تو ایک قابل ذکر واقعہ تھا غالباً
اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا خاندان اہل بیت کے ساتھ ایک
خاص رات رکھتا تھا امام صاحب نے ایک مدت تک امام باقر کے واسطے فیض میں بیت
بائی تھی کوٹے کی ہوا میں ایک مدت تک شیعہ پن کا اثر تھا ان اتفاقی واقعات نے
امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ گمان پیدا کر دیا۔ اور تاریخی شہادتیں ہاں کل اس کے
خلافت میں۔ انتہی کلام حاصل حال یہ ہے کہ زعفرانی نے کشف میں اس بیت کی
تفسیر میں لا بنال عہد الظالمین لکھا ہے کہ ابو حنیفہ یقینی سہاب جو بفقہ
زید بن علی رضوان اللہ علیہ وحمل المال الیہ والخروج معہ علی اللص المتعلب الیہ
بالانام والخلیفۃ کالد وانقی واشباہہ یعنی امام اعظم کو فی منحنی طور پر گوگو کو فتویٰ
دیتے تھے کہ زید بن زین العابدین کی مدد کرنا چاہیے اور لڑائی میں تغلب چورن